فقه الاحکام

شرح

بلوغ المرام

فضیلۃ الشیخ حافظ ثناءاللہ ضیاء حفظہ اللہ

حصہ اول

فہرست جلد اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

دو ہزار چھ کے وسط کی بات ہے، احباب کی مجلس میں شریک تھا، دعوت دین کی اشاعت و ترویج پر بات چل رہی تھی، دوران گفتگو ایک ساتھی نے بلوغ المرام کی شرح لکھنے کی رغبت دلائی اور ساتھ ہی اسے زیور طبع سے آراستہ کرنے کی یقین دہانی بھی کروائی۔

یہ پیشکش بظاہر دل لبھا اور مسرور و مسحور کن تھی مگر مجھ جیسے علمی میدان کے کوتاہ قد کیلئے علم و عرفان کے وسیع میدانوں میں شاہسواروں کے نقش پر دوڑنا، فہم و فراست کے بحر عمیق میں غوطہ خوری کر کے سیپ کے پیٹ سے موتی نکالنا ایک دیوانے کے خواب سے کسی طرح بھی کم نہ تھا۔ ایک طرف احساس کم علمی اور دوسری طرف ذوق تحریر، جب قلم پکڑتا تو دونوں کو گتھم گتھا دیکھتا، آخر کار یہ خیال دل و دماغ پر قبضہ کر لیتا کہ بلوغ المرام کی مطول، مختصر اور ملخص شروحات ہر زبان اور انداز میں طبع کے زیور سے آراستہ موجود ہیں۔ اس خیال کے ساتھ ہی قلم پر گرفت کمزور پڑ جاتی، ذوق تحریر ماند پڑ جاتا اور کروٹیں بدلتا بدلتا سو جاتا، اسی کشمکش میں زندگی کی کئی راتیں بیت گئیں۔

ایک رات اسی اضطراب و تردد میں محو تھا کہ یہ خیال دل میں گھر کر گیا کہ روز محشر یقیناً خدام حدیث مصطفیٰ کی فہرست آویزاں ہوگی اور اس میں ہر طبع آزمائی کرنے والے کو حصہ بقدر جثہ میسر آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

اسی خیال نے لکھنے کا حوصلہ بخشا، اللہ کی توفیق سے اس مشکل مگر باسعادت کام کا آغاز کر دیا آخر اللہ تعالیٰ نے چھ سال کے عرصہ میں مکمل کروا دیا۔ ہر حدیث کی تشریح کرتے وقت اس امر کو پیش نظر رکھا گیا کہ زیر مطالعہ حدیث کی وضاحت سب سے پہلے اس روایت کے دستیاب طرق کے حوالوں سے کی جائے۔ اگر کسی حدیث کی مؤید یا معارض روایات موجود ہوں تو ان کا تذکرہ بھی ساتھ ہی کر دیا جائے اور ان کی اسنادی حیثیت بھی بیان کر دی جائے۔ جہاں کہیں جمع و تطبیق یا ناسخ و منسوخ کا مسئلہ پیدا ہو تو اسے ماہرین فن کے قواعد و ضوابط اور اقوال کی روشنی میں حل کر دیا جائے۔ جن روایات کا تذکرہ تشریح میں کیا گیا ان کی تخریج بھی زیر تشریح حدیث کی تخریج کے ساتھ ہی کر دی گئی ہے۔ بندہ اس بارے میں کہاں تک کامیاب رہا؟ یہ فیصلہ قارئین کے سپرد ہے۔

اس کام کو مکمل کر کے دو ہزار بارہ کے آخر میں ممدوح کے سپرد کر دیا گیا، موصوف نے نہایت گرمجوشی اور خلوص محبت سے کمپوزنگ کروا کر پروف ریڈنگ کیلئے واپس کر دیا، راقم نے دو پروف بغیر عربی متن کے اور ایک پروف مع عربی متن کے اغلاط و تسامحات کی اصلاح کر کے ان کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد لائن کٹ گئی اور کتاب زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی۔ کتاب اگرچہ طبع نہ ہو سکی مگر ہم دونوں عند اللہ اجر حسنہ کے ضرور مستحق قرار ٹھہرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محمد عمر شیخ اور فاروق بھائی کو فلاح دارین نصیب فرمائے، ان دونوں ساتھیوں نے حصول رضائے الٰہی کی خاطر اسے دوبارہ کمپوز کر کے اس کا نصف اول نیٹ پر اپ لوڈ کر دیا ہے اور نصف آخر بھی ان شاء اللہ کر دیا جائے گا۔

آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ وہ اپنی خاص دعاؤں میں راقم، اس کے والدین، اساتذہ اور معاونین کو یاد رکھیں۔ نیز اگر دوران مطالعہ کسی غلطی کا مشاہدہ کریں تو 03006683801 پر ضرور اطلاع دیں، تاکہ غیر ارادی غلطی کی اصلاح اور اجتہادی غلطی سے رجوع کیا جا سکے۔

انتساب

اپنے والدین اور جمیع اساتذہ کے نام، خصوصاً جامع العلم والعمل
الشیخ شیخ الحدیث گلزار احمد و جامع المعقولات والمنقولات
الشیخ شیخ الحدیث محمد عبداللہ امجد چھتوی

(رحمھم اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

طہارت کے مسائل

۱. بَابُ الْمِيَاه پانی کی اقسام کا بیان

۱: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ فِي اَلْبَحْرِ "هُوَ اَلطُّهُورُ مَاؤُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ "أَخْرَجَهُ اَلْأَرْبَعَةُ, وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ و رواه مالك و الشافعي و احمد

ابوداؤد، کتاب الطهارة، باب الوضوء بماء البحر: ۸۳، النسائی : کتاب الطهارة، باب فی ماء البحر: ۱/ ۵۰، الترمذی: ابواب الطهارة ، باب ماجاء فی ماء البحرانه طهور: ۶۹،ابن ماجة،ابواب الطهارة ، باب الوضوء بماء البحر : ۳۸۶، ابن ابی شیبة، کتاب الطهارة ، باب من رخص فی الوضوء بماء البحر ، صحیح ابن خزیمة ، کتاب الوضوء ، باب الرخصة فی الغسل والوضوء من ماء البحر : ۱۱۱ ، مؤطا امام مالک ، کتاب الطهارة ، باب الطهور للوضوء ، مسند شافعی ، باب ما خرج من کتاب الوضوء ،مسند احمد : ۲/ ۳۶۱ ، معرفة السنن والآثار : ۱/ ۱۳۶ ، زرقانی: ۱/ ۵۲

تنبیہ: یہ روایت درج بالا تمام کتب میں واؤ عاطفہ کے بغیر مذکور ہے،صرف ابن ابی شیبہ میں ھو اور الحل کے مابین واؤ عاطفہ مذکور ہے،اس لئے حافظ ابن حجر نے زیر مطالعہ روایت کے الفاظ کو ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے سمندر اور دریا کے متعلق ارشاد فرمایا: اس کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے۔ اس حدیث کو کتب احادیث کے چھ مشہور مولفین میں سے چار اور ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے، مذکورہ الفاظ ابن ابی شیبہ کے ہیں۔ امام ابن خزیمہ اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اس کے علاوہ اس حدیث کو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: کتاب: ایک جنس سے متعلق جتنی بھی انواع ہوں انہیں جس عنوان کے تحت ذکر کیا جائے، اہل علم اسے کتاب سے تعبیر کرتے ہیں۔ **الطهارة** : یہ طَهُرَ کا مصدر ثانی ہے۔ میل کچیل اور نجاست سے پاک صاف رکھنے کے عمل کو طہارت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ **باب**: لغت میں باب اس مقام کو کہا جاتا ہے جہاں سے کسی چیز میں داخل یا خارج ہونا ممکن ہو۔ اصطلاح میں ایک ہی نوع سے متعلق مسائل کو جس عنوان کے تحت بیان کیا جائے اسے باب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اصولیین نے اس لفظ کو مجازی معنی میں استعمال کیا ہے۔ **المیاه** : یہ ماء کی جمع ہے، ماء کی اصل موہ ہے، اس سے علم صرف کا یہ قاعدہ بھی ثابت ہوا کہ الفاظ کی جمع ان کی اصلیت کو ظاہر کر دیتی ہے، لفظ ماء یا موہ پانی کی قلیل و کثیر مقدار کیلئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے یہاں جمع سے مراد پانی کی کثرت نہیں بلکہ پانی کے حصول کے ذرائع (کنویں، دریا، چشمے، تالاب، سمندر وغیرہ) ہیں نیز جمع کا صیغہ طہر و نجاست کے اعتبار سے پانی کی اقسام کو ظاہر کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ **البحر** :

دریا،سمندر، پانی کی کثیر مقدار،نمکین پانی۔ الطھور : یہ مصدر ہے،اس کی طاءمفتوح (جس پر زبر پڑھی جائے) ہے، ہر وہ چیز جس کے ذریعے پاکیزگی حاصل کی جائے اسے طھور یا مطہر کہتے ہیں۔ الحل : یہ اسم مصدر ہے اس کی حاءمکسور (زیر کے ساتھ) پڑھی جاتی ہے یعنی حلال ہے۔

تشریح: صحیح ابن خزیمہ،بیہقی اور موَطا میں یہ حدیث تفصیلاً مذکور ہے۔حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم بحری سفر کرتے ہیں، ہمارے پاس پانی کی مقدار بہت کم ہوتی ہے،اگر ہم اس پانی کو وضو کیلئے استعمال کریں تو ہمیں سخت پیاس کا سامنا کرنا ہوگا،اور پیاس ہمیں موت کی وادیوں میں بھی دھکیل سکتی ہے، کیا ان حالات میں بھی ہم اپنے پاس ذخیرہ شدہ پانی سے وضو بنائیں، یا پھر نمکین پانی سے وضو بنالیں؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:"سمندر و دریا کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔" **المعرفة للبیھقی** اور **مسند احمد** میں یہ بھی صراحت ہے کہ اس صحابی کا نام عبداللہ تھا، صحیح ابن خزیمہ میں یہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔وہ کہتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ سے سمندر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کا پانی پاک اور مردار حلال ہے۔ "امام دارقطنی ۱/۳۴،اور امام ابن خزیمہ ۱/۵۹ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں **ھو الطھور مائه و الحل متیته** کے الفاظ مذکور ہیں،اس حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ سمندر کا پانی پاک ہے نیز اس میں نجاست دور کرنے کی صلاحیت بھی ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔رحمت عالم ﷺ نے سائل کو اس کے سوال کا جواب دینے کے بعد ایک بات مزید بتادی جو اس کے بحری سفر ہی سے متعلق تھی،یعنی اسے یہ بھی بتادیا کہ اس کا مردار بھی حلال ہے۔امام زرقانی ۱/۵۳،فرماتے ہیں اس حدیث مبارکہ کو اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے کیونکہ اس حدیث کو تمام امت نے قبول کیا ہے اور ہر زمانے میں تمام علاقوں کے فقہا نے اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور حدیث کے اکثر بڑے بڑے ائمہ نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔امام ترمذی فرماتے ہیں، میں نے اس حدیث کے بارے میں امام بخاری سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔**العلل الکبیر :۱/۱۳۶**

فقہی احکام: (۱) دریا اور سمندر کا پانی پاک ہے،خواہ وہ میٹھا ہو یا نمکین خواہ اس کی رنگت کوئی سی ہو۔(۲) سمندر کے تمام جانور بلا شرط شکل وصورت حلال ہیں،خواہ وہ شکار کرنے سے پہلے مرے ہوئے ہو یا شکار ہونے کے بعد مر جائیں بشرطیکہ وہ تعفن سے پاک ہوں۔(۳) سائل کے سوال کا جواب دینے کے بعد اسے وہ چیز بھی بتادی جائے جو سائل کے سوال سے بظاہر تو متعلق نہ ہو،مگر حقیقتاً اس کے متعلق ہو،جیسا کہ سائل نے تو سمندر کے پانی سے فقط وضو کرنے کی اجازت طلب کی تھی اور آپ ﷺ نے سمندر کے مردار کی حلت بھی بتادی۔

(۴) سائل اگر مطلوب چیز کے بارے میں زیادہ متردد ہو تو جواب میں تاکیدی لفظ استعمال کر کے اس کے تردد کو ختم کیا جائے۔

۲: **وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " إِنَّ اَلْمَاءَ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ "أَخْرَجَهُ اَلثَّلَاثَةُ وَصَحَّحَهُ أَحْمَدُ.**

ابوداود ، کتاب الطھارۃ ، باب ما جاء فی بئر بضاعة ٦٦ ، النسائی ۱/۱۷۴ ، الترمذی ٦٦ ، مسند احمد ۸٦/۳،الدارقطنی ۱/۳۰، البیھقی ۱/۸، ابوداود الطیالسی ۲۱۹۹

تنبیہ: امام ابن قطان نے بیان الوھم و الا یھام ۳۰۹/۳، میں اس روایت کو حسن،علامہ البانی نے الارواء ۱/۴۵، میں صحیح قرار دیا ہے۔

۲: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔" اس حدیث کو ائمہ ثلاثہ نے روایت کیا ہے، اور امام احمد نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: **الخدری:** خاء مضموم اور دال مجزوم، یاء نسبت کی ہے، اصل لفظ خدر ہے۔ **لا ینجسہ** :اس کا مادہ ثلاثی مجرد ہونے کی صورت میں لازم اور ثلاثی مزید فیہ کی صورت میں متعدی کا معنی دیتا ہے، یہاں چونکہ یہ لفظ ثلاثی مزید فیہ استعمال ہوا ہے اس لئے اس کا معنی ہوگا اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

تشریح: یہ حدیث **امہات الکتب** میں تفصیلاً مذکور ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ سے بئر بضاعہ سے وضو کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا، بئر بضاعہ ایک ایسے کنویں کا نام تھا جس میں خون حیض سے رنگے ہوئے کپڑے اور مردار کتوں کے بکھرے ہوئے ٹکڑے اور دیگر بدبودار چیزیں ڈالی جاتی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اس قسم کی کوئی چیز اسے ناپاک نہیں کرتی۔" امام طحاوی نے شرح معانی الآثار ۱/۱۱، میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ کیلئے **بئر بضاعۃ** سے پانی لایا جائے تو آپ ﷺ اسے استعمال فرمالیں گے، درآنحالیکہ اس میں لوگوں کی گندگی، خون حیض سے رنگے ہوئے کپڑے اور کتے کے بکھرے ہوئے ٹکڑے ڈالے جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔" یعنی **بئر بضاعۃ** میں موجود پانی کی مقدار کو ایسی نجاستیں ناپاک نہیں کرتیں۔ واضح رہے کہ **بئر بضاعۃ** کی اس وقت چوڑائی چھ ہاتھ تھی اور اس میں پانی ناف کے قریب قریب رہتا تھا

فقہی احکام: (۱) اگر پانی **بئر بضاعۃ** میں موجود پانی کی مقدار کے برابر ہو تو پھر ایسی غلیظ نجاست بھی اسے ناپاک نہیں کرتی جو اس کی رنگت میں ہلکی سی تبدیلی پیدا کردے (۲) ایسی اشیاء جو کراہت اور ماحولیاتی آلودگی کا سبب بنتی ہیں انہیں آبادی سے دور پھینکا جائے۔

۳: **وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ ﷺ "إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ ,إِلَّا مَا غَلَبَ عَلَى رِيحِهِ وَطَعْمِهِ , وَلَوْنِهِ "أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَة وَضَعَّفَهُ أَبُو حَاتِمٍ وَلِلْبَيْهَقِيِّ " الْمَاءُ طَاهِرٌ إِلَّا إِنْ تَغَيَّرَ رِيحُهُ ,أَوْ طَعْمُهُ ,أَوْ لَوْنُهُ ; بِنَجَاسَةٍ تَحْدُثُ فِيهِ"**

ابن ماجة ، ابواب الطهارة ، باب الحياض : ۵۲۱ ، السنن الكبرى للبيهقي ۱۲۷۶ ، الدارقطني : ۲۸/۱ .

۳: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ پانی کو کوئی چیز اس وقت تک ناپاک نہیں کرتی جب تک وہ اس کی بو، ذائقہ اور رنگت پر غالب نہ آجائے" اس روایت کو امام ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اور امام ابوحاتم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہی روایت بیہقی میں ان الفاظ سے ہے؛ پانی پاک ہے الا یہ کہ پانی میں گرنے والی غلاظت کی وجہ سے پانی کی بو، ذائقہ اور رنگ تبدیل ہوجائے۔

لغوی تحقیق: **تحدث:** یہ حدث سے ماخوذ ہے، اور یہ مادہ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے، مثلاً قدیم کی ضد واقع ہونا یا کرنا، پیدا کرنا، بیان کرنا چھوٹی عمر وغیرہ، لیکن یہاں اس سے مراد واقع ہونا یا کرنا ہے۔

تشریح: پانی کی طہارت اور نجاست کا حکم، دیگر احادیث میں پانی کی قلت و کثرت کے پیش نظر لگایا گیا ہے، جبکہ زیر مطالعہ روایت میں طہارت و نجاست کا حکم پانی کی بُو، ذائقہ اور رنگت کی بنیاد پر لگایا گیا ہے، لیکن یہ روایت سنداً ضعیف ہے، جیسا کہ حافظ ابن الحجر نے

امام ابوحاتم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ موصوف اس حدیث کوضعیف قرار دیتے ہیں،عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق اپنے والد سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا"اس حدیث کورحمت عالم ﷺ سے مرفوع فقط رشدین بن سعد نے نقل کیا ہےاور وہ قوی نہیں ہیں۔ **(علل الحدیث ۱/۴۴)**

امام نسائی نے اسے متروک الحدیث قرار دیتے ہوئے اس سے کتابت حدیث کرنے سے منع فرمایا ہے۔امام دارقطنی (سنن:۱/۲۹) میں اس روایت کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔معاویہ بن صالح کے تلامذہ میں سے فقط رشدین نے اس روایت کومرفوع نقل کیا ہےاور وہ قوی نہیں،امام ابوحاتم نے رشدین بن سعد کے شیخ معاویہ بن صالح پربھی کلام کیا ہے،لیکن ان کی یہ جرح دیگر ماہرین فن کی تحقیق کے برعکس ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔حافظ ابن حجر نے امام بیہقی کی طریق سے جوروایت نقل کی ہے،امام موصوف نے اس روایت کوثور بن یزید کے طریق سے نقل کیا ہےاوراس میں الماء طاہر ہے،جبکہ حافظ ابن حجر نے بیہقی کے حوالے سے الماء طھور کے الفاظ نقل کئے ہیں ممکن ہے کہ تسامح حافظ ابن حجر سے ہوا ہے یا پھر بلوغ المرام کے کسی کاتب سے ہوا ہے۔ یہ روایت بھی سنداً صحیح نہیں،کیونکہ اس میں عطیہ بن بقیۃ متکلم فیہ ہے(**الجرح و التعدیل : ۳۸۱/۶**)امام بیہقی نے (۱/۴۴۲)حفص بن عمر کوعطیہ بن بقیہ کے متابع کے طور پرنقل کیا ہے مگر یہ متابعت بھی کچھ مفید نہیں،کیونکہ امام ابوحاتم نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔(**الجرح و التعدیل : ۱۸۳/۳**)

مختصر یہ کہ اس روایت کے جمیع طرق ضعیف ہیں،لیکن اس روایت پرتمام امت کا عمل ہے،جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح نہیں لیکن ایسے پانی کے ناپاک ہونے پرکسی کوکوئی کلام نہیں، جونجاست کی وجہ سے اپنا ذائقہ اور رنگ و بوتبدیل کر لے۔(السنن الکبریٰ:۱/۴۴۲)ابن جوزی نے (التحقیق:۴۱) میں امام شافعی کا قول بھی تقریباً انہیں الفاظ سے نقل کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) پانی اگرقلتین سے زیادہ ہولیکن نجاست گرنے کی وجہ سے اس کے اوصاف میں کوئی تبدیلی نہ آئے تو وہ پاک ہے۔ (۲)نجاست گرنے کی وجہ سے اگر پانی کے اوصاف میں بڑی تبدیلی آجائے تو وہ ناپاک ہوجاتا ہےخواہ وہ مقدار میں کتناہی زیادہ کیوں نہ ہو۔(۳)اگر وارثان انبیاء کسی ضعیف حدیث پرعمل کرنے کیلئے متفق ہوجائیں تو امت پرلازم ہے کہ وہ ایسی حدیث پرعمل کریں۔

۴: **وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " إِذَا كَانَ اَلْمَاءَ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ اَلْخَبَثَ "وَفِي لَفْظٍ ' لَمْ يَنْجُسْ " أَخْرَجَهُ اَلْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ والحاكم وَابْنُ حِبَّانَ.**

ابو داود ، کتاب الطهارة ، باب ما ينجس الماء :۶۳ ـ ۶۵ ، النسائی : ۱ /۱۲۴ ، ۱/۴۶، ۱۷۵ ، الترمذی : ۶۷ ، ابن ماجة :۵۱۷، صحيح ابن خزيمة :۹۲ ، ابن حبان :۱۲۴۹ ، مسند احمد :۲۷/۲ ، البيهقی : ۲۶۱/۱ ؛ الطحاوی : ۱۵/۱ ؛ الدارمی : ۱۸۶/۱ ، الحاكم: ۱۳۳/۱ .

۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:"جب پانی کی مقدار دومٹکوں کے برابر ہوتو وہ نجاست کے اثر کوقبول نہیں کرتا۔"اس حدیث کواربعہ نے روایت کیا ہے،امام ابن خزیمہ،امام ابن حبان اورامام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: **قلتین**: قلة کا تثنیہ ہے،قاف مضموم اورلام مشدد مفتوح،تاء مفتوح اورنون مکسور ہے،عربی زبان میں قلة بڑے مٹکے کو کہتے ہیں۔رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ میں **ھجر** کے مٹکے مشہور تھے۔**الخبث** :خاءاور باءدونوں مفتوح ہیں،یعنی نجاست۔ **لم ینجس**:صاحب قاموس کے بقول جیم کومفتوح اورمضموم ہردوطرح سے پڑھنا درست ہے۔

تشریح: یہ حدیث **ابو داود ، ابن ماجه ، الترمذی ، مسند احمد، البيهقی ، الدارمی ، الدارقطنی اور شرح**

معانی الآثار میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تفصیلاً منقول ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ سے جنگل میں کسی ایسی جگہ پر موجود پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے، جہاں سے درندوں کا گزر رہوتا تھا، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "پانی کی مقدار جب دو مٹکوں کے برابر ہوتو اسے کوئی نجاست ناپاک نہیں کرتی یا وہ کسی نجاست سے متاثر نہیں ہوتا۔ **طحاوی** میں ہے کہ "ایسا پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ حماد بن سلمہ سے مروی روایت میں ہے کہ "جب پانی دو یا تین مٹکے ہوتب اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔" اس حدیث پر بعض اہل علم نے درج ذیل اعتراضات کیے ہیں،

(۱) کسی روایت میں دو مٹکوں کا ذکر ہے اور کسی میں دو یا تین کا ذکر ہے اس لئے یہ روایت مضطرب ہے۔ (۲) محمد بن جعفر بن الزبیر اس روایت کو کبھی عبیداللہ بن عبداللہ سے اور کبھی عبداللہ بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں، لہٰذا اس کی سند میں بھی اضطراب ہے۔ (۳) حماد بن سلمہ نے اس روایت کو موقوفاً بھی نقل کیا ہے۔ (۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی روایات میں تین مٹکوں کا ذکر ہے۔ (۵) قلتین (دو مٹکوں) میں موجود پانی کی مقدار معلوم نہیں ہے۔

جواب: (۱) اس حدیث کے جمیع طرق پر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس حدیث کے متن میں او ثلاثاً: یعنی تین مٹکوں کا ذکر صرف حماد بن سلمہ سے مروی روایت میں ہے، حماد بن سلمہ اگرچہ صدوق اور ثقہ راوی ہیں لیکن آخری عمر میں وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، بنابریں امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان کی مرویات کو بطور حجت یا متابعتاً نہیں لیا، امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان کی صرف ان مرویات کو بطور حجت لیا ہے جو وہ اپنے شیخ ثابت البنانی سے نقل کرتے ہیں، لہٰذا اس روایت میں تین مٹکوں کا ذکر شاذ ہے۔

(۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دونوں بیٹے ثقہ ہیں یقیناً دونوں نے یہ حدیث اپنے باپ سے سنی ہوگی اور محمد بن جعفر نے بھی یقیناً یہ روایت دونوں بھائیوں سے سنی ہوگی۔

(۳) حماد بن سلمہ کے علاوہ اس روایت کو حماد بن اسامہ نے بھی ولید بن کثیر سے نقل کیا ہے اور وہ اس روایت کو ہر مرتبہ مرفوعاً ہی نقل کرتے ہیں لہٰذا راجح یہی ہے کہ روایت مرفوع ہے۔

(۴) یہ کہنا بھی درست نہیں کہ قلتین میں موجود پانی کی مقدار معلوم نہیں کیونکہ ابن جریج کی روایت میں بقلال ھجر منقول ہیں جبکہ صحیحین میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں معراج کی رات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: "**سدرۃ المنتھیٰ** تک لے جایا گیا، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے مثل تھے اور اس کا پھل قلال ہجر کے برابر تھا۔"

اس حدیث سے واضح ہوا کہ **قلال حجر** کی مقدار سے قریش آگاہ تھے کیونکہ فصاحت کلام کے یہ قطعاً منافی ہے کہ سامعین کیلئے ایسی مثال بیان کی جائے جس سے وہ نابلد ہوں۔

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی نے **خلاصۃ التحقیق فی حکم التقلید و التلفیق** میں یہ نقل کی ہے کہ قاضی ابو یوسف نے حمام سے غسل کرنے کے بعد جمعہ کی خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دیئے، بعد میں لوگوں نے انہیں خبر دی کہ جس حمام سے آپ نے جمعہ کیلئے غسل کیا تھا اس میں مردہ چوہا پایا گیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ اب ہم اہل مدینہ کے اس قول پر عمل کر لیتے ہیں کہ پانی جب دو مٹکوں کے برابر ہوتو وہ نجاست کے اثر کو قبول نہیں کرتا۔

فقہی احکام: (۱) پانی کی مقدار جب دو قلوں کے برابر یعنی دوسوستائیس (۲۲۷) لیٹر سے کم ہوگی تو وہ نجاست کے گرنے سے ناپاک ہو جائے گا۔ (۲) جب (۲۲۷) دوسوستائیس لیٹر یا اس سے زیادہ ہوگی تو وہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوگا جب تک اس کی رنگت و بو اور ذائقہ

تبدیل نہیں ہوگا۔

٥۔٦: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي اَلْمَاءِ اَلدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ "أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَلِلْبُخَارِيِّ " لا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي اَلْمَاءِ اَلدَّائِمِ اَلَّذِي لا يَجْرِي ,ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ " وَلِمُسْلِمٍ "مِنْهُ" وَلِأَبِي دَاوُدَ " وَلا يَغْتَسِلُ فِيهِ مِنْ اَلْجَنَابَةِ"

صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب النهی عن الاغتسال فی الماء الراکد:٢٨٣؛ باب النهی عن البول فی الماء الراکد: ٢٨١، ٢٨٢، البخاری، کتاب الوضوء، باب البول فی الماء الدائم: ٢٣٩، ابوداود : ٦٩ـ ٧٠، النسائی : ١/ ٤٩، ١٢٤، ابن خزیمة: ١/٥٠، ابن حبان : ١٢٥٠ ـ ١٢٥٢، ابن ماجة :٦٠٥ .

تنبیہ: کھڑے پانی میں پیشاب اور غسل جنابت کرنے کی ممانعت صحیح مسلم کی دو روایات کو ملا کر ہوتی تھی اس لئے صحیح مسلم کی دو روایات مختصر نقل کر دیں، ابو داود کی ایک ہی روایت میں دونوں چیزوں کی ممانعت ثابت ہوتی تھیں لہٰذا ایک نقل کر دی، صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کے الفاظ نقل کرنے سے مسئلہ (کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کر کے پھر اس میں غوطہ لگانا یا اس سے کچھ پانی لے کر غسل کرنا عقل مند آدمی سے بعید ہے) کی مکمل طور پر وضاحت ہوتی ہے لہٰذا دونوں کے الفاظ نقل کر دیئے۔

٥۔٦: حضرت ابو ہریرۃ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں غسل جنابت نہ کرے۔"ان الفاظ کو امام مسلم نے روایت کیا ہے، صحیح بخاری میں ہے"تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے اور پھر اس میں غسل کرے" صحیح مسلم میں ہے" پھر اس سے غسل نہ کرے"ابوداود میں ہے"اس پانی میں غسل جنابت نہ کرے"

لغوی تحقیق: الدائم : کھڑا پانی۔ **جنب** :جیم اور نون کے ضمہ یعنی پیش کے ساتھ، جنبی شخص۔ **یغتسل** :لام پر رفع، نصب اور جزم تینوں اعراب درست ہیں، مقدم الذکر کی صورت میں، **مبتداء محذوف ھو** ، کی خبر ہوگا، نصب کی صورت میں اس سے قبل؛ان پوشیدہ ہوگا، اور جزم کی شکل میں **لا یبولن** کا معطوف ہوگا۔

تشریح: حافظ ابن حجر نے صحیح مسلم کی دو روایات نقل کی ہیں، پہلی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی بھی جنبی شخص کھڑے پانی میں داخل ہو کر غسل جنابت نہ کرے، البتہ کھڑے پانی سے کچھ پانی لیکر غسل جنابت کر سکتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ ﷺ نے حضرت ابو سائب ﷺ کے دریافت کرنے پر انہیں فرمایا کہ ایسا شخص کھڑے پانی سے کچھ پانی لیکر غسل کرے۔ دوسری روایت کا مفہوم یہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت فرمائی ہے کیونکہ اسے کبھی اسی پانی سے غسل وغیرہ کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے اور عقل مند آدمی سے یہ قطعاً توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ پہلے کھڑے پانی میں پیشاب کرے اور بعد میں اسے غسل کے لئے استعمال کرے۔ صحیح بخاری میں مروی روایت کا مفہوم بھی تقریباً یہی ہے، فقط الفاظ کا فرق ہے۔ بعض نے ان دونوں میں یہ فرق کیا ہے کہ فیہ سے مراد یہ ہے کہ ایسے پانی میں غوطہ لگا کر نہانا منع ہے اور منہ سے مراد اس سے پانی لیکر بھی نہانا منع ہے، یہ تسامح اصل کتب کی طرف مراجعت نہ کرنے کی وجہ سے ہوا ہے، ظاہر ہے کہ جب کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کیا جائے تو پھر عقل مند آدمی کیلئے یہ لائق نہیں کہ وہ ایسے پانی میں غوطہ لگا کر نہائے اور نہ یہ لائق ہے کہ اس کے کنارے پر بیٹھ کر نہائے، کھڑے پانی میں عام غسل دونوں صورتوں میں درست ہے اور غسل جنابت غوطہ لگا کر کرنا منع ہے اور وہاں سے پانی لیکر الگ جگہ بیٹھ کر غسل کرنا درست ہے۔ **ابو داود** میں مروی روایت کا مفہوم ہے کہ کھڑے پانی میں پیشاب کرنا یا اس میں غوطہ لگا کر غسل جنابت کرنا منع ہے۔

فقہی احکام: (۱) کھڑا پانی اگر بہت زیادہ مقدار میں ہوتو پھر اس میں پیشاب کرنا یا اس میں غوطہ لگا کر غسل جنابت کرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔(۲) اگر قلتین کے قریب قریب ہے تو پھر اس میں پیشاب کرنا اور غوطہ لگا کر غسل جنابت کرنا حرام ہے۔(۳) اگر قلتین یا اس سے زیادہ ہوتو پھر اس سے پانی لے کر غسل جنابت کیا جاسکتا ہے۔(۴) اگر قلتین یا اس سے زیادہ ہوتو پھر عام غسل اس میں داخل ہوکر بھی کیا جاسکتا ہے۔

۷: **وَعَنْ رَجُلٍ صَحِبَ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ " نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ أَنْ تَغْتَسِلَ اَلْمَرْأَةُ بِفَضْلِ اَلرَّجُلِ ,أَوْ اَلرَّجُلُ بِفَضْلِ اَلْمَرْأَةِ ,وَلْيَغْتَرِفَا جَمِيعًا" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ .وَالنَّسَائِيُّ ,وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ**

ابو داود، کتاب الطهارة،باب النهی عن ذالک : ۸۱، النسائی: ۱/ ۱۳۰ ،مسند احمد : ۴/ ۱۱۰ ،ابن حبان: ۱۲۴۸ ،البیهقی: ۱/ ۱۹۰ عبداللہ بن سرجس سے یہ روایت ابن ماجة: ۲۷۴، الطحاوی: ۱/ ۲۴، الدارقطنی: ۱/ ۱۱۶ نے نقل کی ہے۔

۷: رحمت عالم ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہونے والے ایک شخص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو مرد کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے سے منع فرمایا ہے، نیز مرد کو عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے سے منع فرمایا ہے، ہاں دونوں ایک ساتھ ایک برتن سے پانی لیکر غسل کرسکتے ہیں۔(اس روایت کو ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے)

لغوی تحقیق: رجل: اسم نکرہ ہے، اس سے کوئی بھی آدمی مراد ہوسکتا تھا، لیکن حمید بن عبدالرحمٰن نے **صحب النبی** کہہ کر یہ تخصیص کردی کہ اس آدمی سے مراد صحابی ہے، واضح رہے کہ جملہ صحابہ اہل سنت کے ہاں ثقہ ہیں۔ **بفضل الرجل**: آدمی کے غسل کرنے کے بعد جو پانی باقی بچے۔ **ولیغترفا**: دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ پانی کے چلو بھر لیں۔

تشریح: یہ حدیث تفصیلاً اس طرح ہے کہ حمید بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسے آدمی سے ملا جسے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے کا ایسے شرف حاصل ہوا جیسے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کو رحمت عالم ﷺ کی صحبت میں چار سال تک رہنے کا شرف حاصل ہوا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہر روز کنگی کرنے، غسل خانے میں پیشاب کرنے، مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے سے منع فرمایا، البتہ دونوں کو ایک ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کی اجازت عنایت فرمائی تھی۔نسائی : ۱/ ۱۳۰، **البیهقی : ۱/ ۱۹۰** اور **مسند احمد** میں یہ روایت مفصل منقول ہے لیکن **ابو داود : ۸۱، الطحاوی: ۱/ ۲۴** میں کنگھی کرنے اور غسل خانے میں پیشاب کرنے کی ممانعت کے الفاظ مذکور نہیں۔

یہ روایت چونکہ صحیح حدیث کے بظاہر خلاف ہے اس لئے اہل علم نے اس پر نقد کیا ہے، لیکن درست بات یہی ہے کہ یہ روایت سنداً صحیح ہے، جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔البتہ دونوں قسم کی احادیث کے مابین مطابقت پیدا کرنے کیلئے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث ایسے آدمیوں کیلئے نہی تحریمی کی حیثیت رکھتی ہے، جنہیں شک کا عارضہ لاحق ہو یعنی جو اس وہم میں مبتلا ہوں کہ پانی پاک ہوگا یا نہیں، یا پھر ایسے جوڑوں کیلئے نہی تحریمی کی حیثیت رکھتی ہے جو پانی استعمال کرتے وقت برتن میں چھینٹوں کا اچھی طرح خیال نہیں رکھتے۔ایک برتن سے ایک ساتھ پانی کے استعمال کی اجازت اس امر کی عکاس ہے کہ اس صورت میں دونوں کی نگاہ پانی کے برتن پر ہوتی ہے اس طرح شک کا احتمال باقی نہیں رہتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) شک مزاج جوڑے کیلئے ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا منع ہے۔

(۲) عام جوڑوں کیلئے بھی بہتر یہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے سے اجتناب کریں۔

۸۔۹: وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما " أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَغْتَسِلُ بِفَضْلِ مَيْمُونَةَ رضی اللہ عنہا " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَ لِأَصْحَابِ اَلسُّنَنِ " اِغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ اَلنَّبِيِّ ﷺ فِي جَفْنَةٍ ,فَجَاءَ لِيَغْتَسِلَ مِنْهَا ,فَقَالَتْ لَهُ: إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا ,فَقَالَ "إِنَّ اَلْمَاءَ لَا يُجْنِبُ" وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ

صحيح مسلم ، كتاب الحيض، باب قدر المستحب من الماء في غسل الجنابة: ۳۱۹ ـ ۳۲۳، مسند احمد : ۱ /۳۳۷، الدارقطني: ۱ /۵۳، ابوداود: ۶۸، الترمذي: ۶۵، ابن ماجة : ۳۷۰، صحيح ابن خزيمة، كتاب الطهارة،باب اباحة الوضوء بفضل غسل المرأة من الجنابة: ۱۰۹، ابن حبان : ۱۲۴۲، عبد الرزاق : ۳۹۶، البيهقي: ۱/ ۱۸۸

۸۔۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ محترمہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے چھوڑے ہوئے پانی سے غسل فرمالیا کرتے تھے۔ (مسلم) اور اصحاب سنن کی روایت میں ہے کہ رحمت عالم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک نے ایک کھلے برتن میں غسل فرمایا، پھر رحمت عالم ﷺ غسل فرمانے کیلئے تشریف لائے تو اس نے بتلایا کہ میں نے اس برتن سے غسل جنابت کیا ہے، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا" اس حدیث کو امام ترمذی اور امام ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: لا صحاب السنن :امام ابوداود، امام نسائی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ علیہم۔ جفنة :جیم پر زبر اور فاء ساکن، یعنی ٹپ کی مثل کھلے منہ والا برتن۔

تشریح: یہ حدیث مختلف طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے لیکن مفہوم سب کا ایک ہی ہے، صحیح مسلم اور مسند احمد میں یہ روایت حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں اور رحمت عالم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل فرمالیا کرتے تھے، جبکہ ترمذی میں ہے کہ ہم غسل جنابت ایک برتن سے فرمالیا کرتے تھے، صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رحمت عالم ﷺ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایک برتن سے غسل فرمالیا کرتے تھے، ان روایات میں منقول الفاظ میں یہ احتمال تھا کہ دونوں ایک ساتھ ایک برتن سے غسل فرمالیتے ہوں، اس کی اجازت تو سابقہ حدیث میں بھی موجود تھی چنانچہ مؤلف رحمہ اللہ علیہ نے اس احتمال کو دور کرنے کیلئے صحیح مسلم اور اصحاب السنن کے روایت کردہ صریح الفاظ نقل فرمائے، یعنی رحمت عالم ﷺ غسل فرمانے کیلئے اس وقت تشریف لائے، جب محترمہ میمونہ رضی اللہ عنہا غسل فرما چکی تھی، اور ٹپ میں پانی ہنوز باقی تھا، اس پانی کے بارے میں جب رحمت عالم ﷺ کو بتلایا گیا کہ اس برتن سے غسل جنابت کیا جا چکا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا" غسل جنابت کرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا" صحیح ابن خزیمہ اور نسائی میں ہے کہ آپ ﷺ کی کوئی ایک زوجہ محترمہ نے غسل جنابت فرمایا تھا، ان کے بچے ہوئے پانی سے رحمت عالم ﷺ نے وضو فرمالیا۔ آپ ﷺ کی یہ حدیث بظاہر سابقہ حدیث کے خلاف ہے لیکن درحقیقت ان میں کوئی تعارض نہیں، یعنی سابقہ حدیث میں منقول نہی سے مراد نہی تنزیہی ہے یا پھر اس جوڑے کیلئے نہی تحریمی ہے جو شک مزاج ہو، جبکہ زیر مطالعہ حدیث جواز پر دلالت کرتی ہے، ان دونوں روایات میں تطبیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر پانی وافر مقدار میں ہو تو پھر تو بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کیا جائے، اور اگر پانی کی قلت ہے تو پھر کیا جا سکتا ہے (واللہ اعلم)

فقہی احکام: پانی کی اگر قلت ہو تو پھر جنبی شخص کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے۔

۱۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَ وَلَغَ فِيهِ اَلْكَلْبُ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ ,

أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَفِي لَفْظٍ لَهُ "فَلْيُرِقْهُ " وَلِلتِّرْمِذِيِّ " أُخْرَاهُنَّ ,أَوْ أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ "

صحيح مسلم ، كتاب الطهارة ، باب حكم ولوغ الكلب : ۱ /۹۱ ۲۷۹ ، ۸۹ /۲۷۹، الترمذى، كتاب الطهارة: ۹۱، ابوداود: ۷۱، احمد: ۲/ ۲۶۵، ابن خزيمة: ۱/ ۵۰، البيهقى : ۱/ ۲۴۰ (۱۰۶۰۰)

۱۰: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا"جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھویا جائے ، پہلی دفعہ دھونے کے ساتھ مٹی استعمال کی جائے ،اس حدیث کوامام مسلم نے روایت کیا ہے۔امام مسلم ہی نے فليرقه: یعنی "اسے گرادو" کے الفاظ بھی نقل کئے ہیں،امام ترمذی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ "مٹی کا استعمال شروع یا آخر میں کیا جائے۔"

لغوی تحقیق: اناء: ہمزہ مکسور،یعنی برتن۔ولغ: زبان کے ساتھ پینے کے عمل کوولوغ اور کھانے کے عمل کولعوق کہتے ہیں۔(فتح البارى ۱/ ۲۷۴) کتا اور دیگر بعض درندے جوزبان کے ساتھ پیتے ہیں ان کیلئے بھی عموماً یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ فليرقه: یہ اراقة سے مشتق ہے یعنی بہانا یا گرادینا یعنی خورد ونوش کی جس چیز میں کتا منہ ڈال دے اسے گرادو۔

تشریح: امام مسلم نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مختلف طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے،مؤلف رحمہ اللہ نے ان میں سے ایک طریق کے الفاظ کو مکمل طور پر اور ایک طریق کے فقط ایک لفظ کو نقل کر کے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو مکمل طور پر نقل کردیا ہے،یعنی رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:"جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن میں جو چیز ہو اسے گرادو پھر اس برتن کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سات بار دھویا جائے اور پہلے مرتبہ پانی کے ساتھ مٹی بھی استعمال کی جائے۔"

آخر میں حافظ ابن حجر نے ترمذی کے حوالے سے جو الفاظ نقل کئے ہیں،ان کی ترتیب بدل گئی ہے،یعنی اخراهن کو مقدم اور اولاهن کو مؤخر کردیا ہے، یہ تسامح یا تو حافظ ابن حجر سے ہوا ہے یا پھر بلوغ المرام کے کسی کاتب کی غفلت کا نتیجہ ہے،ترمذی کی مکمل روایت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے جس میں کتا منہ ڈال دے پہلی یا آخری مرتبہ مٹی بھی پانی کے ساتھ استعمال کی جائے اور جب بلی منہ ڈال دے تو فقط ایک بار دھولینا کافی ہے۔"صحيح بخارى (۱۷۲) میں فقط سات بار دھونے کا ذکر ہے یعنی مٹی کا ذکر نہیں ہے،المعجم الاوسط : ۱/ ۱۴ ۵ میں امام طبرانی نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں سات بار کا ذکر کرنے کے بعد پہلی بار پانی کے ساتھ مٹی کا ذکر کیا ہے۔حافظ ابن حجر نے فتح البارى : (۱ /۲۷۵) میں مسند شافعی کے حوالے سے اولاهن او احداهن کے الفاظ نقل کئے ہیں لیکن مسند شافعی کے مطبوعہ نسخہ(۸) میں اولاهن او اخراهن کے الفاظ ہیں۔

ترمذی اور مسند شافعی وغیرہما میں مروی الفاظ دو طرح کا احتمال رکھتے ہیں ایک احتمال تو یہ ہے کہ یہ الفاظ رحمت عالم ﷺ کے ہیں،اگر یہ الفاظ رحمت عالم ﷺ کے ہیں تو پھر امت مرحومہ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ مٹی کا استعمال پہلی یا آخری بار کے ساتھ کرلیں، دوسرا احتمال یہ ہے کہ راوی کو شک ہے کہ آپ ﷺ نے اولاهن کے الفاظ استعمال کئے یا اخراهن کے؟اس صورت میں اولاهن کو ترجیح ہوگی کیونکہ ابن سیرین کے اکثر تلامذہ نے ان سے اولاهن کا لفظ نقل کیا ہے اور یہی احتمال راجح ہے جیسا کہ فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری بلوغ المرام کی شرح (عربی:۱۳) میں اس احتمال کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں وراية اولاهن ارجع لكثرة رواتها ولاخراج الشيخين لها ۔ اولاهن کا لفظ راجح ہے کیونکہ رواۃ نے یہی لفظ نقل کیا ہے،نیز امام بخاری اور امام مسلم نے فقط یہی لفظ نقل کیا ہے۔ترجیح کے دوسرے سبب کے نقل کرنے میں موصوف سے تسامح ہوا ہے کیونکہ امام مسلم نے تو اپنی صحیح میں یہ لفظ نقل کیا ہے لیکن امام

بخاری نے اپنی صحیح میں یہ لفظ نقل نہیں کیا۔اسی طرح حافظ ابن حجر نے او لاھن کوراجح قرار دیا ہے،ممدوح فرماتے ہیں و روایة او لاھن ارجح من حیث الاکثریة والاحفظیة ومن حیث المعنی ایضاً (فتح الباری ۱/ ۲۷۶) یعنی اکثریت واحفظیت اورمفہوم کے اعتبار سے او لاھن ہی راجح ہے۔علامہ ابن دقیق العید نے بھی او لاھن کو ہی راجح قرار دیا ہے۔(احکام الاحکام ۱/ ۲۹)اس طرح اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایسے برتن کو ساتھ بار دھویا جائے اور پہلی مرتبہ مٹی بھی استعمال کی جائے ،بعض کا خیال ہے کہ فقط تین دفعہ دھولینا کافی ہے مٹی کا استعمال ضروری نہیں ،اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مٹی کا استعمال لازم نہیں ،جبکہ صابن وغیرہ کا استعمال بھی مٹی کی جگہ درست ہے۔ یہ دونوں اقوال اگر چہ اہل علم کی طرف منسوب ہیں مگر درست نہیں کیونکہ انہیں کسی بھی صحیح حدیث یا اثر کی تائید حاصل نہیں۔نیز عمومی نجاست کیلئے فقط ایک بار کافی ہے لیکن زیر بحث نجاست ایسی ہے جس کے ازالہ کیلئے سات بار کا تعین کیا گیا ہے اور پہلی بار کے ساتھ مٹی کا بھی تعین ہے،اس تعین میں یقیناً کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے جیسا کہ فضیلۃ الشیخ محمد منیر تعلیق احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام ۱/ ۲۷ میں اس حکم کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں عصر حاضر کے اطباء کی ایک جماعت نے ایسے برتن کوجس میں کتا منہ ڈال دے سات بار دھونے کی حکمت کا انکشاف کیا ہے کہ اکثر کتوں کی آنتوں میں نہایت چھوٹے چھوٹے کیڑے ہوتے ہیں ان کی طوالت تقریباً چار ملی میٹر تک ہوتی ہے،ایسے کتے جب اپنا فضلہ خارج کرتے ہیں تو ان کیڑوں کے انڈوں کی ایک بڑی تعداد ان کے فضلہ کے ساتھ باہر آجاتی ہے اور ان میں سے اکثر انڈے اس کی دبر کے اردگرد بالوں کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور جب وہ کتا اپنی زبان سے اپنا جسم صاف کرتا ہے تو وہ انڈے اس کی زبان کے ذریعے اس کے تمام جسم اور منہ تک پھیل جاتے ہیں پھر جب وہی کتا کسی برتن میں منہ ڈالتا ہے تو اس کی زبان اور لعاب کے ذریعے وہ انڈے اس برتن میں منتقل ہوجاتے ہیں پھر ان برتنوں کے استعمال، یورپین اور کتوں کا بوسہ لینے والے اور ان کی طرز زندگی کو پسند کرنے والے لوگ کرتے ہیں۔اس طرح وہ انڈے ان کے معدوں تک پہنچ جاتے ہیں اور وہاں پہنچ کر یہ انڈے بچوں کی شکل اختیار کرلیتے ہیں پھر یہ کیڑے معدے کی دیواروں میں نقب لگا کر خون کی شریانوں میں داخل ہوکر دل ودماغ اور نظام تنفس کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں ان تمام چیزوں کا انگریز ڈاکٹروں نے اپنے شہریوں میں مشاہدہ کیا ہے۔ایسے کتوں کی شناخت کرنا کہ جن میں یہ کیڑے نہ ہوں بڑا مشکل کام ہے، نیز ان کی شناخت کیلئے جدید آلات کے ذریعے جن کا استعمال بہت کم لوگ جانتے ہیں، بڑی گہری تحقیق اور طویل عرصہ درکار ہے۔شریعت نے اسی حکمت کے پیش نظر اسے نجس قرار دے کر ایسے برتن کو ساتھ بار دھونے کا حکم دیا ہے(والله اعلم باالصواب)

فقہی احکام: (۱)۲۲۷ لیٹر سے کم مقدار اشیاء اور وہ برتن،جن میں اشیاء ہوں کتے کے منہ ڈالنے کی وجہ سے ناپاک ہوجاتے ہیں۔(۲) کتے کا لعاب اس کے جسم کا حصہ ہے جب جز ناپاک ہے تو کل بھی ناپاک ہے لہٰذا کتا نجس العین ہے۔(۳) کتے کے تمام فضلہ جات (پسینہ،خون،بول براز) ناپاک ہیں۔(۴) ایسے برتنوں کو سات بار دھونا لازمی ہے،اگر اس سے کم بار دھویا گیا تو وہ ناپاک ہی رہیں گے۔(۵) ایک بار مٹی کے ساتھ دھونا ضروری ہے اگر مٹی کی جگہ صابن وغیرہ استعمال کیا گیا تو بھی برتن پاک نہیں ہونگے۔(۶) محض خشک مٹی برتن پر نہ ملی جائے بلکہ اسے پانی کے ساتھ ملا کر استعمال کی جائے۔(۷) اس حکم میں پالتو اور غیر پالتو تمام اقسام کے کتے شامل ہیں۔

۱۱: **وَعَنْ أَبِی قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ فِی اَلْهِرَّةِ "إِنَّهَا لَیْسَتْ بِنَجَسٍ ,إِنَّمَا هِیَ مِنْ اَلطَّوَّافِینَ عَلَیْكُمْ "أَخْرَجَهُ اَلْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِیُّ .وَابْنُ خُزَیْمَةَ**

ابوداود، کتاب الطهارة، باب سؤر الهرة:۷۵، النسائی: ۱/ ۵۵ ، ۱/ ۱۷۵، الترمذی: ۹۲، ابن ماجة:۳۶۷، صحیح ابن خزیمة،

كتاب الطهارة، باب الرخصة في الوضوء بسؤر الهرة : ۱۰۴، احمد: ۵/ ۳۰۳، مصنف عبد الرزاق: ۱/ ۱۰۱، ابن حبان: ۱۲۹۹

۱۱: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلی کے بارے میں فرمایا: "کہ وہ ناپاک نہیں ہے کیونکہ یہ گھروں میں چکر لگانے والے جانوروں میں سے ہے۔" (اسے اربعہ نے روایت کیا ہے ترمذی اور ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے)

لغوی تحقیق: الھرۃ: بلی، نر کیلئے الھر استعمال ہوتا ہے جبکہ قط بطور جنس نر اور مادہ دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ طوافین: یہ طائف یا طواف کی جمع ہے، عربی زبان میں خادم اور غلام کو طواف یا طائف کہتے ہیں، ان کو طواف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خدمت گذاری کیلئے ہمہ وقت گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں، بلی بھی چونکہ خدام کی طرح بلا روک ٹوک گھروں میں گھومتی رہتی ہے، اس لئے اسے بھی طواف سے تعبیر کیا گیا ہے، یہی علت اس کی عدم نجاست کا باعث ہے۔

تشریح: یہ روایت تفصیلاً اس طرح ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی بہو کبشہ بنت کعب بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو وضو بنانے کیلئے برتن میں پانی ڈال کر دیا، بلی پانی پینے کے لئے برتن کی طرف لپکی تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں ان کی طرف حیرت سے دیکھ رہی ہوں، یہ دیکھ کر وہ فرمانے لگے کیا آپ کو یہ منظر عجیب لگا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "بلی ناپاک نہیں کیونکہ تمہارے گھروں میں اس کی آمد ورفت اکثر رہتی ہے۔"

اس روایت میں نر اور مادہ دونوں کیلئے الگ الگ صیغے استعمال ہوئے ہیں، اس میں دو احتمال ہیں (۱) دونوں الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہوں، اگر دونوں رسول اللہ ﷺ کے ہیں تو پھر یہ نوع ظاہر کرنے کیلئے ہیں یعنی طوافین مذکر کیلئے اور طوافات مؤنث کیلئے ہے۔

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے تو ایک لفظ بولا ہو، مگر راوی کو شک ہو کہ آپ ﷺ کا منطوق لفظ کونسا ہے، اس لئے اس نے دونوں الفاظ بیان کر دیئے۔ مختلف طرق پر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذکر دونوں الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہی ہیں، جیسا کہ سنن النسائی: ۳۲۹؛ اور ابو داود میں یہ الفاظ بالجزم یعنی واؤ عاطفہ کے ساتھ مذکور ہیں۔

صاحب التبیان جناب خالد بن ضیف اللہ الشلاحی نے حرف شک "او" کو ابوداود کی طرف بھی منسوب کیا ہے، یہ ان کا تسامح ہے، کیونکہ ابوداود میں "او" نہیں بلکہ "و" مذکور ہے صحیح ابن خزیمہ ۱۰۲ کے الفاظ اس طرح ہیں کہ "بلی ناپاک نہیں کیونکہ یہ تو گھر کے بعض افراد کی مانند ہے۔" اس کی مؤید روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے جیسا کہ داود بن صالح بن دینار کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ انہیں آزاد کرنے والی خاتون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گوشت والا دلیہ (ہریسہ) پیش کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت نماز پڑھ رہی تھیں، محترمہ نے انہیں اشارے سے کہا کہ یہاں رکھ دیجئے، اتنے میں ایک بلی آئی اور وہ ہریسہ کھانے لگی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز سے فارغ ہو کر بلی کا جوٹھا ہریسہ کھا لیا اور فرمایا: آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "یہ ناپاک نہیں ہے کیونکہ تمہارے گھروں میں اس کی آمد ورفت اکثر رہتی ہے" میں نے آپ ﷺ کو اس کے جوٹھے پانی سے وضو کرتے دیکھا ہے (ابوداود) اس روایت کو علامہ الناصر البانی نے صحیح کہا ہے، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ داود بن صالح کی والدہ مجہولہ ہے۔

فقہی احکام: (۱) بلی ناپاک نہیں اور نہ اسکا جوٹھا ناپاک ہے بشرطیکہ اس کے منہ پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو۔ (۲) کسی کو ماسوا شرعی سزا کے تکلیف دینا درست نہیں، جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ (۳) بغیر کسی سوال کے بھی مسئلہ بتایا جا سکتا ہے۔ (۴) کسی اجنبی چیز کو دیکھ کر

حیرت کا اظہار کرنا درست ہے۔(۵) حیوانات کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔

۱۲: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ ,فَزَجَرَهُ النَّاسُ ,فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا قَضَى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِذَنُوبٍ مِنْ مَاءٍ فَأُهْرِيقَ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الوضوء،باب ترک النبی والناس الاعرابی......: ۲۱۹، باب صب الماء علی البول فی المسجد : ۲۲۰، ۲۲۱، مسلم : ۲۸۴ ، ۲۸۵، ابن خزیمة : ۱ / ۱۴۸ ، مسند احمد، ۳/ ۱۹۱ ، الترمذی : ۱۴۸ ، ابن ماجة: ۵۲۸، ابوداود: ۳۸۰

۱۲: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اور وہ مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کیلئے بیٹھ گیا صحابہ نے اسے ڈانٹا تو آپ ﷺ نے صحابہ کو منع فرمایا، جب وہ پیشاب کر چکا تو رحمت عالم ﷺ نے پانی کا ڈول طلب فرمایا اور وہ اس جگہ پر بہا دیا گیا۔اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: اعرابی: یہ عرب سے ماخوذ ہے، **الاعراب** ان عربوں کو کہا جاتا ہے جو جہاں پانی اور سبزہ دیکھتے وہیں منزل کر لیتے تھے، عرف عام میں انہیں دیہاتی یا بادہ نشین کہا جاتا ہے۔ **طائفة**: کونا، جانب، طرف۔ **زجر**: ڈانٹا۔ **الناس** :لوگ یعنی صحابہ۔ **بذنوب**: ذال کی زبر کے ساتھ، یعنی ڈول اور ذال کی پیش کے ساتھ گناہ۔ **اهريق**: یہ اصل میں اريق ہے بعض کا خیال ہے کہ اس میں "ھا" زائدہ ہے، جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ ہمزہ کو غیر قیاسی طور پر "ھا" سے تبدیل کر دیا گیا ہے اور بعد میں پھر ایک ہمزہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

تشریح: اس روایت کو مؤلف رحمہ اللہ نے صحیحین کی طرف منسوب کیا ہے، مؤلف رحمہ اللہ نے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ امام بخاری نے یحییٰ بن سعید کے طریق سے صحیح بخاری میں نقل کیے ہیں۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت سے تین طرق (**ثابت عن انس ، یحییٰ بن سعید انه سمع انس ، اسحاق بن ابی طلحه حدثنی انس**) سے نقل کیے ہیں، سب سے مفصل متن اسحاق بن ابی طلحہ نے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم رحمت عالم ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دوران ایک دیہاتی آیا، اس نے مسجد ہی میں پیشاب کرنا شروع کر دیا، رحمت عالم ﷺ کے صحابہ نے اسے سختی سے منع کیا، مگر رحمت عالم ﷺ نے صحابہ کو ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا "اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اور اس کا پیشاب مت قطع کرو" صحابہ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا، جب اس نے تسلی سے پیشاب کر لیا تو آپ ﷺ نے اسے اپنے دست شفقت کے نیچے طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: "یہ مسجدیں بول و براز کیلئے نہیں، یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں۔" پھر آپ ﷺ نے ایک صحابی کو طلب فرمایا وہ پانی کا ایک ڈول لے کر حاضر ہوا اور اس نے وہ ڈول اس جگہ پر بہا دیا۔حافظ ابن حجر نے **التلخیص الحبیر** : ۱ / ۳۹ میں دار قطنی کے حوالے سے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "پہلے متاثرہ جگہ سے مٹی اٹھاؤ پھر اس پر ڈول سے پانی بہاؤ۔" مٹی اٹھانے کا ذکر ابن عیینہ سے صرف عبدالجبار بن العلاء نے کیا ہے حالانکہ ابن عیینہ سے یہ روایت ان کے تلامذہ کی ایک جماعت نے اس لفظ کے بغیر بیان کی ہے۔اس سے یہ واضح ہوا کہ مذکورہ الفاظ عبدالجبار کے وہم کا ثمرہ ہیں۔انہی الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ امام طحاوی: ۱/ ۱۱۴ اور امام دار قطنی ۱/ ۱۳۲، نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے، لیکن وہ روایت سمعان بن مالک کی وجہ سے ضعیف ہے، جیسا کہ امام دار قطنی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد سمعان بن مالک کو مجہول قرار دیا ہے۔امام ابن ابی حاتم نے علل الحدیث ۱/ ۲۴ میں لکھا ہے کہ امام ابوزرعة نے اسے لیس بالقوی قرار دیا ہے، اس مفہوم کی بعض مرسل روایات بھی ہیں اور وہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں۔

اس روایت کوامام بخاری ۲۲۰، امام احمد ۲/ ۲۸۲، امام بیہقی ۲۹۷، امام ابن خزیمہ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ دیہاتی آپ ﷺ کی مجلس سے اٹھا اور اس نے مسجد میں ہی پیشاب کر دیا، صحابہ اس کی طرف لپکے، لیکن آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا "اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو اور متاثرہ جگہ پر ڈول سے پانی بہا دو، تمہیں آسانیاں پیدا کرنے کیلئے تخلیق کیا گیا ہے سختیاں کرنے کیلئے نہیں۔" ابوداود ۳۸۰ میں یہ تفصیل بھی ہے کہ جب وہ دیہاتی مسجد میں داخل ہوا تو آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، اس نے دو رکعات پڑھی پھر وہ کہنے لگا، اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے علاوہ کسی اور پر رحم مت فرما آپ ﷺ نے فرمایا: "تو نے اللہ کی وسیع رحمت کو تنگ کر دیا ہے۔"

فقہی احکام: (۱) انسان کا پیشاب ناپاک ہے۔ (۲) مساجد مقدس مقامات ہیں انہیں بول و براز اور گندگی سے پاک رکھنا ضروری ہے۔ (۳) ان کی تطہیر میں غیر ضروری تاخیر نامناسب ہے۔ (۴) ناپاک جگہ فقط پانی گرانے سے پاک ہو جاتی ہے وہاں مٹی ہٹانے کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے خشک ہونے کا انتظار ضروری ہے۔ (۵) رعایا اگر کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو وہ رئیس کی موجودگی میں اس سے اجازت لئے بغیر خلاف شرع کام کرنے والے کو اس سے روک سکتی ہے۔ (۶) نادان و جاہل کے ساتھ اس وقت نرمی سے پیش آنا چاہیے جب وہ خلاف شرع کام کسی ضد یا عناد کی وجہ سے نہ کر رہا ہو۔ (۷) دُعا کرنے والا فقط اپنے لئے ہی دُعا نہ کرے۔

۱۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ ,فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ: فَالْجَرَادُ وَالْحُوتُ, وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالطِّحَالُ وَالْكَبِدُ " أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَابْنُ مَاجَةَ ,وَفِيهِ ضَعْفٌ

مسند احمد ۲/ ۹۷، ابن ماجة، ابواب الصيد، باب صيد الحيتان و الجراد: ۳۲۱۸ ، ۳۳۱۴، الدارقطني: ۴/ ۲۷۱ ، ۲۷۲، معرفة السنن و الآثار للبيهقي: ۷/ ۱۹۱

۱۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہمارے لئے دو قسم کے مردار اور دو قسم کے خون حلال قرار دیئے گئے ہیں، دو قسم کے مردار سے مراد ٹڈی اور مچھلی ہیں اور دو قسم کے خون سے مراد جگر اور تلی ہیں۔" اس روایت کو امام احمد اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اور اس روایت میں کمزوری ہے۔

لغوی تحقیق: **الحوت**: مچھلی، اس کیلئے عربی میں اور بھی الفاظ مستعمل ہیں مثلاً **السمک، نون**۔ **الطهال**: طاء کی زیر کے ساتھ (تلی) **الکبد**: کاف کی زبر اور باء کی زیر کے ساتھ یعنی جگر۔ **ضعف**: ضاد کی زبر کے ساتھ یعنی کمزوری۔

تشریح: اس روایت میں مردہ مچھلی کو حلال قرار دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ جب مردہ مچھلی حلال ہے تو پھر اس کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا، خواہ پانی قلتین کی مقدار سے کم ہو یا زیادہ، پانی اپنی اصلی ہیئت میں ہو یا اس کے رنگ و بو اور ذائقہ میں کوئی تبدیلی رونما ہو چکی ہو، مچھلی خواہ اپنی طبعی موت مری ہو یا کسی جانور کے زخمی کرنے پر مری ہو یا شکاری کے جال میں پھنس کر مری ہو، حافظ ابن حجر یہی ثابت کرنے کیلئے اس حدیث کو باب المیاہ میں لائے ہیں۔

اس حدیث پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن حکیم میں مسلمانوں پر ہر قسم کا مردار اور خون حرام قرار دیا گیا ہے، نیز حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف بھی قرار دیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ جو بھی فرماتے یا کرتے تھے وہ منشا الٰہی کے عین مطابق ہوتا تھا، اس لئے قرآن و حدیث میں اگر کہیں تعارض ہے تو وہ محض ظاہری ہے، حقیقی نہیں، باقی رہا

حافظ ابن حجر کا اس حدیث کوضعیف قرار دینا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے جن میں سے بعض صریحاً مرفوع اور بعض حکماً مرفوع ہیں۔اس حدیث کے صریحاً تمام طرق ضعیف ہیں کیونکہ زید بن اسلم کے تینوں بیٹے (عبداللہ، عبدالرحمٰن، اسامہ) اور ابو ہاشم ضعیف ہیں یہی وہ حضرات ہیں جو اس روایت کو زید بن اسلم سے صریحاً مرفوع نقل کرتے ہیں۔زید بن اسلم کے ایک اور شاگرد سلیمان بن بلال ہیں وہ اس روایت کو حکماً مرفوع نقل کرتے ہیں، ماہرین فن کی قائم کردہ کسوٹی کے مطابق یہ طریق قابل حجت ہے۔تفصیل کیلئے دیکھئے **علل الحدیث ابن ابی حاتم : ۲/۱۷، البیھقی ۱/۲۵۴، التلخیص الحبیر : ۱/۳۸** یہ طریق اگرچہ سنداً موقوف مگر حکماً مرفوع ہے کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں کہ ہمارے لئے دو قسم کے مردار اور دو قسم کے خون حلال قرار دیئے گئے ہیں ظاہر ہے کہ صحابہ کیلئے کسی چیز کو حلال یا حرام اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی قرار فرماتے تھے، یہ سب طریق تمام اہل فن کے نزدیک صحیح اور حکماً مرفوع مسلم ہے، حافظ ابن حجر نے ضعیف کا حکم ان طرق پر لگایا ہے جو صریحاً مرفوع ہیں۔

فقہی احکام: (۱) صحابی کا یہ کہنا فلاں چیز ہمارے لئے حلال یا حرام قرار دی گئی ہے حکماً مرفوع ہے۔(۲) ٹڈی اور مچھلی مردہ یا زندہ جس حال میں جہاں بھی ملے حلال ہے بشرطیکہ اس میں تعفن نہ ہو۔(۳) جگر اور تلی خون کے باوجود حلال ہیں۔(۴) پانی میں مچھلی اور ٹڈی مردہ گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔(۵) قرآن حکیم کے کسی عام حکم کو حدیث خاص کرسکتی ہے۔

۱۴: **وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "إِذَا وَقَعَ اَلذُّبَابُ فِی شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْیَغْمِسْهُ ,ثُمَّ لِیَنْزِعْهُ , فَإِنَّ فِی أَحَدِ جَنَاحَیْهِ دَاءً ,وَفِی اَلْآخَرِ شِفَاءً"أَخْرَجَهُ اَلْبُخَارِیُّ وَأَبُو دَاوُدَ ,وَزَادَ "وَإِنَّهُ یَتَّقِی بِجَنَاحِهِ اَلَّذِی فِیهِ اَلدَّاءُ "**

البخاری، کتاب الطب، باب اذا وقع الذباب فی الاناء: ۵۷۸۲، ابو داود: ۳۸۴۴، ابن ماجة: ۳۵۰۵، مسنداحمد: ۳/۲۴، ابن خزیمة: ۱/۵۶، مشکل الآثار: ۴/۲۸۳، فتح الباری: ۱۰/۲۵۰، الدارقطنی: ۱/۳۷

۱۴: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب مکھی تمہارے مشروب میں گر جائے تو اسے پانی میں ڈبکی دینے کے بعد نکالا جائے کیونکہ اس کے دونوں پروں میں سے ایک میں بیماری اور دوسرے میں اس بیماری کا تریاق ہے۔" اس حدیث کو امام بخاری، امام ابوداود نے روایت کیا ہے، امام ابوداود نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ "وہ مشروبات میں اپنا وہ پر از خود ڈبو دیتی ہے جس میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں۔"

لغوی تحقیق: **ذباب**: ذال کی پیش کے ساتھ، بہت زیادہ حرکت کرنے والی یعنی مکھی۔ **فلیغمسه**: یہ **غمس** سے ماخوذ ہے فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری بلوغ المرام کی عربی شرح ۱۵۱، پر **فلیغمس** کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں **بکسر المیم من الغمس وهو الغط فی الماء او المائع** ۔یعنی **غمس** کے معنی پانی یا مائع میں غوطہ لگانا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں پانی یا مائع میں غوطہ لگانے کو غمس بھی کہتے ہیں لیکن اسے پانی یا مائع میں لگانے کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں، کیونکہ صحیح حدیث میں جھوٹی قسم کو **الیمین الغموس** کہا گیا ہے، یعنی جہنم میں غوطہ دینے والی قسم ہے، ظاہر ہے کہ جہنم پانی یا مائع کا سمندر تو نہیں۔**لینزعه**: یہ **نزع** سے ماخوذ ہے یعنی پھر اسے نکال دے۔ **جناح**: یہ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ان میں سے ایک اڑنے والے جانور کا پر بھی ہے۔**داء**: بیماری۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں یہ مذکور ہے کہ مکھی کے دوسرے پر میں شفاء ہے، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ یہ پر تمام بیماریوں کے لئے شفاء ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے ایک پر میں جو بیماری ہے فقط اسی بیماری کا تریاق اس کے دوسرے پر میں ہے، تبھی تو آپ

ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ "جب مکھی تمہارے مشروب میں گر جائے تو اسے اس میں تھوڑی دیر کیلئے ڈبوئے رکھو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں اس کا تریاق ہے، مکھی اپنے اُس پر کو مشروب میں ڈالتی ہے جس میں بیماری ہوتی ہے۔" ایک روایت میں ہے کہ "اس کے ایک پر میں زہر ہے اور دوسرے میں اس تریاق ہے یہ ہمیشہ زہر والے پر کو برتن میں ڈالتی ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ " مکھی کی عمر چالیس دن ہے۔ شہد کی مکھی کے علاوہ دیگر تمام اقسام کی مکھیاں جہنم میں پائی جائیں گی۔" ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "خورد ونوش کی وہ تمام اشیاء جن میں وہ حشرات الارض گر کر مر جائیں جن میں خون نہیں ہے، ان تمام اشیاء کو کھانا پینا اور ان سے وضو بنانا درست ہے۔

فقہی احکام: (۱) مکھی اور اس قسم کے دیگر حشرات الارض خورد ونوش کی اشیاء میں گر کر مر جائیں تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (۲) غیر ماکول اللحم کے زہر کا تریاق انہیں کے کسی ایک حصہ میں ہو تو اس سے علاج جائز ہے۔ (۳) دفع ضرر کیلئے مکھی اور اس قسم کے دیگر حشرات الارض کو مارنا جائز ہے۔

۱۵: **وَعَنْ أَبِی وَاقِدٍ اَللَّیْثِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ اَلنَّبِیُّ ﷺ " مَا قُطِعَ مِنْ اَلْبَهِیمَةِ وَهِیَ حَیَّةٌ فَهُوَ مَیِّتٌ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ , وَاَلتِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَهُ ,وَاللَّفْظُ لَهُ**

ابو داود، کتاب الصید، باب فی صید قطع منه قطعة: ۲۸۵۸، الترمذی: ۱۴۸۰، مسند احمد: ۲۱۸/۵، المعجم الاوسط: ۳۱۲۳، ۷۹۲۸، الدارمی: ۲۰/۲

۱۵: ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "زندہ جانور کا جو حصہ کاٹ کر الگ کر دیا جائے وہ مردار کے حکم میں ہے۔" اس حدیث کو امام ابوداود اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے، مذکورہ الفاظ ترمذی کے ہیں۔

لغوی تحقیق: **قطع**: قاف کی پیش اور طاء کی زیر کے ساتھ، فعل مجہول ہے، یعنی کاٹ دیا جائے۔ **البهیمة**: چار ٹانگوں والا جانور خواہ وہ خشکی کا ہو یا تری کا بشرطیکہ وہ درندہ نہ ہو، **المعجم الوسیط** ۷۴/۱، اس لفظ کا اطلاق عموماً گائے، بھینس، بھیڑ، بکری اور اونٹ کی نسل پر ہوتا ہے۔ **حیة**: حاء پر زبر اور یاء مفتوح مشدد۔

تشریح: رحمت عالم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت یثرب (مدینہ) کے لوگ زندہ اونٹوں کی کوہانیں اور زندہ دنبوں کی چکلیاں کاٹ کر کھاتے تھے، رحمت عالم ﷺ نے جانوروں کو ایذا رسانی سے محفوظ رکھنے کیلئے اہل یثرب کے اس سفاکانہ عمل کو روکنے کیلئے ارشاد فرمایا کہ "ماکول اللحم جانوروں کو ذبح کرنے سے پہلے ان کے جسم کا جو بھی حصہ کاٹا جائے گا وہ مردار کے حکم میں ہوگا۔" یعنی ایسا کرنا مردار کھانے کے مترادف ہے اس قسم کی ایک روایت امام طبرانی نے **المعجم الاوسط** ۴۵۰/۸ میں ایک ضعیف سند سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں "زندہ جانور کا جو بھی حصہ کاٹا جائے آپ میں سے کوئی ایک اسے مت کھائے "علامہ ہیثمی نے **مجمع البحرین** میں یہ روایت عاصم بن عمر عن عبداللہ بن دینار کے طریق سے **المعجم الاوسط** کے حوالے سے نقل کی ہے۔

رجال کی کتابوں میں عاصم بن عمر ہی مذکور ہے، **المعجم الاوسط** کا وہ نسخہ جو حرم میں موجود ہے اس میں بھی عاصم بن عمر ہی مذکور ہے لیکن ڈاکٹر محمود الطحان کی تحقیق سے **المعجم الاوسط** کا نسخہ جو مکتبہ المعارف الریاض نے شائع کیا ہے اس میں فاضل محقق نے عاصم بن عمر کی جگہ عاصم بن عمر ولکھا ہے اور حاشیہ میں یہ لکھا ہے، **وفی الاصل وفی نسخة الحرم عمر، و هو خطا من النساخ** ؛ کہ اصل کتاب

اورحرم میں موجودنسخہ میں عاصم بن عمر ہےلیکن یہ غلط ہےاور یہ غلطی کسی کا تب سے ہوئی ہے۔راقم کے نزدیک فاضل محقق سے تسامح ہوا ہے، اس تسامح کی وجہ یہ ہے کہ اس روایت سے پہلے والی تینوں روایات میں کاتب کی غلطی سے عمر کے بعد واؤ کا اضافہ ہوگیا ہے جو غلط ہے۔زیر بحث روایت میں یہ لفظ اس غلطی سے پاک تھا فاضل محقق نے اوپر والی تینوں مسلسل اسناد میں مذکور خطا کو درست سمجھ کر اس درست کو خطا قرار دیدیا (واللہ اعلم بالصواب)

اسی مضمون کی ایک اور روایت امام طبرانی نے **المعجم الاوسط : ۴/ ۱۸۹** میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ صحابہ نے رحمت عالم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کچھ لوگ زندہ اونٹوں کی کوہانیں اور زندہ دنبوں کی چکلیاں بڑے شوق سے کھاتے ہیں، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا، زندہ جانور کا جو بھی حصہ کاٹا جائے وہ مردار ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس روایت کو ابوداود اور ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ترمذی کے قرار دیئے ہیں، مگر ہمارے پاس اس وقت ترمذی اور ابوداود کے جو مطبوعہ نسخے ہیں ان میں سے کسی میں بھی مذکورہ الفاظ نہیں ہیں۔

ترمذی کے الفاظ ہیں **ما يقطع من البهيمة وهي حية فهو ميتة.** ابوداود کے الفاظ ہیں **ما قطع من البهيمة وهي حية فهو ميتة.** البتہ امام حاکم نے **المستدرک : ۴/ ۱۲۴** میں حضرت ابوواقد لیثی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے جو روایت درج کی ہیں ان کے یہ الفاظ ضرور ہیں۔حافظ ابن حجر نے **التلخيص الحبير ۱/ ۲۹** میں دارمی، احمد، ترمذی، ابوداود اور حاکم کے حوالے سے مفصل روایت نقل کی ہے اس کے آخر میں وہی الفاظ ہیں جو ابوداود کے ہیں، وہاں حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ احمد اور ابوداود کے الفاظ وہی ہیں، مگر اس میں وہ قصہ مذکور نہیں۔

امام طبرانی نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔حافظ ابن حجر کے اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس روایت کی نقل میں حافظ ابن حجر سے تسامح نہیں ہوا بلکہ بلوغ المرام کے کسی نساخ سے تسامح ہوا ہے۔(واللہ اعلم بالصواب)

فقہی احکام: (۱) زندہ جانوروں کا کوئی حصہ اگر کاٹ کر الگ کیا گیا یا خود کٹ کر الگ ہوگیا تو کٹا ہوا حصہ مردار ہے۔
(۲) اس کا کھانا حرام ہے۔(۳) اگر وہ قلتین سے کم مقدار پانی میں گر جائے گا تو پانی ناپاک ہوجائے گا۔

۲۔ باب الآنية برتنوں کا بیان

لغوی تحقیق: آنیة : اناء کی جمع ہے اور یہ لفظ اہل عرب کے ہاں معروف ہے۔

باب قائم کرنے کا سبب یہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے بعض برتنوں کے بعض تصرفات سے منع فرمایا ہے آپ ﷺ کا یہ فرمان اس حقیقت کا عکاس ہے کہ استعمال کے اعتبار سے برتنوں کے احکامات متعدد ہیں۔مصنف رحمہ اللہ نے اس عنوان سے باب قائم کر کے اسی حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔

۱۶: **عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ** رضی اللہ عنہ، **قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ** ﷺ **" لَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ والْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ**

البخاری، كتاب الاشربة، باب آنية الفضة: ۵۶۳۳ ، كتاب الاطعمة، باب الاكل فی اناء مُفَضَّضْ: ۵۴۲۶ (مذکورہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں)، مسلم ، كتاب اللباس و الزينة، باب تحريم استعمال اناء الذهب و الفضة...... ۲۰۶۷ (صحیح مسلم کی دو روایات کو ملا کر مذکورہ متن مکمل

ہوتا ہے)، مسنداحمد:۵ /۳۹۷، السنن الکبری للبیھقی : ۱ /۲۸، الـدارمی ، کتاب الاشربة ، باب الشرب فی المُفَضَّض: ۲۱۳۶، ابـن مـاجة، کتـاب الاشـربة، بـاب الشرب فی آنیة الفضة: ۳۴۱۴، الترمذی، کتاب الاشربة ، باب ماجاء کراھیة الشرب فی آنیة الـفضة و الذھب :۱۸۷۸ ، النسائی ، کتاب الزینة ، باب النھی عن لبس الد یباج :۱۹۸/۸ ، ابوداود، کتاب الاشربة، باب الشرب فـی آنیة الـذھـب و الفضة: ۳۷۲۳، مسند حمیدی : ۴۴۰، ابن ابی شیبة :۲۱۰/۸، عبـد الرزاق: ۱۹۹۲۸ ، صحیح ابن حبان ، کتاب الاشربة ، باب آداب الشرب: ۵۳۳۹

۱۶: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سونے اور چاندی کے برتنوں میں مت پیا کرو اور نہ ان سے بنے ہوئے پیالوں میں کھایا کرو، بلاشبہ یہ آسائش کفار کے لئے دنیا میں ہے اور تمہارے لئے آخرت میں ہوگی" یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے۔

لغوی تحقیق: حذیفة : اس کی حاء پر ضمہ (پیش) ذال پر فتحہ (زبر) اور یاء ساکن ہے۔ صحاف: یہ صحفة کی جمع ہے، اس کے معنی پیالہ کے ہیں۔ امام نسائی کے بقول سب سے بڑے پیالے کو جفنة، اس سے چھوٹے پیالے کو قصعة کہتے ہیں یہ پیالہ دس آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے، اس سے چھوٹے پیالے کو صحفة کہتے ہیں، یہ پانچ آدمیوں کیلئے کافی ہوتا ہے اس سے چھوٹے پیالے کو مئکلہ کہتے ہیں، یہ دو یا تین آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے اس سے چھوٹے پیالے کو صحیفه کہتے ہیں یہ ایک آدمی کے لئے کافی ہوتا ہے۔ فانھا : کی ضمیر کا مرجع آنیة اور صحاف ہیں یعنی دونوں دھاتوں کے برتن۔ ھـم :اسم ضمیر کا مرجع اگر چہ اس سے قبل مذکور نہیں ہوا تاہم اس سے مراد مشرکین ہی ہیں۔

تشریح: اس حدیث یہ واضح ہوا کہ سونے اور چاندی کے برتنوں کو خورد ونوش کے لئے استعمال کرنا حرام ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ برتن خالص سونے کے بنے ہوئے ہوں یا ان میں چاندی کی ملاوٹ ہو، کیونکہ زیر مطالعہ حدیث مبارکہ میں ممانعت سونے اور چاندی دونوں سے متعلق ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی کے برتنوں کو خورد ونوش کے لئے استعمال کرنے کی حرمت پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، البتہ وہ برتن جن پر سونے اور چاندی کے پانی کا ملمع کیا گیا ہو، کیا وہ بھی اس حدیث میں مذکور حرمت میں داخل ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، علماء کے ایک طبقہ کا کہنا ہے کہ اگر سونے اور چاندی کے پانی کی تہہ کو برتن سے الگ کرنا ممکن ہو تو پھر اس کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے اور اگر ممکن نہیں تو پھر ان برتنوں کا استعمال حرام نہیں، لیکن صحیح اور درست بات یہی ہے کہ اگر ایسے برتن سونے اور چاندی کے برتنوں کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں تو پھر وہ اس حدیث مبارکہ میں مذکور حرمت میں داخل ہونگے اور اگر سونے اور چاندی کے نام سے موسوم نہیں تو پھر وہ اس حرمت سے خارج ہونگے۔ موسوم اور عدم موسوم کا پتہ لگانے کے لئے عہد نبوی کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اور اگر وہاں سے اس بارے میں کسی قسم کی کوئی خبر میسر نہ آئے تو پھر ایسے برتنوں کا استعمال درست ہوگا، رہے وہ برتن جن پر سونے یا چاندی کی پالش کی گئی ہو، انہیں خورد ونوش کے لئے استعمال کرنا بالاتفاق درست ہے۔ سونے اور چاندی کے برتنوں کو خورد ونوش کے لئے استعمال کرنا تو بالاتفاق حرام ہے لیکن ان برتنوں کو دیگر کاموں میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ بعض علما کا خیال کہ حرام نہیں ہے، ان کا کہنا ہے کہ دیگر امور کو خورد ونوش پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ اس میں قیاس کی شرائط صادق نہیں آتیں، لہٰذا حق بات یہی ہے کہ دیگر امور میں سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال جائز ہے اور یہ کہنا کہ دیگر امور میں بھی حرام ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، یہ دعوی درست نہیں بلکہ یہ تو ایک ایسی حرکت ہے جو کلام نبوت کو تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں تو سونے اور چاندی کے برتنوں

کوفقط خور دونوش کے لئے استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے جبکہ ان لوگوں نے کلام نبوت کو چھوڑ کر اپنی طرف سے اس حرمت کا اطلاق تمام امور پر کر دیا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے اس حدیث کو **کتاب الطهارة** کے تحت درج کر کے یہ عندیا دیا ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال وضووغیرہ کے لئے بھی حرام وممنوع ہے کیونکہ ان کی تحقیق کے مطابق ان برتنوں کا استعمال وضووغیرہ کے لئے بھی حرام ہے ورنہ اس حدیث کا اصل محلل تو **کتاب الاطعمه و الاشربة** تھا۔

اس حدیث مبارکہ سے ضمناً یہ مسئلہ بھی سامنے آیا کہ یواقیت وجواہرات کے برتنوں میں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء باہم مختلف آراء رکھتے ہیں لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یواقیت وجواہرات کے برتنوں کا استعمال حرام نہیں کیونکہ اس کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں۔ واضح رہے کہ جس چیز کی حرمت کی کوئی دلیل نہ ہو وہ حلال ہے کیونکہ ہر چیز کی اصل اباحت ہے۔

فقہی احکام: (۱) سونے اور چاندی کے برتنوں کو خور دونوش اور وضو کے لئے استعمال کرنا ممنوع ہے۔

(۲) ایسے برتنوں میں اگر کوئی وضو کرے گا تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ (۳) دیگر امور میں ان برتنوں کا استعمال جائز ہے۔

۱۷: **وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "الَّذِي يَشْرَبُ فِي إِنَاءِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ**

البخاري، كتاب الاشربة، باب آنية الفضة: ۵۶۳۴ (مذکورہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں**)، مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال اواني الذهب ...: ۲۰۶۵، مسند احمد: ۳۰۱/۴، ۳۰۲، ۳۰۴، ابن ماجة: ۳۴۱۳، مؤطاامام مالک: ۹۲۴/۲، الدارمي، كتاب الأشربة، باب الشرب في المفضض: ۲۱۳۵، السنن الكبرى للبيهقي: ۲۷/۱، معرفة السنن: ۱۴۷/۱، المعجم الكبير للطبراني: ۹۲۶/۲۳، ۹۲۸**

۱۷: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "جو شخص چاندی کے برتنوں میں (کھاتا) اور پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ انڈیلتا ہے " (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **یجرجر:** اس کی علامت مضارع پر ضمہ (پیش) ہے یہ لفظ جرجر سے ماخوذ ہے، پیٹ میں داخل ہوتے وقت پانی کی جو آواز آتی ہے اسے جرجرة کہا جاتا ہے اور اونٹ کے پانی پینے کی آواز کو اسی لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نار: امام بخاری اور امام مسلم سے مروی روایت میں لفظ نار مفعول بہ استعمال ہوا ہے جبکہ علامہ زمخشری کا کہنا ہے کہ لفظ نار کو مجازی فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع پڑھنا چاہیے جبکہ اکثر اہل علم اسے مفعول بہ پڑھتے ہیں اور اس کا فاعل پینے والے کو قرار دیتے ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ شارحین اور ادیبوں کے نزدیک اس کا مفعول ہونا ہی صحیح اور معروف ہے علامہ ازہری نے اس کے مفعول ہونے کو ضروری قرار دیا ہے۔ **جهنم:** یہ عجمی لفظ ہے، اس میں منع صرف کے دوسبب یعنی اس میں تانیث اور علمیت پائے جاتے ہیں کیونکہ آگ کے مختلف طبقات میں سے ایک طبقہ کا نام جہنم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین

تشریح: صحیح بخاری میں مذکور روایت میں صرف چاندی کے برتنوں کا ذکر ہے جبکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں بھی چاندی کے برتنوں کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں چاندی اور سونے کے برتنوں کا ذکر ہے۔

فقہی احکام: اس حدیث سے بھی وہی فقہی احکام مستنبط ہوتے ہیں جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی سابقہ حدیث سے مستنبط ہوتے ہیں

۱۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَعِنْدَ الْأَرْبَعَةِ " أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ "

مسلم ، کتاب الحیض، باب طهارة جلود المیتة بالدباغ:۳۶۳-۳۶۶، ابو داود ،کتاب اللباس ، باب فی اهب المیتة:۴۱۲۳،
النسائی ، کتاب الفرع و العتیرة ، باب جلود المیتة:۳۹۵۵، الترمذی، ابواب اللباس، باب جلود المیتة اذا دبغت:۱۷۲۸،
ابن ماجة : ۳۶۰۹، مسند احمد : ۲۱۹/۱، المؤطا:۴۹۸/۲، الدارقطنی : ۴۶/۱، ابن حبان :۱۲۸۷

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے "ایماء اهاب" کو ابوداود کی طرف بھی منسوب کیا ہے جبکہ ابوداود کے لؤلؤی نسخہ میں وہی الفاظ ہیں جو صحیح مسلم کے ہیں۔

۱۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "جس کھال کو رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔"
اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے "جونسا چمڑہ رنگا جائے گا وہ پاک ہو جائے گا۔"

لغوی تحقیق: اهاب: یہ کتاب کے وزن پر ہے، اسے کھال یا کچے چمڑے سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ قاموس میں ہے اور اسی طرح نهایه میں بھی ہے۔ دبغ: دال پر پیش با مکسور ہے، چمڑے کی رطوبت وغیرہ کو ختم کرنا۔ طهر: اس کی طا اور ها پر زبر پڑھی جاتی ہے جبکہ ها پر ضمہ پڑھنا بھی درست ہے، جیسا کہ صاحب قاموس نے وضاحت کی ہے۔

تشریح: اس حدیث کو حدیث کے پانچ مشہور آئمہ نے روایت کیا ہے، یہ روایت چونکہ مختلف الفاظ سے مروی ہے اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے دونوں طرح کے الفاظ بیان کر دیئے ہیں، مکمل حدیث اس طرح ہے۔ رحمت عالم ﷺ کا گزر ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی مردہ بکری کے قریب سے ہوا تو آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا "تم نے اس کی کھال سے کیوں فائدہ نہیں لیا؟ چمڑے کو رنگ دینے سے وہ پاک ہو جاتا ہے۔" امام بخاریؒ نے ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہماری بکری مرگئی ہم نے اس کا چمڑہ رنگ لیا پھر اسے پڑا رہنے دیا یہاں تک کہ وہ خشک ہو گیا۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ تمام مردہ جانوروں کا چمڑہ رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کا ظاہر و باطن بھی پاک ہو جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے، اس مسئلہ کے بارے میں اہل علم کے سات اقوال ہیں ان میں ایک مذکورہ بالا بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عکیمؒ رحمت عالم ﷺ سے جو حدیث بیان کرتے ہیں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا" تم مردار کے رنگے ہوئے چمڑے اور اس کے گوشت سے فائدہ مت حاصل کرو" اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کرنے کے بعد حسن اور امام البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے، پھر اس میں ارسال اور انقطاع کی علتیں بھی موجود ہیں۔ امام احمدؒ نے اس حدیث کو اگر چہ پہلے اختیار کیا تھا مگر بعد میں اسے ترک کر دیا جیسا کہ امام ترمذی نے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کو پہلی حدیث کے معارض بھی نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ تعارض اس وقت واقع ہوتا ہے جب دونوں روایات سند کے اعتبار سے مساوی ہوں اور یہاں ایسا نہیں ہے " وایما اهاب " ان الفاظ کی عمومیت فقط ان مردار جانور کے چمڑوں تک محدود ہے جنہیں ذبح کر کے ان کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) مردار جانور کے تمام اجزاء ناپاک ہیں۔ (۲) ان کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔

۱۹: وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " دِبَاغُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ طُهُورُهَا " صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ

صحیح ابن حبان، کتاب الطهارة ، باب جلود المیتة : ۱۲۹۰ ، و کتاب السیر، باب الخلافة و الامارة : ۴۵۲۲، احمد: ۶/۵،

النسائی :۷/۱۷۴، ابو داود : ۴۱۲۵، البیھقی : ۱/۱۷

۱۹: حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "مردار کے چمڑوں کو رنگنا ہی ان کی پاکیزگی ہے۔" امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: **المحبق** :اس کی میم پرضمہ، حاء پرفتحہ، باء مشدد مکسور ہے اور آخر میں قاف ہے۔

تشریح: امام ابن حبان نے یہی الفاظ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کئے ہیں۔اس حدیث کو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ امام احمد، امام ابوداود، امام نسائی اور امام بیہقی نے بھی نقل کیا ہے اور ابن حبان نے دوسری روایت ان الفاظ سے بیان کی ہے" **دباغ الادیم ذکاته**: چمڑے کا رنگنا ہی اس کی طہارت ہے " ایک روایت میں "**دباغها ذکاتها**" کے الفاظ ہیں ایک روایت میں "**دباغها طهورها**" کے الفاظ ہیں۔ایک روایت میں "**ذکاة الادیم دباغه**" ہے۔اس مسئلہ میں ہم نے اور بھی احادیث تلاش کی ہیں ان تمام کا مفہوم وہی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کا ہے۔ دباغت (چمڑا رنگنے) کو طہارت سے تشبیہ دینے سے اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے۔صرف ان مردار جانوروں کا چمڑا رنگنے سے پاک ہوتا ہے جن کا گوشت کھایا جا سکتا ہے اور جو جانور حرام ہیں ان کا چمڑا رنگنے سے بھی پاک نہیں ہوتا۔

۲۰: **وَعَنْ مَيْمُونَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِشَاةٍ يَجُرُّونَهَا، فَقَالَ "لَوْ أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا؟" فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ، فَقَالَ "يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ**

ابوداود، کتاب اللباس، باب فی اهب المیتة: ۴۱۲۶، النسائی ، کتاب الفرع و العتیرة ، باب جلود المیتة :۴۹۴۸، ابن حبان : ۱۲۹۱، الدارقطنی: ۱/۴۵

۲۰: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کا گزر ایک ایسی مردہ بکری کے قریب سے ہوا جسے لوگ گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم نے اس کی کھال اتار لی ہوتی؟" انہوں نے کہا یہ تو مردہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اسے پانی اور ببول کی چھال پاک کر دیتی ہے۔" اس حدیث کو ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **القرظ**: قاف اور را کی زبر کے ساتھ ببول کی چھال اور پتے۔

تشریح: محترمہ سے مروی اس حدیث کو امام ابوداود اور امام نسائی نے روایت کیا ہے امام دارقطنیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان الفاظ سے بیان کی ہے، "**الیس فی الماء والقرظ ما یطهرها** ؟ کیا پانی اور ببول کے چھلکے میں اسے صاف کرنے کی صلاحیت نہیں ہے؟" یہ روایت ان الفاظ سے بھی بیان کی گئی ہے۔ "**الیس فی الشث والقرظ ما یطهرها** ؟ کیا اخروٹ اور ببول کے چھلکے میں اسے پاک کرنے کی صلاحیت نہیں؟" امام نوویؒ نے ان الفاظ کے ساتھ اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔

امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ ہر اس چیز سے کھال کو رنگ دینا جائز ہے جو کھال کے فاضل مادے خشک کر کے اسے پاک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔اور اسے خراب ہونے سے محفوظ رکھتی ہو مثلاً اخروٹ، ببول اور انار کے چھلکے نیز اس کے علاوہ پاک کیمیکل وغیرہ۔

فقہی احکام: مردار کی کھال کو ان تمام جڑی بوٹیوں سے رنگ دینا درست ہے جو کھال کے فاضل مادے خشک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں

۲۱: **وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، أَفَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ؟ ?قَالَ "لَا تَأْكُلُوا فِيهَا، إِلَّا أَنْ لَا تَجِدُوا غَيْرَهَا، فَاغْسِلُوهَا، وَكُلُوا فِيهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ**

البخاری، کتاب الذبائح و الصید، باب صید القوس: ۵۴۷۸، مسلم ، کتاب الصید و الذبائح ، باب الصید بالکلاب المعلمة: ۱۹۳۰ ، ابن ماجة :۳۲۰۷، الحاکم : ۱۴۴/۱

۲۱: حضرت ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم اہل کتاب کے علاقہ میں رہتے ہیں، کیا ہم ان کے برتن کھانے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "حتی الامکان ان کے برتن کھانے کے لئے استعمال نہ کرو اور اگر تمہیں ان کے برتنوں کے علاوہ کوئی اور برتن میسر نہ آئے تو پھر انہیں دھو کر کھانے کے لئے استعمال کر سکتے ہو۔" اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **ثعلبه** :اس کی ثاء پر زبر، عین پر جزم اور لام مفتوح ہے۔**الخشنی**: خاء پر پیش اور شین پر زبر ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل کتاب کے برتن ناپاک ہیں۔ان کے برتنوں کی نجاست کے اسباب وعلل کے بارے میں علماء مختلف آراء رکھتے ہیں۔ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ ان کی ذاتی نجاست کی وجہ سے ان کے برتن ناپاک ہیں۔بعض کا خیال ہے کہ وہ لوگ اپنے برتنوں کو خنزیر کے گوشت اور شراب وغیرہ کے لئے استعمال کرتے تھے اس لئے ان کے برتنوں کو ناپاک قرار دیا گیا ہے جبکہ بعض علماء کا خیال ہے کہ ان کے برتن بھی پاک ہیں اور ان کی رطوبت بھی پاک ہے۔ دلائل کی روشنی میں یہی قول صحیح ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿ **الیوم احل .....لکم** ﴾**المائدة**: ۵، آج کے دن تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال قرار دے دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے ایک مشرکہ عورت کی مشک سے وضو فرمایا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رحمت عالم ﷺ کی قیادت میں جہاد کیا کرتے تھے، اسی دوران ہم ان کے برتنوں اور مشکیزوں کو استعمال کر لیا کرتے تھے، آپ ﷺ ہمارے اس عمل کو قابل اعتراض نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے رحمت عالم ﷺ کی دعوت جو کی روٹی اور بکری کے باسی گوشت سے کی۔ ان دلائل سے واضح ہوا کہ زیر مطالعہ حدیث میں نہی حرمت کے لئے نہیں بلکہ اہل کتاب کے گندے ہونے کی وجہ سے ہے۔ ابوداود اور احمد کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ **انا نجاور اهل الکتاب وهم یطبخون فی قدورهم الخنزیر ویشربون فی آنیتهم الخمر فقال** ﷺ **"ان وجدتم غیرها "** ہم اہل کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں وہ اپنی ہنڈیوں میں خنزیر کا گوشت پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تمہیں اور برتن میسر ہوں تو پھر انہیں مت استعمال کرو۔" پہلی حدیث عام ہے اور یہ مقید ہے کیونکہ اس میں ان برتنوں میں خنزیر کا گوشت پکانے اور شراب پینے کا ذکر ہے۔ لہٰذا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی اہل کتاب کے ان برتنوں سے احتراز کیا جائے گا جو خنزیر کا گوشت پکانے اور شراب کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) اہل کتاب کے برتن پاک ہیں۔ (۲) ان میں کھانا پینا اور وضو کرنا جائز ہے۔

(۳) ان کے ان برتنوں کا استعمال درست نہیں جن میں وہ حرام اور نشہ آور چیزیں تیار کرتے ہیں۔

۲۲: وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ **أَنَّ النَّبِيَّ** ﷺ **وَأَصْحَابَهُ تَوَضَّئُوا مِنْ مَزَادَةِ امْرَأَةٍ مُشْرِكَةٍ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ**

البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام : ۳۵۷۱، مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب قضاء الصلاة الفائتة: ۶۸۲، الدارقطنی : ۲۰۰/۱، البیهقی: ۳۲/۱

۲۲: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھیوں نے ایک مشرکہ عورت کے مشکیزہ سے وضوفرمایا۔ یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے، اس حدیث کو مفصل امام بخاری اور امام مسلم نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: مزدة: اس کی میم پرفتحہ ہے اور میم کے بعد زاء ہے۔ صاحب قاموس کی تشریح کے مطابق اس سے مراد وہ مشکیزہ ہے جو چمڑے سے بنا ہوا ہوتا ہے۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث سے یہ واضح ہوا کہ مشرکین کے زیر استعمال برتن بھی پاک ہیں بشرطیکہ وہ ظاہری نجاست سے پاک ہوں۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ مردار کا چمڑا دباغت (رنگنے) سے پاک ہو جاتا ہے، یقیناً وہ دونوں مشکیزے مشرکین کے ذبح کردہ جانوروں کے چمڑے سے تیار کیے گئے ہوں گے اس لئے اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مشرکین کا مرطوب جسم ناپاک نہیں ہوتا، کیونکہ وہ عورت مشرکہ تھی، اس نے پانی کو ہاتھ بھی لگایا ہوگا اور وہ پانی قلتین سے یقیناً کم بھی تھا کیونکہ اس حدیث میں صراحت ہے کہ وہ اونٹ قلتین کے برابر وزن اٹھانے سے قاصر تھا۔ جو علماء یہ کہتے ہیں کہ مشرکہ کا مرطوب جسم ناپاک ہے وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ پانی اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کے اوصاف میں تبدیلی نہ آئے۔ یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ اس حدیث میں اور سابقہ حدیث میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتاً ایسا نہیں، کیونکہ ان دونوں میں جمع کی صورت ممکن ہے، وہ یہ ہے۔ اگر ان کے بارے میں یقین ہو کہ وہ اپنے برتنوں میں حرام اشیاء استعمال کرتے ہیں تو ان کے برتنوں کا استعمال ممنوع ہے اور اگر یقین ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر ان کا استعمال درست ہے۔

فقہی احکام: (۱) مشرکین کے برتن اگر ظاہری نجاست سے محفوظ ہوں تو وہ پاک ہیں۔

(۲) مشرکین کا مرطوب جسم بھی ناپاک نہیں۔

۲۳: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ قَدَحَ النَّبِيِّ ﷺ انْكَسَرَ، فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ فِضَّةٍ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی ﷺ: ۳۱۰۹، مسند احمد: ۱۳۹/۳، البیهقی: ۲۹/۱، فتح الباری: ۱۰۰/۱۰

۲۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا، آپ ﷺ نے چاندی کی تار سے اسے جوڑ دیا۔ اس روایت کو امام بخاری نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: قدح: قاف اور دال دونوں مفتوح ہیں یعنی چھوٹا پیالہ۔ الشعب: شین پر فتحہ اور عین پر جزم ہے، یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے یہاں اس کا معنی ٹوٹنا ہے۔ سلسلة: صاحب قاموس کی تصریح کے مطابق اگر پہلے سین پر زبر اور لام پر جزم پڑھیں تو پھر اس کا معنی ہوگا دو چیزوں کو باہم ملانا اور اگر سین کے نیچے زیر پڑھیں تو پھر اس کا معنی ہوگا لوہے وغیرہ کا کڑھا۔ شیخ صفی الرحمٰن مبارک پوری کا کہنا ہے کہ اسے سین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے، اس صورت میں اس سے مراد چاندی کی تار ہوگی۔

تشریح: یہ حدیث شکستہ برتن کو چاندی کی تار کے ساتھ جوڑ لگانے کے جواز پر نہایت واضح دلیل ہے، یہی وجہ ہے کہ اس جواز پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں، امام بیہقی رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق جوڑ لگانے کا فریضہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ادا کیا تھا۔ علامہ ابن صلاح نے اس خیال کا اظہار بالجزم فرمایا ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی کی بیان کردہ حکایت درست نہیں، امام ابن سیرین کا قول ہے کہ اس برتن

میں لوہے کا ایک کڑھا تھا، جس کی جگہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی کا کڑھا لگانا چاہا، حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا اس چیز کو مت تبدیل کرو جو رحمت عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لگائی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

یہ الفاظ اس روایت کے ہیں جو امام بخاریؒ نے نقل فرمائی ہے۔نواب صاحب فرماتے ہیں یہ تار اس کڑھے کے علاوہ تھی جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ تبدیل کرنا چاہتے تھے۔عاصم الاحول کہتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کا پیالہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیکھا وہ شکستہ تھا، رحمت عالم ﷺ نے اسے تار سے جوڑا تھا، اس روایت میں لفظ **فسلسلهٔ** استعمال ہوا اس کی مستتر ضمیر رحمت عالم ﷺ کی طرف راجع ہے، اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوا کہ وہ جوڑ رحمت عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لگایا تھا۔اس حدیث میں اور حدیث نمبر ۱۶ میں بظاہر تعارض ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال نخوت پر دلالت کرتا ہے جبکہ جوڑ شدہ برتن کا استعمال سادگی ظاہر کرتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) ٹوٹے ہوئے برتن کو جوڑ لگانا جائز ہے۔(۲) جوڑ کے لئے سونا اور چاندی کے تار استعمال کئے جاسکتے ہیں۔
(۳) ایسے برتنوں کو خورد و نوش اور وضو کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ بَا بُ اِزَالَةِ النَّجَاسَةِ وَبَيَانِهَا غلاظت کی تفصیل اور اسے دور کرنے کا بیان یعنی غلاظتوں کی تفصیل اور انہیں دور کرنے کے طریقے

۲۴: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْخَمْرِ تُتَّخَذُ خَلًّا؟ قَالَ "لَا" .أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ و الترمذی وقال حديث حسن صحيح

مسلم ،کتاب الاشربة، باب تحريم تخليل الخمر: ۱۹۸۳، ابوداود: ۳۶۷۵، الترمذی: ۱۲۹۴، مسند احمد: ۱۱۹/۳

۲۴: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے شراب کو سرکہ میں تبدیل کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو رحمت عالم ﷺ نے منع فرمایا۔اس حدیث کو مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: **خمر**: ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے اسے خمر کہتے ہیں، اس کا اطلاق عموماً کھجور، انگور وغیرہ کے اس شیرہ پر ہوتا ہے جو خاص ترکیب سے تیار کیا جاتا ہے۔خل: خاء مفتوح، لام مشدد یعنی سرکہ۔

تشریح: شراب کی حرمت کے بعد آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا اسے سرکہ میں تبدیل کیا جاسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا" نہیں۔ " اس حدیث کو امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔اسی طرح کی ایک حدیث حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب شراب حرام قرار دی گئی تو اس وقت ان کے پاس یتیم بچوں کی شراب بطور سامان تجارت موجود تھی، انہوں نے رحمت عالم ﷺ سے اس شراب کو سرکہ میں تبدیل کرنے کی اجازت طلب کی، آپ

ﷺ نے انہیں نہ صرف منع فرمایا بلکہ شراب کو انڈیل دینے کا حکم دیا۔اس حدیث کو امام ابوداود اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے شراب سے سرکہ بنانے کو ناجائز قرار دیا ہے۔اگر کوئی شخص شراب کو سائے سے اٹھا کر دھوپ میں یا دھوپ سے اٹھا کر سایہ میں رکھ کر یا کسی اور طریقے سے شراب کو سرکہ میں تبدیل کرتا ہے تو وہ شراب سرکہ میں تبدیل ہو جانے کے بعد بھی حرام ہے۔

شراب کی حرمت کے بعد شراب کو گرانے کی بجائے اسے اپنے پاس رکھنے والا اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور ساقط الاعتبار ہے کیونکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا یہ تقاضا ہے کہ شراب کو فوراً گرا دیا جائے جن لوگوں نے از خود شراب سے تبدیل ہونے والے سرکہ کو حلال قرار دیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ لغوی اور شرعی ہر دو اعتبار سے سرکہ ہی ہے۔

سرکہ میں تبدیل شدہ شراب کے بارے میں علما کے اقوال:

اس بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔(۱) اگر شراب از خود سرکہ میں تبدیل ہو جائے تو اس کا استعمال جائز ہے اور اگر کسی شخص کے تبدیل کرنے سے تبدیل ہو تو وہ سرکہ کی شکل میں بھی حرام ہے۔(۲) شراب سے بنا ہوا ہر سرکہ حرام ہے خواہ وہ از خود بنا ہو یا اسے بنایا گیا ہو۔(۳) شراب سے بنا ہوا سرکہ حلال ہے خواہ وہ از خود بنا ہو یا اسے بنایا گیا ہو البتہ شراب کو سرکہ میں تبدیل کرنے والا شخص مجرم ہے۔

سرکہ بنانے کا طریقہ:

انگور کا رس نچوڑ کر ایک برتن میں ڈال دیں پھر اس میں رس سے دوگنا خالص سرکہ ڈال دیں اس طرح نشہ سے پاک سرکہ تیار ہو جائے گا۔

فقہی احکام: (۱) شراب حرام ہے۔(۲) جو برتن اس کے لیے استعمال ہوتے ہیں وہ برتن بھی ناقابل استعمال ہیں۔

(۳) شراب سے سرکہ بنانا درست نہیں۔(۴) ضرر سے بچنے کے لیے بھی حرام اشیاء کا استعمال درست نہیں۔

۲۵: وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ ,أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا طَلْحَةَ ,فَنَادَى "إِنَّ اَللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ اَلْحُمُرِ اَلْأَهْلِيَّةِ ,فَإِنَّهَا رِجْسٌ" . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، كتاب الجهاد، باب التكبير عند الحرب: ۲۹۹۱، مسلم، كتاب الصيد و الذبائح،باب تحريم اكل لحم الحمر الانسية: ۱۹۴۰، النسائی:۷/۲۰۴، البيهقی: ۹/۳۳۱، مسند احمد:۳/۱۱۱، ابن حبان:۵۲۷۴، ابن ماجة:۳۱۹۶، ابن ابی شيبة:۸/۲۶۲

۲۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں،غزوہ خیبر کے روز رسول اللہ ﷺ نے "حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اعلان کردیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تمہیں گھریلوں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں، کیونکہ وہ ناپاک ہے۔"

لغوی تحقیق: **لحوم:** لام کی پیش کے ساتھ یہ لحم کی جمع ہے۔ **حمر:** حاء اور میم دونوں مضموم ہیں، یہ حمار کی جمع ہے۔ **الاهلية:** گھریلو یا پالتوں۔ **رجس:** راء مکسور ہے، ہر وہ چیز جسے انسان گندگی خیال کرے خواہ وہ پاک ہو یا ناپاک۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا آغاز کسی صحابی کے نام کی بجائے عنہ سے کیا ہے کیونکہ اس حدیث سے پہلے جو حدیث گزری اس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں،اس لئے یہاں ضمیر استعمال کر کے اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ مراد لئے گئے ہیں، ینهيان یہ تثنیہ ہے،اس سے مراد اللہ اور اللہ کے رسول ہیں، جب کہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایک خطیب خطبہ دے رہا تھا اس نے دوران

خطبہ یہ کہا **و من یعصھما** جس نے ان دونوں (اللہ اور اللہ کے رسول) کی نافرمانی کی، آپ ﷺ نے یہ الفاظ سن کر فرمایا "تو برا خطیب ہے تم آئندہ اس طرح کہنا **و من یعص الله و رسوله** جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔" اسی طرح ایک اور حدیث میں خود رحمت عالم ﷺ نے" **ان یکون الله و رسوله الیه مما سواهما** :اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ ایک مؤمن کو سب سے زیادہ محبوب ہونے چاہیے "کے الفاظ استعال کیے ہیں۔یعنی **سواھما** کے لفظ میں بھی تثنیہ کی ضمیر استعال ہوئی ہے۔ظاہر ہے کہ مذکورہ روایات باہم معارض ہیں، اہل علم نے اس تعارض کو دور کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے۔آپ ﷺ نے اسے اس لئے برا خطیب قرار نہیں دیا کہ اس نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ایک ساتھ تثنیہ کی ضمیر استعمال کی تھی بلکہ اس لیے کہا کہ وہ لوگوں سے خطاب کر رہا تھا، خطبہ میں چونکہ لوگوں کو سمجھانا مقصود ہوتا ہے، اس لیے اس میں صراحت و وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے، صراحت و وضاحت کا یہ تقاضا ہے کہ ضمیر استعال کرنے کی بجائے اسم ظاہر استعال کیے جائیں۔جبکہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے اسے برا خطیب اس لیے قرار دیا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کو جانتے ہوئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا ذکر الگ الگ کرنے کی بجائے تثنیہ کی ضمیر استعال کر کے ایک ساتھ کر دیا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہی حدیث قدرے تفصیل سے موجود ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ جن دیگوں میں گدھوں کا گوشت پک رہا تھا وہ دیگیں یہ اعلان سنتے ہی الٹا دی گئیں۔گدھوں کے گوشت کی حرمت کے بارے میں یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور یہ احادیث کی چھوٹی بڑی تمام کتابوں میں مذکور ہے۔صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی اکثریت کا فتوی بھی یہی ہے کہ گدھوں کا گوشت حرام ہے، اور وہ آیت جس میں گدھے کی حرمت مذکور نہیں اس آیت کو صحیح احادیث خاص کرتی ہیں، غالب بن ابجر کے واقعہ سے متعلق جو حدیث ابوداود میں مروی ہے وہ اگرچہ گدھے کی حلت پر دلالت کرتی ہے لیکن وہ روایت مضطرب ہے، اور اسکے رواۃ کے بیان کردہ الفاظ میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرلیں تو پھر یہی کہا جائے گا کہ گدھے کا گوشت بوقت ضرورت حلال ہے، جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہمیں قحط سالی کا سامنا تھا، امام بیہقیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، لہٰذا اس قسم کی روایت میں یہ قطعا صلاحیت نہیں کہ وہ صحیح روایت کا مقابلہ کر سکے۔

حرمت اور نجاست میں نسبت

جو چیز ناپاک ہے وہ یقیناً حرام بھی ہے جبکہ یہ ضروری نہیں کہ جو چیز حرام ہو وہ ناپاک بھی ہو کیونکہ ناپاک اشیاء کا استعمال ہر حال میں ممنوع ہے، چنانچہ جو اشیا نجاست عین کا حکم رکھتی ہیں ان کا استعمال حرام ہے اور جن اشیا کا استعمال حرام ہے ان کی حرمت کا سبب صرف نجاست ہی نہیں جیسا کہ سونا اور چاندی پاک ہے مگر برتنوں کی صورت میں ان کا استعمال حرام ہے، اس تفصیل سے یہ واضح ہوا کہ شراب اور گدھے کے گوشت کی حرمت پر اگرچہ واضح نصوص موجود ہے، لیکن ان نصوص سے ان کا ناپاک ہونا ثابت نہیں، چنانچہ ان کی نجاست ثابت کرنے کے لئے مزید دلائل کی ضرورت ہے جو کہ معدوم ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ شراب اور گدھا ناپاک نہیں اور جو اس حقیقت کا انکار کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ نصوص ظاہرہ سے ان کی نجاست ثابت کرے۔مردار کی نجاست کے بارے میں اگر رحمت عالم ﷺ کا یہ فرمان مذکور نہ ہوتا کہ چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے تو ہم یہ کہتے کہ مردار بھی پاک ہے کیونکہ قرآن حکیم میں تو مردار کی صرف حرمت مذکور ہے جبکہ ہم نے مردار پر ناپاک ہونے کا حکم مذکورہ حدیث کی روشنی میں لگایا ہے۔

فقہی احکام: (۱) گدھے کا گوشت حرام ہے۔(۲) بوقت ضرورت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے تثنیہ کی ضمیر استعمال کی جاسکتی

ہے۔(۳) گدھے کا گوشت حرام ہونے سے اس پر سواری کرنے کا ممنوع ہونا لازم نہیں آتا۔

۲۶: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ خَارِجَةَ ﷺ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ بِمِنًى ,وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ ,وَلُعَابُهَا يَسِيلُ عَلَى كَتِفَيَّ. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَاَلتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ

مسند احمد: ۱۸۶/۴ ،۱۸۷، الترمذی،ابواب الوصایا، باب ماجاء لاوصیة لوارث: ۲۱۲۰، ابن ماجة: ۲۷۱۲، البیهقی: ۲۶۴/۶

۲۶: حضرت عمرو بن خارجہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے منیٰ میں سواری پر بیٹھ کر خطاب فرمایا جبکہ آپ ﷺ کی سواری کا لعاب میرے کندھوں پر گر رہا تھا اس حدیث کو احمد اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: منیٰ کے نون پر دوز بریں ہیں، یہ مکہ مکرمہ سے ملحق وہ مقام ہے جہاں حجاج کرام اپنے قربانی کے جانور ذبح کرتے ہیں۔ راحلة: حاء کے زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اس سے مراد آپ ﷺ کی معروف اونٹنی ہے۔ لعاب: لام کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اس سے مراد وہ رال ہے جو پانی کی صورت میں جانور کے منہ سے ٹپکتی ہے۔

فقہی احکام: وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا لعاب دہن پاک ہے۔ نیز گدھے کا لعاب دہن بھی پاک ہے۔

۲۷۔۲۸: وَعَنْ عَائِشَةَ ؓ ,قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ يَغْسِلُ اَلْمَنِيَّ ,ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى اَلصَّلَاةِ فِي ذَلِكَ اَلثَّوْبِ ,وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى أَثَرِ اَلْغَسْلِ فِيهِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .وَلِمُسْلِمٍ لَقَدْ كُنْتُ أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ فَرْكًا ,فَيُصَلِّي فِيهِ وَفِي لَفْظٍ لَهُ لَقَدْ كُنْتُ أَحُكُّهُ يَابِسًا بِظُفُرِي مِنْ ثَوْبِهِ .

البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل المنی و فرکه و غسل ما یصیب من المرأة: ۲۳۰ ، ۲۳۲، مسلم ، کتاب الطهارة، باب حکم المنی: ۲۸۸ ـ ۲۹۰ ، معرفة السنن و الآثار : ۲۴۳/۲، الدارقطنی: ۱۲۵/۱ ، ابن خزیمة: ۱۴۷/۱ ، ابن حبان: ۱۳۸۰

۲۷۔۲۸: حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ منی کو دھو لیتے پھر آپ ﷺ اسی کپڑے میں نماز ادا فرما لیتے اور میں اس کپڑے پر اس کے نشانات صاف دیکھتی۔ (بخاری و مسلم) اور صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ میں رحمت عالم ﷺ کے کپڑے سے منی کھرچ کر اسے صاف کر دیتی اور آپ ﷺ اسی کپڑے میں نماز ادا فرما لیتے اور مسلم ہی کی ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ جب منی خشک ہو جاتی میں اسے اپنے ناخنوں سے کھرچ کر صاف کر دیتی۔

لغوی تحقیق: افرک: یہ مضموم العین اور مکسور العین دونوں طرح مستعمل ہے، یعنی اسے آپ نصر ینصر اور ضرب یضرب کے وزن پر پڑھ سکتے ہیں۔ افرکه: کی ضمیر منصوب متصل منی کی طرف راجع ہے اور فرکاً مفعول مطلق ہے جو کہ تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ احکه: کی ضمیر منصوب متصل بھی منی کی طرح راجع ہے۔ یابسا: حال ہے یعنی منی خشک ہونے کی صورت میں کپڑے کو مل کر یا منی کو کھرچ کر کپڑے سے اتار دیتی تھیں۔

تشریح: محترمہ عائشہ ؓ سے یہ حدیث متعدد الفاظ سے منقول ہے، ایک روایت میں ہے کہ میں پانی کے ذریعے کپڑے سے منی کے اثرات صاف کر دیتی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ دھونے کی وجہ سے نمی کے اثار آپ ﷺ کے اس کپڑے پر نمایاں نظر آتے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اسی حال میں نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے۔ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ میں اس کپڑے پر نمی کے نشانات دیکھتی۔ امام بخاری ؒ نے محترمہ عائشہ ؓ سے مروی یہ روایت متعدد طرق سے نقل کی ہے ان تمام طرق میں کپڑا کا دھونا ہی

مذکور ہے۔امام مسلمؒ نے یہ روایت بھی محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے نقل کی ہے اس میں ملنا اور کھرچنا بھی منقول ہے امام بیہقی نے **معرفة السنن** (۲۴۳/۲) میں، امام دارقطنی، امام ابن خزیمہ اور امام ابن جوزیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس روایت میں، **الحت اور الفرک** کے الفاظ نقل کیے ہیں۔بیہقی میں مذکور حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں عام طور پر رحمت عالم ﷺ کے کپڑے کو کھرچ کر صاف کر دیتی تھی اور آپ ﷺ اسی کپڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے، اسی سے ملتے جلتے الفاظ امام دارقطنی، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبانؒ نے (۲۱۹/۴) بھی ذکر کیے ہیں۔امام ابن حبان نے یہ روایت جس سند سے نقل کی ہے اس سند کے تمام رواۃ صحیح بخاری کے ہیں۔

اسی مفہوم کی ایک روایت امام دارقطنی اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ سے منی لگے ہوئے کپڑے کی بابت پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا " یہ تھوک اور بلغم کے حکم میں ہے اگر آپ کپڑے کو چکنے پتھر کے ٹکڑے یا اذخر نامی گھاس کے تنکوں سے کھرچ کر کپڑے سے الگ کر دیں تو یہ آپ کے لئے کافی ہوگا۔"

نوٹ: حافظ ابن حجرؒ کے انداز سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ان کے نقل کردہ پہلے الفاظ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ہیں اور دوسری دونوں روایات فقط صحیح مسلم کی ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ پہلی روایت کے الفاظ بھی صحیح مسلم کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے مؤلف رحمہ اللہ نے پہلی روایت کو صحیحین کی طرف منسوب کر دیا ہے کیونکہ دونوں میں کپڑے کو دھونے کا ذکر ہے جبکہ ملنے اور کھرچنے کا ذکر صرف صحیح مسلم میں ہے اس لئے دیگر دونوں روایات کو مسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن ان دونوں روایات کے یہی الفاظ مسلم میں کسی ایک طریق میں مذکور مجھے نہیں ملے۔(واللہ اعلم)

مذکورہ بالا طرق سے واضح ہوا کہ اگر کپڑے پر لگی ہوئی منی تر ہے تو کپڑے کو دھونا چاہیے اور اگر خشک ہے تو پھر کپڑے کو دھونا ضروری نہیں اگر کوئی شخص اسے ہاتھ یا تنکہ وغیرہ سے کھرچ ڈالے یا کپڑے کو اچھی طرح مل دے تو کافی ہے۔منی کے پاک یا ناپاک ہونے کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔احناف، ھادویہ اور مالکیوں کے نزدیک منی ناپاک ہے، ان کے نزدیک منی ناپاک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تر منی کو دھونا ضروری ہے اور دھویا اس چیز کو جاتا ہے جو ناپاک ہو۔نیز یہ پیشاب کے راستے خارج ہوتی ہے، اس لیے یہ بول و براز کی طرح ناپاک ہے۔ان میں سے بعض کا یہ کہنا ہے کہ منی تر ہو یا خشک ہر حال میں اسے دھونا ضروری ہے۔یہ حضرات کھرچنے یا ملنے سے متعلق حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کپڑے کو دھونے سے پہلے منی کو کھرچ کر صاف کر دیتی تھیں اور بعد میں اسے دھو ڈالتی تھیں۔ان کی یہ تاویل تار عنکبوت سے بھی کمزور تر ہے۔

امام شافعی، امام داود ظاہری، امام احمد اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی اور حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک منی پاک ہے، ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں کپڑے کو مل کر یا کھرچ کر صاف کرنا منقول ہے نیز ان کا یہ کہنا کہ جن احادیث میں میں دھونا یا غسل کرنے کا حکم مذکور ہے اس سے یہ قطعاً مراد نہیں کہ یہ حکم نجاست کی وجہ سے ہے بلکہ یہ تو نظافت کی وجہ سے ہے۔ان کی تیسری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے منی کو تھوک اور بلغم کی مثل قرار دیا ہے۔تھوک اور بلغم بالاتفاق ناپاک نہیں، لہٰذا منی بھی ناپاک نہیں ہے۔

اس بارے میں ایک تیسرا مسلک بھی ہے۔ان کے نزدیک آپ ﷺ کی منی اور دیگر فضلات پاک ہیں جبکہ باقی لوگوں کے ناپاک ہیں۔وہ ان احادیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہ منی خالص آپ ﷺ کی نہیں ہوتی تھیں بلکہ اس میں آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ کی منی کا امتزاج ہوتا تھا کیونکہ آپ ﷺ کی منی کے خروج کا سبب احتلام نہیں ہوسکتا، الغرض اس سلسلہ میں جتنی بھی احادیث منقول ہیں ان سے

تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ منی ناپاک نہیں ہے۔البتہ اس مسئلہ میں وقت ضائع کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ منی پاک ہو یا ناپاک ہر دو حالتوں میں کپڑے اور جسم سے منی کو دور کرنا ضروری ہے اور غسل کرنا بھی فرض ہے۔

فقہی احکام: (۱) منی سے متاثرہ کپڑا اگر تر ہو تو اسے دھونا لازم ہے۔(۲) اگر خشک ہو تو صرف کھرچنے اور ملنے پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے۔(۳) منی کے نشانات کی موجودگی میں بھی نماز درست ہے۔ (۴) نماز کی ادائیگی کے لئے متاثر تر کپڑے کو دھونے کے بعد اس کے خشک ہونے کا انتظار کرنا ضروری نہیں۔

۲۹: وَعَنْ أَبِي اَلسَّمْحِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ اَلنَّبِيُّ ﷺ يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ اَلْجَارِيَةِ ,وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ اَلْغُلَامِ . أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ

ابوداود ، كتاب الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب : ۳۷۶، النسائي ، كتاب الطهارة ، باب بول الجارية : ۲۹۳،

الحاكم : ۱۶۶/۱ ، ابن خزيمة : ۱۴۳/۱ ، الدارقطني : ۱۳۰/۱ ، البيهقي : ۴۱۵/۲

۲۹: حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "لڑکی کے پیشاب کی وجہ سے کپڑے کو دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب کی وجہ سے کپڑے پر چھینٹے مار لیے جائیں۔"

لغوی تحقیق: سمح :سین پر زبر اور میم پر جزم ہے۔جارية :بالغ اور نابالغ ہر طرح کی بچی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔یرش : یہ رش سے ماخوذ ہے یعنی چھڑکنا۔

تشریح: حاکم (۱/۱۷۱) ابن ماجہ (۵۲۶) اور ابن خزیمہ (۱/۱۴۳) حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ سے درج ذیل الفاظ نقل کرتے ہیں، کہ میں رحمت عالم ﷺ کی خدمت پر مامور تھا اسی دوران رحمت عالم ﷺ کو حسن یا حسین رضی اللہ عنہما پیش کیے گئے، اس نے آپ ﷺ کی چھاتی پر پیشاب کر دیا، میں رحمت عالم ﷺ کے کپڑے دھونے کیلئے آگے بڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لڑکی کے پیشاب کرنے کی وجہ سے کپڑا دھویا جائے۔ " امام احمد، امام ابن ماجہ (۵۲) امام ابن خزیمہ (۱/۱۴۳) اور امام حاکم (۱/۱۷۱) نے حضرت لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے جو روایت نقل کی ہے اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پیشاب کرنے کا ذکر ہے نیز اس میں لڑکی اور لڑکے کی جگہ مذکر اور مؤنث کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔امام ابن حبان (۲۱۲/۴) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے اس میں غلام اور جاریہ کے الفاظ ذکر ہوئے ہیں۔اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ کپڑے یا جسم پر لڑکی یا لڑکا پیشاب کر دے تو اسے پاک کرنے کے طریقے مختلف ہیں، اگر لڑکی پیشاب کر دے تو متاثرہ مقام کو دھو کر پاک کیا جائے اگر لڑکا پیشاب کر دے تو متاثرہ جگہ کو چھینٹے مار کر پاک کیا جائے۔حضرت قتادہؒ جو اس حدیث کے رواۃ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں یہ فرق اس وقت تک ہے جب تک لڑکے کی خوراک فقط دودھ ہو اور جب اس کی خوراک میں دیگر غذائیں شامل ہو جائیں تو پھر مذکورہ تفریق ختم ہو جائے گی یعنی دونوں کے پیشاب کو دھو کر پاک کیا جائے گا۔حضرت قتادہؒ کا یہ قول مرفوع اور موقوف احادیث سے ماخوذ ہے مگر اس روایت کے تمام طرق ضعیف ہیں، تاہم امام بیہقیؒ کے بقول یہ تمام طرق مل کر ایک مضبوط دلیل بن جاتے ہیں۔لڑکے اور لڑکی کے شیر خوارگی کے ایام میں الگ الگ احکام ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کی تین آراء ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عطاء، امام شافعی، امام حسن بصری، امام احمد اور امام اسحاقؒ کا فتویٰ اس حدیث کی روشنی میں ہے یعنی ان کے نزدیک دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔احناف، ھادویہ اور مالکیوں کے نزدیک دیگر نجاست کی طرح دونوں کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔امام اوزاعی کے نزدیک دونوں کے لیے چھینٹے کافی ہیں۔

تفریق کا سبب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں کے پیشاب کی نجاست ایک جیسی ہے اور دونوں کا حکم الگ الگ ہے، ایک جیسی نجاست پر الگ الگ حکم کا سبب شرح المصابیح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی زیادہ چاہت فطری طور پر لڑکوں کی طرف ہوتی ہے، اس لیے وہ انہیں اکثر اٹھائے رکھتے ہیں، اس مناسبت سے کپڑوں یا جسم پر زیادہ پیشاب لڑکے ہی کرتے ہیں، بنابریں شریعت نے بار بار دھونے کی تکلیف سے بچانے کے لیے لڑکے کے پیشاب سے متاثرہ مقامات پر چھینٹے مارنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عام طور پر لڑکے کا پیشاب جسم یا کپڑوں کو چھینٹوں کی صورت میں متاثر کرتا ہے، اس لیے اس پر چھنٹے مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

فقہی احکام: (۱) لڑکی اور لڑکے ہر دو کا پیشاب ناپاک ہے۔ (۲) اہل بیت کا بول و براز بھی ناپاک ہے۔ (۳) لڑکی کے پیشاب سے متاثرہ کپڑے کو دھویا جائے۔ (۴) لڑکے کے پیشاب سے متاثرہ کپڑے پر چھینٹے مار لینا بھی کافی ہے۔

۳۰: وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ "تَحُتُّهُ ,ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ , ثُمَّ تَنْضَحُهُ ,ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الحیض، باب غسل دم الحیض :۳۰۷، مسلم ، کتاب الطهارة ،باب نجاسة الدم و کیفیةغسله : ۲۹۱/۱۱۰، النسائی: ۱۹۵/۱، ابوداود : ۳۶۰ ، ۳۶۲، الترمذی :۱۳۸، ابن ماجة : ۶۲۹، ابن خزیمة:۲۷۵

۳۰: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے حیض کے اس خون کے بارے میں جو کپڑوں کو لگ جائے ارشاد فرمایا: "پہلے اسے کھرچ ڈالو پھر پانی سے خوب مل کر دھولیا کرو پھر اس پر خوب پانی بہا کر اچھی طرح صاف کرلیا کرو۔ " (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **اسماء:** ہمزہ کو زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ **تحته:** علامت مضارع تاء مفتوح، فاء کلمہ حاء مضموم اور تاء مشدد ہے۔ **تقرصه:** علامت مضارع مفتوح، قاف ساکن اور راء مضموم ہے۔ **تنضحه:** علامت مضارع مفتوح، نون ساکن اور ضاد مفتوح ہے جبکہ ضاد کو مکسور پڑھنا بھی درست ہے۔ **تحته :** میں (ہ) ضمیر منصوب متصل ہے اور یہ دم کی راجع ہے یعنی خون کو کھرچ لیا کرو۔ **تقرصه** اور **تنضحه** میں (ہ) ضمیر منصوب متصل ہے اور یہ **الثوب** کی راجع ہے یعنی کپڑے کو خوب مل لیا کرو اور اس پر اچھی طرح پانی بہا کر صاف کرلیا کرو۔ **تحته** بمعنی **تحکه** ہے یعنی کھرچ لیا کرو۔ **تقرصه** بمعنی **تدلکه** ہے یعنی اس کپڑے کو خوب اچھی طرح مل لیا کرو۔ **نضح** بمعنی رش ہے **تنضحه** بمعنی **تغسله بالماء** یعنی اسے پانی سے اچھی طرح دھویا کرو، ہم نے نضح کو دھونے کے معنی میں اس لیے لیا ہے کہ بہت سی احادیث میں اس کی جگہ لفظ غسل ہی استعمال ہوا ہے۔

تشریح: مذکورہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔ صحیحین کے علاوہ یہ روایت امام ابن ماجہ (۶۲۹) نے اپنے طریق سے ان الفاظ میں ذکر کی ہے کہ "تم اس خون کو پہلے کھرچ لیا کرو پھر انہیں اچھی طرح دھو کر انہیں کپڑوں میں نماز پڑھ لیا کرو۔" امام ابن ابی شیبہ (۱۷۷/۱) نے اپنے طریق سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں "تم حیض کا خون پانی سے صاف کرلیا کرو پھر اسے اچھی طرح صاف کر کے اس میں نماز پڑھ لیا کرو۔ امام احمد (۳۵۵/۶)، امام نسائی (۱۵۴/۱)، امام ابن ماجہ (۶۲۸)، امام ابن خزیمہ (۱۴۱/۱) اور امام ابن حبانؒ (۲۳۵) نے یہ روایت حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ انہوں نے رحمت عالم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جس کپڑے کو خون حیض لگ جائے اسے کیسے صاف کیا جائے؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "اسے پہلے چکنے پتھر سے کھرچ لو پھر پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ اسے دھولو۔" امام ابن قطان کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند اعلی درجہ کی ہے۔ حیض کا خون ناپاک ہے اس لیے اسے پانی سے پاک

کرنا ضروری ہے، حیض کا خون چونکہ کپڑے میں اچھی طرح سرایت کر جاتا ہے اس لیے رحمت عالم ﷺ نے اسے اوّلاً رگڑنے اور کھرچنے کا حکم دیا ہے، رگڑنے اور کھرچنے کے بعد انہیں اس پانی سے دھویا جائے جو بیری کے پتے ڈال کر گرم کیا گیا ہوتا کہ بڑی حد تک اس کا نشان زائل ہو سکے، اگر اس کے باوجود بھی اس کے نشانات ظاہر ہوں تو پھر اس کپڑے میں نماز وغیرہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ عنقریب ذکر ہونے والی حدیث میں صراحتاً مذکور ہے۔

فقہی احکام: (۱) حیض کا خون ناپاک ہے۔ (۲) اسے دھونے سے پہلے رگڑنا چاہیے۔ (۳) نشانات دور کرنے کیلئے گرم پانی استعمال کیا جائے۔ (۴) پوری کوشش کے باوجود اگر نشانات رہ جائیں تو ادا ئیگی نماز میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۳۱: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَتْ خَوْلَةُ يَا رَسُولَ اَللَّهِ ,فَإِنْ لَمْ يَذْهَبِ الدَّمُ؟ قَالَ "يَكْفِيكِ اَلْمَاءُ ,وَلَا يَضُرُّكِ أَثَرُهُ" أَخْرَجَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَسَنَدُهُ ضَعِيفٌ**

ابوداود، کتاب الطهارة ،باب المرأة تغسل ثوبهاالذی تلبسه فی حیضها :۳۶۵، ۳۶۴، احمد ۳۶۰/۲ (۸۹۴۸)،

البیهقی: ۴۰۸/۲، الطبرانی ۲۴۱/۲۴

تنبیہ: حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ روایت کتب ستہ میں سے صرف ابوداؤد میں ہے لہذا یا تو حافظ صاحب سے تسامح ہوا ہے یا پھر کسی نساخ سے غلطی ہوئی ہے۔

۳۱: حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خولہ ؓ نے رحمت عالم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! خون حیض کا اثر اگر زائل نہ ہو؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "پانی کے ساتھ اچھی طرح دھو لینا آپ کے لیے کافی ہے، دھونے کے باوجود اس کے نشانات کا باقی رہنا تیرے لیے مضر نہیں۔" اسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

لغوی تحقیق: خولہ کی خاء پر زبر اور واؤ پر جزم ہے ان کے والد کا نام یسار ہے۔

تشریح: ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ خولہ بنت یسار کا تذکرہ فقط اسی حدیث میں مذکور ہے، امام طبرانیؒ نے اسی مضمون کی حدیث خولہ بنت حکیم سے نقل کی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ سے استفسار کیا کہ میرے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے جب وہ خون حیض سے آلودہ ہو جائے تو پھر میں کیا کروں؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا " اسے دھو کر اسی میں نماز پڑھ لیا کرو۔ " وہ کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ دھونے کے باوجود خون کے نشانات باقی رہ جاتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:" خون حیض کے نشانات کا باقی رہنا تیرے لیے مضر نہیں۔" امام دارمیؒ نے حضرت عائشہ ؓ سے موقوف روایت بیان کی ہے۔، حضرت عائشہ ؓ نے سائلہ سے فرمایا خون حیض صاف کرنے کے باوجود اگر اس کے نشانات زائل نہ ہو تو پھر ان نشانات پر زعفران یا زرد رنگ کی خوشبو مل لیا کرو۔

امام ابوداؤد (۳۶۴) نے بھی یہ روایت موقوفاً نقل کی ہے۔ اس حدیث کو فاضل مؤلف ؒ نے ابن لهیة کی وجہ سے ضعیف کہا ہے مگر بعض ماہرین فن کا یہ کہنا ہے کہ جب اس سے عبداللہ بن وھب یا عبداللہ بن مبارک یا عبداللہ بن یزید المقری روایت کریں تو اس وقت اس کی روایت صحیح ہوگی۔ مذکورہ روایت اس سے ابن وھب نقل کرتے ہیں لہذا یہ روایت صحیح ہے۔

فقہی احکام: (۱) نجاست عین کو زائل کرنے سے متاثرہ چیز پاک ہو جاتی ہے اگر چہ اس نجاست کی رنگت متاثرہ چیز میں برقرار رہے۔ (۲) خون حیض کی رنگت اور بو کو حتی الوسع زائل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۴۔ بَا بُ الْوُضُوْءِ وضو کے بیان میں

لغوی تحقیق: وضو: واؤ پر ضمہ پڑھا جائے تو پھر اس سے مراد وضو بنانا ہے اور اگر واؤ پر فتحہ پڑھا جائے تو پھر وضو کا پانی ہے، اس کا مصدر بھی اسی وزن پر آتا ہے۔

وضو کی اہمیت وفرضیت

وضو کا شمار نماز کی سب سے اہم شرائط میں ہوتا ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ بے وضو آدمی کی نماز قبول نہیں کرتا۔" ایک روایت میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کو ایمان کا اہم جز قرار دیا ہے۔ "وضو کی فرضیت قرآن حکیم سے بھی ثابت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔(جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو، اپنے سر کا مسح اور اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولیا کرو۔ مائدہ:٦) یہ آیت مدنی ہے وضو کی فرضیت کے بارے میں اس آیت کے علاوہ کوئی اور نص موجود نہیں اسی لیے محققین کا یہ کہنا ہے کہ وضو مدینہ میں فرض ہوا ہے۔

وضو کے فضائل

وضو کے بہت سے فضائل وفوائد ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں، امام مالک رحمہ اللہ (موطا:٦٠) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی مسلمان وضو کرتے وقت اپنا چہرہ دھوتا ہے تو چہرے کے دھونے کی وجہ سے اس کے وہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو اس کی آنکھوں کے ذریعے سرزد ہوئے تھے اور جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کے دھونے کے ساتھ ہی اس کے وہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو ہاتھوں کے ذریعے سرزد ہوئے تھے اور جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جن کے صدور کا سبب اس کے پاؤں تھے۔" اس طرح وضو کرنے سے وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اسی مضمون کی ایک اور مفصل روایت امام مالک (مؤطا:٥٩) نے حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب مؤمن آدمی وضو کرتے وقت کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے سارے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور جب وہ ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کی ناک کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اسکی آنکھوں کے پردے بھی ان گناہوں سے صاف ہو جاتے ہیں جن کا موجب ان کی آنکھیں بنی تھی اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے کی جگہ بھی گناہوں سے پاک ہو جاتی ہے اور جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ اس طرح معاف ہو جاتے ہیں کہ اس کے کان بھی گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاؤں کے ناخنوں سے نیچے کے مقامات بھی گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں، اس کے بعد وہ مسجد کی طرف چلتا ہے تو اس کی نماز اس کے لئے خالصتاً بچت ہوتی ہے۔" یہی مفہوم متعدد احادیث میں بیان ہوا ہے۔ اہل تحقیق کا خیال ہے کہ وضو اس امت کے خصائص میں سے نہیں تاہم وضو کے مقامات کا قیامت کے روز روشنی دینا اس امت کے خصائص میں سے ہے۔

۳۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اَللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ" أَخْرَجَهُ مَالِكٌ ,وأَحْمَدُ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ، وَذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا.

مؤطاامام مالک ،باب ماجاء فی السواک ۱ /۱۴۳ ، النسائی (السنن الکبری): ۲/ ۱۹۸ ، مسند احمد : ۷۳۴۶ ،۷۵۱۶ ، صحیح ابن خزیمة ، کتاب الوضو ، باب ذکر الدلیل ان الامر بالسواک امر فضیلة : ۱۳۹ ، البخاری ، کتاب الجمعة ، باب السواک یوم الجمعة :۸۸۷

۳۲: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"اگر میں مسواک کوامت کے لیے باعث مشقت نہ سمجھتا تو انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا" اسے امام مالک ،احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے،ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے، بخاری نے یہ روایت معلق بیان کی ہے۔

لغوی تحقیق: **السواک**:سین کی زیر کے ساتھ مستعمل ہے۔مسواک کرنے کے عمل کوبھی مسواک کہتے ہیں اوراس لکڑی یااس آلہ کوبھی مسواک کہتے ہیں جودانتوں کی صفائی کے لیےاستعمال ہوتا ہے۔ **اشق** : یہاں یہ لفظ **ان اثقل علیھم** کے معنی میں استعمال ہوا ہے نیز یہ لفظ قرآن حکیم میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ **لو لا ان اشق** : اگر میں باعث مشقت خیال نہ کرتا یامجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ میں مسواک کاحکم دے کراپنی امت کومشکلات سے دوچار کردوں گا تو **لا مرتھم بالسواک** : میں انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا یعنی ہر وضو کے ساتھ مسواک کولازم قرار دے دیتا۔

تشریح: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوع،موقوف ہر دوطرح سے منقول ہے امام مالکؒ کے بعض تلامذہ نے یہ حدیث امام مالک (۶۶/۱) سے موقوفاً نقل کی ہے یعنی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ اگر مسواک کواپنی امت کے لیے باعث مشقت خیال نہ کرتے تو انہیں ضرور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتے۔ یہ حدیث اگر چہ سنداً موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے یہی الفاظ رحمت عالم ﷺ سے مرفوعاً بھی نقل کیے ہیں جیسا کہ روح بن عبادہ اور عبداللہ بن یوسف نے امام مالک سے نقل کیا ہے۔اس حدیث کوامام ابن خزیمہ (۷۳/۱) نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔امام مالک سے عبداللہ بن یوسف اوراحمد بن ابی بکر نے مع کل وضوء کی جگہ عند کل صلاۃ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔یعنی اگر میں مسواک کواپنی امت کے لیے باعث مشقت خیال نہ کرتا تو میں اپنی امت کوحکم دیتا کہ وہ ہر نماز سے پہلے مسواک کریں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جومرفوع حدیث منقول ہےاس میں "**لا مرتھم مع الوضوء بالسواک عند کل صلاۃ**"(ابن حبان:۳/۳۵۲) کے الفاظ مذکور ہیں یعنی رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:" اگر میں مسواک کوباعث مشقت خیال نہ کرتا تواپنی امت کوحکم دیتا کہ وہ ہر نماز کے ہر وضو کے ساتھ مسواک کیا کریں۔" یہ حدیث رحمت عالم ﷺ سے حضرت زید بن خالد جہنی ،حضرت زینب بنت جحش ،حضرت عباس بن عبدالمطلب ،حضرت ام حبیبہ،حضرت عبداللہ بن عمر،حضرت سہل بن سعد،حضرت جابر،حضرت انس،حضرت ابوایوب ،حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی نقل کرتے ہیں ،حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کوفتح الباری میں درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں ،اس حدیث کی صحت پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے۔امام ابن مندہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جن کبار علماء نے یہ لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کواپنی صحیح میں درج نہیں کیا وہ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو بلوغ المرام میں نقل کرنے کے بعد اس کے مصادر ومراجع میں مؤطا،مسند احمد،نسائی اورابن خزیمہ کا ذکر کیا ہے جبکہ امام بخاری کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کوتعلیقاً نقل کیا ہے حالانکہ صحیح بخاری میں یہ حدیث موصولاً بھی ہے۔حافظ ابن حجرؒ کے اس انداز سے بظاہر یہی عیاں ہوتا ہے کہ شیخین نے اس حدیث کواپنی صحیح میں درج نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اس حدیث کونقل کرنے بعد اسے صحیحین کی طرف منسوب نہیں کیا،فقط مالک،نسائی اور

ابن خزیمہ کی طرف منسوب کیا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حافظ کو وہم ہوا ہے کیونکہ محدثین کے ہاں یہ قاعدہ معروف ہے کہ جس حدیث کو شیخین نے اپنی صحیح میں درج کیا ہو اس حدیث کو کسی دوسرے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی طرف منسوب کرنے کی بجائے فقط صحیحین کی طرف منسوب کرنے پر ہی اکتفا کیا جائے۔ہاں البتہ جن مؤلفین نے اپنی تالیفات میں فقط متفق علیہ احادیث درج کی ہیں انہوں نے ہر حدیث کو درج کرنے کے بعد اس کے مصادر کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ علامہ عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسیؒ نے **عمدۃ الاحکام** میں فقط صحیحین میں منقول احادیث نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) ہر وضو یا ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا فرض تو نہیں البتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔جمہور اہل علم نے اسے مسنون ہی قرار دیا ہے۔(۲) مسواک رحمت عالم ﷺ کی سنت ہی نہیں بلکہ جملہ انبیاء ورسل کی بھی سنت ہے۔(۳) مسواک سے نہ صرف دانت صاف کیے جائیں بلکہ زبان بھی صاف کی جائے۔(۴) اگر وضو پہلے سے موجود ہے تو بھی تکبیر تحریمہ سے پہلے مسواک کرنی چاہیے۔(۵) نماز اور وضو کے علاوہ بعض دیگر مواقع پر بھی مسواک کرنا مسنون ہے مثلاً بیدار ہونے کے بعد (۶) منہ کا ذائقہ تبدیل ہونے پر بھی مسواک کرنا مسنون ہے۔(۷) مسواک کسی بھی درخت سے بنائی جا سکتی ہے اسی طرح تازہ ہو یا خشک ہر دو طرح کی استعمال کی جا سکتی ہے البتہ سب سے بہتر مسواک پیلو کی ہے۔

۳۳: وَعَنْ حُمْرَانَ مولی عثمان أَنَّ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ دَعَا بِوَضُوءٍ ,فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ,ثُمَّ مَضْمَضَ ,وَاسْتَنْشَقَ, وَاسْتَنْثَرَ ,ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ,ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ اَلْيُمْنَى إِلَى اَلْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ,ثُمَّ اَلْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ,ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ,ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ اَلْيُمْنَى إِلَى اَلْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ,ثُمَّ اَلْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ,ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری ، کتاب الوضوء ، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا : ۱۵۹ ، مسلم ،کتاب الطهارة ،باب صفة الوضوء و کماله : ۲۲۶ ،مسند احمد : ۵۸/۱ ، ابوداود : ۱۰۶ ، النسائی : ۱۲/۱ ، الطحاوی : ۳۴/۱، ابن ماجة : ۲۸۵

۳۳: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حمرانؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا اور اس سے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو تین بار دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، اور جھاڑ کر صاف کیا، پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا، پھر دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر اسی طرح بائیں ہاتھ کو دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر دائیں پاوں کو ٹخنے سمیت دھویا، پھر اسی طرح بائیں پاوں کو دھویا، پھر انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

لغوی تحقیق: **حمران:** حاء کی پیش اور راء کی جزم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔**وضو:** واؤ کی فتحہ کے ساتھ وضو کا پانی اور واؤ کے ضمہ کے ساتھ وضو بنانا۔ **المرفق:** میم مکسور، راء ساکن اور فاء مفتوح، میم اور فاء دونوں کو مفتوح پڑھنا بھی درست ہے یعنی کہنی۔ **تمضمض:** یہ **المضمضة** سے مشتق ہے یعنی منہ میں پانی لے کر اسے خوب اچھی طرح ہلانا پھر باہر پھینک دینا۔ **استنشق:** یہ **استنشاق** سے ماخوذ ہے یعنی پانی کو ناک میں لے کر بذریعہ سانس کھینچنا۔ **استنثر:** یہ **استنثار** سے ماخوذ ہے یعنی ناک کو خوب اچھی طرح جھاڑنا تاکہ ناک میں موجود پانی خارج ہو جائے۔ **دعا بوضوء:** وضو بنانے کے لیے پانی طلب فرمایا۔**فغسل كفيه ثلاث مرات:** ہاتھوں کو گٹّوں تک تین بار دھویا۔ **ثم تمضمض:** پانی کو منہ میں لیا پھر کلی کی اور کلی کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پانی کو منہ میں لے کر خوب اچھی طرح

ہلانے کے بعد خارج کیا جائے۔ **واستنشق واستنثر:** ناک میں پانی لیا پھر ناک کو اچھی طرح جھاڑ کر پانی خارج کی دیا۔ **غسل وجهه ثلاث مرات:** پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا۔ **ثم غسل یده الیمنی الی المرفق ثلاث مرات ثم الیسری مثل ذلک:** پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا پھر بائیں کو بھی اسی طرح دھویا۔ **ثم الیسری مثل ذلک:** پھر بائیں ہاتھ کو بھی کہنی تک تین بار دھویا۔ **ثم مسح برأسه:** پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ **رأسه:** کے آغاز میں باحرف جار کا استعمال آیت وضو کی موافقت کی وجہ سے ہے۔ **مسح:** خود بھی فعل متعدی ہے اور اسے باء تعدیہ (حرف جار) کے ساتھ بھی متعدی بنایا جاتا ہے۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہاں باء تعدیہ ہے اسے حذف کرنا اور برقرار رکھنا ہر دونوں طرح درست ہے۔

تشریح: وضو کے بارے میں قرآن حکیم نے جو اجمالا حکم دیا ہے، اس حدیث میں اس کی تفصیل عملی طور پر بیان کی گئی ہے آیت وضو میں حرف جار **الی** استعمال ہوا ہے یہ حرف ابتداء غایت اور انتہاء غایت ہر دو معنوں میں مستعمل ہے۔ یہاں یہ انتہاء غایت کے لیے استعمال ہوا ہے نیز یہ مع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یہاں یہ مع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چند دیگر احادیث بھی اسی معنی کی مؤید ہیں جیسا کہ امام دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ اپنی کہنیوں پر اچھی طرح پانی بہاتے تھے۔ امام دارقطنی نے حمران مولی عثمان سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح دھویا کہ پانی بازو کے اطراف تک پہنچ چکا تھا۔ امام طبرانی اور امام البزار نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نقل کی ہے جس میں وہ رحمت عالم ﷺ کے وضو کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دایاں ہاتھ تین مرتبہ اس طرح دھویا کہ پانی کہنی کے پیچھے تک پہنچ چکا تھا۔ امام طحاوی اور امام طبرانی نے حضرت عباد رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی نقل کی ہے اس میں انہوں نے آپ ﷺ کے طریقہ وضو کو مفصل بیان کیا ہے، اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر وہ اپنے بازؤں کو اس طرح دھوئے کہ پانی کو کہنیوں پر بہائے" ان احادیث میں بعض ضعیف اور بعض حسن ہیں لیکن یہ سب طرق مل کر ایک دوسرے طریق کو تقویت دیتے ہیں۔ امام اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں کہ آیت وضو میں مذکور حرف جار الی: یا تو غایت کے لیے ہے یا پھر وہ بمعنی مع ہے۔

رحمت عالم ﷺ سے مروی قولی اور فعلی احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ الی بمعنی مع ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کہنیوں کا دھونا وضو میں شامل ہے اور میرے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی نے اختلاف نہیں کیا، علما کے اسی اتفاق سے میں سمجھا کہ کہنیوں کا دھونا وضو میں داخل ہے۔ امام زمخشری فرماتے ہیں کہ (الی) حقیقی طور پر تو غایت کے لیے ہے لیکن یہاں کہنیاں دھونے کے حکم میں شامل ہے یا کہ نہیں؟ یہ دلیل کا محتاج ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وضو کے بارے میں یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے بعض طرق مفصل ہیں اور بعض مختصر ہیں، اگر مختصر طرق کو جمع کر دیا جائے تو مفصل روایت بن جاتی ہے۔ ان تمام طرق کو ایک حدیث تصور کر لیا جائے تو پھر یہ صراحت بھی مل جاتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سر کا مسح بھی تین بار فرمایا جس طریق میں تین بار کا ذکر ہے اس طریق کی سند میں عبدالرحمٰن بن وردان نامی راوی موجود ہے جو کہ متکلم فیہ ہے اس کے علاوہ بعض اور روایات میں بھی تین بار کا ذکر ہے لیکن وہ تمام طرق ضعیف ہیں، شاید اسی لیے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریق کو نظر انداز کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا ایک ٹکڑا نقل کیا ہے جس میں سر کا مسح صرف ایک بار مذکور ہے۔ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے یا بعض سر کا اس بارے میں اہل علم مختلف آراء رکھتے ہیں۔ اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ قرآن حکیم میں جو حکم دیا گیا ہے وہ دونوں احتمال رکھتا ہے۔ جن علماء نے بعض سر کا مسح فرض قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ احادیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے

بعض مواقع پر فقط بعض سر کا مسح فرمایا تھا۔ جیسا کہ حضرت عطاؒ سے منقول ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے وضو فرماتے وقت اپنے عمامہ کو اٹھا کر سر کے مقدم حصہ کا مسح فرمایا۔ یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، تاہم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث اس کی مؤید ہے۔ لیکن یہ روایت بھی مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تاہم بعض موقوف روایات سے اسے تقویت حاصل ہے۔ جیسا کہ امام سعید بن منصور اپنی سنن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی موقوف روایت لائے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں صحیح سند سے منقول ہے کہ وہ بعض سر کے مسح کو کافی خیال کرتے تھے۔ امام ابن مندہ لکھتے ہیں کہ کسی صحابی سے اس کا خلاف ثابت نہیں۔

فقہی احکام: (۱) وضو کا آغاز کرتے وقت ہاتھوں کو دھویا جائے۔ (۲) کم از کم ایک بار یا زیادہ سے زیادہ تین بار کلی کی جائے اور یہی طریقہ ناک میں پانی ڈالنے اور وضو کے اعضا دھونے میں اختیار کیا جائے۔ (۳) اعضا کو ایک بار دھونا فرض اور دو یا تین بار دھونا مسنون ہے۔ (۴) پورے سر کا مسح کرنا بہتر ہے تاہم بعض سر کا مسح بھی کافی ہے۔ (۵) سر کا مسح ایک بار ہی کافی ہے۔

۳۴: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فِي صِفَةِ وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَاحِدَةً". أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُد وَ اخرجه الترمذی و النسائی باسناد صحیح [بل قال الترمذی انه اصح شیء فی الباب].

ابوداود ،کتاب الطهارة، صفة وضوء النبی ﷺ : ۱۱۱ ، ۱۱۵ ،الترمذی ،ابواب الطهارة ،باب وضوء النبی ﷺ کیف کان: ۴۸، النسائی : ۱/۶۷، ابن ماجة: ۳۶۲، ابن خزیمة :۱۵۵، ۱۵۸

۳۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ رحمت عالم ﷺ کا طریقہ وضو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے سر کا مسح ایک ہی بار فرمایا۔ اس روایت کو امام ابوداود نے روایت کیا ہے، امام نسائی اور ترمذی نے صحیح سند سے نقل کیا ہے بلکہ امام ترمذی نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اس مسئلہ میں سب سے زیادہ صحیح حدیث یہی ہے۔

تشریح: امام ابوداودؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث چھ طرق سے نقل کی ہے، ان میں سے بعض مفصل ہیں اور بعض مختصر، اس حدیث کے مفصل طریق میں حدیث عثمان کی طرح وضو کا مکمل بیان ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کی نقل کردہ حدیث عثمان میں چونکہ یہ صراحت موجود نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سر کا مسح ایک بار کیا یا زیادہ بار؟ اس لیے مصنف رحمہ اللہ نے مفصل حدیث علی کا وہ حصہ نقل کر دیا جس میں یہ صراحت تھی کہ انہوں نے سر کا مسح ایک بار کیا۔ نیز انہوں نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

سر کا مسح ایک بار کیا جائے یا ایک سے زیادہ بار کیا جائے؟ اس بارے میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض علما کا کہنا ہے کہ دیگر اعضا کی طرح تین بار کیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی دو طرق میں تین بار کا ذکر ہے، ان میں سے ایک طریق کو امام ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے کچھ علما کا کہنا ہے کہ تین بار مسح کرنا درست نہیں کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جو صحیح احادیث مروی ہیں ان سب میں ایک بار ہی مذکور ہے، یہی نظریہ امام ابوداؤد کا ہے، موصوف ان تمام روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جو روایات صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہیں ان سب میں دیگر اعضا کا تذکرہ تو تین بار ہے مگر سر کے مسح کے سلسلہ میں تعداد کا ذکر نہیں، نیز کہتے ہیں کہ دھونے کے مقابلے میں مسح میں آسانی پائی جاتی ہے آسانی کا یہ تقاضا ہے کہ اس میں تکرار نہ ہو۔ جن روایات میں تعداد کا ذکر ہے اول تو وہ روایات ضعیف ہیں اگر وہ صحیح ثابت ہو جائیں تو پھر یہ کہا جائے گا کہ ایسا اس وقت ہے جب غسل کیا جائے۔

امام ابوداؤد کا یہ کہنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے سر کا مسح ایک بار ہی ثابت ہے یہ درست نہیں کیونکہ خود انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ایسی نقل کی ہے جس میں تین بار کا ذکر ہے اور اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے بھی نقل کیا ہے نیز ان کا یہ کہنا کہ

سر کے مسح میں اصل تخفیف ہے درست نہیں کیونکہ یہ فقط ان کا قیاس ہے ظاہر ہے کہ نص کے مقابلے میں قیاس کی کوئی حیثیت نہیں ۔ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ایسا اس وقت ہے جب غسل کیا جائے کیونکہ شارع علیہ السلام سے ثابت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رحمت عالم ﷺ سے مروی اکثر احادیث میں یہی مذکور ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے سر کا مسح ایک بار فرمایا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جن روایات میں تین بار کا ذکر ہے انہیں ان کا معارض قرار دے کر ترک کر دیا جائے ۔ہاں یہ اس صورت میں تھا جب یہ دعوی ہوتا کہ سر کا مسح تین بار واجب ہے جبکہ دعوی یہ ہے کہ تین بار بھی سنت ہے اور سنت اس عمل کو کہتے ہیں جسے کبھی کیا کبھی چھوڑا جائے ۔البتہ سر کا مسح زیادہ طرق میں ایک ہی بار مذکور ہے،اس لیے جمہور علمانے اسی کو اختیار کیا ہے۔

فقہی احکام: (ا) سر کا مسح ایک بار کرنا فرض ہے ۔(۲) تین بار کرنا مستحب ہے۔

۳۵: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ ؓ فِي صِفَةِ اَلْوُضُوءِ قَالَ "وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ,فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي لَفْظٍ لهما "بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ ,حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ,ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى اَلْمَكَانِ اَلَّذِي بَدَأَ مِنْهُ "

البخاری ، کتاب الوضوء ،باب مسح الرأس کله :۱۸۵ ، ۱۹۱ ، مسلم : ۲۳۵، ابوداود: ۱۱۸، الترمذی :۳۲، النسائی: ۱/۷۲، ابن ماجة: ۴۳۴، احمد: ۳۸/۴

۳۵: حضرت عبداللہ بن زید عاصم ؓ سے وضو کے طریقہ کے بارے میں مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کا مسح اس طرح کیا کہ دونوں ہاتھوں کو سر کے آگے سے پیچھے کی طرف لے گئے ، پھر پیچھے سے آگے کی طرف لائے (بخاری ومسلم) بخاری اور مسلم ہی کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ آپ ﷺ نے مسح کا آغاز اپنے سر کے آگے والے حصہ سے کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو گدی تک لے گئے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اسی مقام پر واپس لے آئے جہاں سے مسح کا آغاز کیا تھا۔

لغوی تحقیق: صفة:صاد کی زیر اور فاء کی زبر کے ساتھ ۔قفاہ: قاف اور فاء کی زبر کے ساتھ ۔مقدم: میم پر پیش قاف پر زبر اور دال پر زبر اور تشدید ہے۔

تشریح: آپ ﷺ نے سر کا مسح کرتے وقت مسح کا آغاز اس طرح کیا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو سر کے سامنے والے حصہ پر رکھا پھر سر کو چھوتے ہوئے انہیں گدی تک لے گئے پھر گدی سے واپس پیشانی کی طرف لے آئے ۔بدأ بمقدم رأسه یہ جملہ پہلے جملے یعنی **فأقبل بيده** کی تفسیر ہے۔ **ثم ردهما الى المكان الذى بدأمنه** یہ جملہ دوسرے جملے یعنی **و ادبر** کی تفسیر ہے **فأقبل بيده** کی بظاہر تفسیر تو یہ ہے کہ سر کے مسح کا آغاز گدی سے پیشانی کی طرف ہو کیونکہ اقبال اسی صورت میں ہوگا جب ہاتھوں کو گدی سے پیشانی کی طرف لایا جائے گا، ہاں البتہ صحیح بخاری میں الفاظ اس طرح ہیں، **ادبر بيده و اقبل** یعنی آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو پیچھے کی طرف لے گئے پھر پیچھے سے آگے کی طرف لائے ۔یہی مفہوم درست ہے کیونکہ اس کی وضاحت دوسرے طریق میں موجود ہے ۔حافظ ابن حجرؒ نے یہی مفہوم متعین کرنے کے لیے اس حدیث کا دوسرا طریق نقل کیا ہے

رحمت عالم ﷺ کے طریقہ وضو سے متعلق یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زید ؓ کے علاوہ حضرت مقدام بن معدیکرب ؓ نے بھی تفصیل سے بیان کی ہے اس کے آخر میں **ثم ردهما الى المكان الذى بدأ منه** نقل کیا ہے یہی الفاظ امام بخاری کے شیخ عبداللہ بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زید ؓ سے مروی حدیث میں امام مالکؒ سے نقل کئے ہیں، جبکہ امام مالکؒ سے مروی یہی روایت امام مسلم،امام ابوداود،امام ابن حبان نے امام مالک کے دیگر تلامذہ سے اس طرح نقل کی ہے۔**ثم ردهما حتى رجع الى المكان الذى**

بدأمنه یعنی حتی رجع کے الفاظ مزید نقل کیے گئے ہیں، علامہ ابن دقیق العید نے الالمام میں بھی یہی الفاظ نقل کئے ہیں، جبکہ بلوغ المرام کے قدیم مطبوعہ نسخوں اوراس کی شروحات میں صحیح بخاری کے الفاظ منقول ہیں۔ لیکن شیخ صفی الرحمٰن کی تحقیق سے شائع ہونے والے مطبوعہ نسخہ میں صحیح مسلم والے الفاظ منقول ہیں۔بلوغ المرام کے کسی مخطوطہ میں اگرحتی رجع کے الفاظ موجود ہیں پھرتو شیخ کا یہ کام قابل صد تحسین ہے اور اگرایسانہیں ہےتو پھرشیخ کو یہ الفاظ نقل نہیں کرنے چاہیے تھے کیونکہ امام بخاری نے اپنے شیخ عبداللہ بن یوسف سے یہ الفاظ نقل نہیں کیے۔

مسح کا طریقہ

اقبل و ادبر میں واؤ ترتیب کے لیے ہےلہٰذا مسح کا آغاز سر کے سامنے کے حصہ سے کیا جائے اوراختتام بھی اسی پر کیا جائے۔اس کوحضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی دوسرے طریق میں منقول الفاظ کی تائید بھی حاصل ہے نیز حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث بھی اس کی مؤید ہے۔حدیث میں اقبل واد برمنقول ہے سامنے کی طرف آنے کو اقبال اور مخالف سمت جانے کو ادبار کہا جاتا ہےلہٰذا حدیث کے ظاہری الفاظ کا تقاضا ہے کہ مسح کا آغاز گدی سے پیشانی کی طرف کیا جائے اوراختتام گدی پر کیا جائے حضرت ربیع بن معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی مرفوع حدیث اسی مفہوم کی مؤید ہے۔اس روایت کو امام بیہقی، امام ابوداود اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کوحسن قرار دیا ہے۔علامہ امیر صنعانی نے اس حدیث کوصحیح قرار دیا ہےاور علامہ محمود شارح ابوداود نے علامہ ابن دقیق العید کی تحقیق سے اتفاق کیا ہے،لیکن حافظ ابن حجر نے تلخیص میں اس حدیث پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ حضرت ربیع سے مروی یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے مگران تمام طرق کا مدار عبداللہ بن عقیل پر ہےاوراس میں کلام ہے، حافظ صاحب نے تبصرہ کرکے اس حدیث کے ضعیف ہونے کا اشارہ دیا ہے۔اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہوجائے توان کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ رحمت عالم ﷺ نے ان دونوں طریقوں پرعمل کیا ہے۔تیسرا قول یہ ہے کہ ہاتھ پیشانی سے شروع کرکے چہرے تک لائے جائیں پھرگدی تک لائے جائیں پھر گدی سے پیشانی تک لائے جائیں۔اس قول کے قائلین نے ان دونوں حدیثوں پرایک ساتھ عمل کرنے کی کوشش کی ہےیعنی پیشانی سے چہرے کی طرف ہاتھوں کولانے سے اقبل پرعمل ہوگیا پھروہاں سے گدی تک لے جانے سے بدأمقدم رأسه پرعمل ہوگیاان اقوال میں زیادہ صحیح قول پہلا ہی ہے کیونکہ اس قول کوحضرت مقدام بن معدیکرب سے مروی حدیث سے بھی تقویت ملتی ہےاس حدیث کوامام ابوداود نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ جب وضوفرماتے ہوئے سرکےمسح تک پہنچتے تو آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کواپنے سر کے سامنے والے حصہ پر رکھتے پھرانہیں گدی کی طرف لے جاتے یہاں تک وہ گدی تک پہنچ جاتے پھرانہیں اس مقام پرواپس لے آتے جہاں سے مسح کا آغاز کیا تھا۔

فقہی احکام: (۱)نظری تعلیم کے ساتھ عملی تعلیم بھی دی جائے۔(۲)مسح دونوں ہاتھوں سے کیا جائے۔
(۳)مسح کا آغاز سر کے اگلے حصے سے کیا جائے۔

۳۶: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما فِي صِفَةِ اَلْوُضُوءِ قَالَ "ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ,وَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ اَلسَّبَّاحَتَيْنِ فِي أُذُنَيْهِ, وَمَسَحَ بِإِبْهَامَيْهِ ظَاهِرَ أُذُنَيْهِ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ

ابوداود ، كتاب الطهارة،باب الوضوء ثلاثا ثلاثا:۱۳۵ ، النسائی ،كتاب الطهارة، باب مسح الاذنين : ۶۸/۱، صحيح ابن خزيمة ، كتاب الطهارة ، باب التغليظ في غسل اعضاء الوضوء اكثر من ثلاث : ۱۷۴ ، ابن ماجة : ۴۲۲، احمد ۱۸۰/۲ ، البيهقي : ۷۹/۲

۳۶: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما رحمت عالم ﷺ کا طریقہ وضو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پھر رحمت عالم ﷺ نے اپنے سر کا

مسح کیااور اپنے ہاتھوں کی دونوں تسبیح والی انگلیوں کو اپنے دونوں کانوں میں داخل کیااور اپنے دونوں انگوٹھوں سے کانوں کے بیرونی حصوں کا مسح کیا۔اس روایت کو امام ابوداود اور امام نسائی نے نقل کیا ہے اور امام ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: **عمرو** : کی عین پر زبر اور واؤ پڑھنے میں نہیں آتی۔ **اصبعیه** :اس کے تلفظ سے متعلق دو لغات ہیں یعنی ھمزہ کی زیر اور باء کی زبر کے ساتھ یا ھمزہ اور باء کی پیش کے ساتھ یہ اصبع کا تثنیہ ہے نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گرادیا گیا۔**السباحتین**: یہ **سباحة** کا تثنیہ اور اصبعیہ کی صفت ہے۔ **براسه ، اصبعیه ، اذنیه ، ابهامیه** :ان الفاظ میں (ہ) کی ضمیر استعمال ہوئی ہے اس کا مرجع رسول اللہ ﷺ ہیں حدیث کے منقولہ ٹکڑے میں اگرچہ رسول اللہ ﷺ کا نام منقول نہیں تاہم مفصل حدیث میں موجود ہے۔

السباحة کی وجہ تسمیہ

عندالتسبیح چونکہ اس انگلی کے ساتھ اشارہ کیا جاتا ہے اسی مناسبت سے اسے سباحۃ کہا جاتا ہے یعنی تسبیح بیان کرنے والی انگلی، تسبیح کے لیے اگرچہ صرف دائیں ہاتھ کی انگلی استعمال ہوتی ہے لیکن بائیں ہاتھ کی انگلی بھی چونکہ اسی جگہ پر واقع ہے اس لیے دونوں کو ایک ہی نام سے تعبیر کر دیا گیا ہے حالانکہ بائیں ہاتھ کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرنے کی ممانعت حدیث میں موجود ہے۔ومسح بابھامیہ ظاھر اذنیہ یعنی آپ ﷺ نے اپنے دونوں انگوٹھوں سے دونوں کانوں کے بیرونی حصوں کا مسح فرمایا۔

تشریح: اس حدیث میں سابقہ حدیث کے مقابلہ میں وضو کا مفصل ذکر موجود ہے کیونکہ اس میں کانوں کے مسح کا طریقہ بھی موجود ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے اس حدیث کے اس ٹکڑے کو نقل کر دیا ہے جو پہلی حدیث میں موجود نہیں تھا۔کانوں کے مسح کا ذکر متعدد طرق میں موجود ہے مثلاً مقدام بن معدیکرب سے مروی حدیث جیسے امام ابوداود (۱۲۱) اور امام طحاوی (۲۲/۱) نے نقل کیا ہے اسی طرح حضرت ربیع سے مروی حدیث میں بھی ہے اس حدیث کو بھی امام ابوداود نے بیان کیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام دارقطنی اور امام حاکم نے نقل کیا ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طریق میں کانوں کے مسح کا اس طرح ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے کانوں کا مسح کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں میں دوبارہ پانی لیا۔امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔علامہ ابن دقیق العید نے امام بیہقی پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث میں کانوں کے مسح کا تذکرہ درست نہیں کیونکہ اس روایت کے محفوظ الفاظ اس طرح ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے سر کا مسح کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں میں الگ سے پانی لیا۔لیکن حافظ ابن حجرؒ نے امام بیہقی کے قول کی موافقت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام ترمذی نے اسی طرح نقل کیا ہے۔کانوں کے مسح سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔کان سر میں داخل ہیں اس لیے انہوں نے لکھا ہے کہ اہل علم اس کے قائل و فاعل ہیں

فقہی احکام: (۱) کانوں کے اندرونی اور بیرونی دونوں حصوں کا مسح کیا جائے۔(۲) کانوں کا مسح کرنے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ ہاتھ اچھی طرح تر ہیں یا نہیں؟اگر اچھی طرح تر ہوں تو پھر ہاتھوں میں دوبارہ پانی لینے کی ضرورت نہیں اور اگر اچھی طرح تر نہیں ہیں تو ہاتھوں کو دوبارہ تر کر کے مسح کیا جائے۔(۳)اعضاء کو تین بار سے زیادہ نہ دھویا جائے۔

۳۷: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِذَا اِسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا ,فَإِنَّ اَلشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری ، کتاب بدء الخلق ،باب صفة ابلیس و جنوده :۳۲۹۵، مسلم ،کتاب الطهارة ،باب الایتارفی الاستنثار :۲۳۸،النسائی :

۶۸/۱، ابن خزیمة : ۷۷/۱

۳۷: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" تم میں سے جب بھی کوئی نیند سے بیدار ہو تو تین بار اپنی ناک جھاڑ کر صاف کرے کیونکہ شیطان ہر شخص کی ناک کے نتھنوں کی ہڈی میں رات بسر کرتا ہے۔"

لغوی تحقیق: فلیستنثر ثلاثا : وہ اپنی ناک تین بار جھاڑ کر صاف کرے، صاحب قاموس نے استنثار کو استنشاق کے ہم معنی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ پہلے سانس کے ذریعہ پانی اوپر کی طرف کھینچا جائے پھر سانس کے ذریعہ باہر پھینکا جائے۔ بعض رواۃ نے استنثار اور استنشاق دونوں الفاظ ایک ہی حدیث میں نقل کیے ہیں اس صورت میں استنشاق کے معنی پانی اوپر کھینچے کے جبکہ استنثار کے معنی پانی باہر نکالنے کے ہونگے۔ خیشوم : ناک کے آخری حصہ کو کہتے ہیں بعض نے کہا کہ ساری ناک کو خیشوم کہتے ہیں بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد نتھنوں کی ہڈی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں مذکور حکم، عمومی نوعیت کا ہے، یعنی نیند سے بیدار ہو کر خواہ آپ وضو کریں یا نہ کریں البتہ تین بار ناک ضرور جھاڑ کر صاف کریں لیکن صحیح بخاری میں وضو کی قید مذکور ہے، یعنی جب آپ نیند سے بیدار ہو کر وضو کا ارادہ کریں تو اپنی ناک کو تین بار جھاڑ کر صاف کریں، اسی طرح بعض طرق میں رات کی قید بصراحت مذکور ہے، یعنی جب رات کی نیند سے بیدار ہوں تو تب ایسا کریں۔ اس حدیث میں مذکور لفظ یبیت بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ واضح رہے کہ ناک اور کان دل تک پہنچنے کے وہ دروازے جن پر کواڑ نہیں اس لیے شیطان انہیں استعمال کرنے کی طاقت رکھتا ہے جب کہ حدیث میں ہے کہ بند دروازوں کو کھولنے کی شیطان طاقت نہیں رکھتا۔

نتھنوں کی رطوبت اگرچہ ناپاک نہیں ہے تاہم وہ گندگی میں شمار ہوتی ہے، گندگی شیطان کی مرغوب چیز ہے اسی لیے وہ نتھنوں کو اپنی رہائش کے لئے استعمال کرتا ہے اور وہاں اپنے اثرات چھوڑتا ہے اس بناء پر آپ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ سے تو یہ حکم بظاہر وجوب کے لیے معلوم ہوتا ہے لیکن دیگر احادیث پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حکم استحباب کے لیے ہے۔ جمہور علماء نے اسی مؤقف کو اختیار کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) نیند سے بیدار ہوتے ہی اپنی ناک تین بار جھاڑنی چاہیے۔ (۲) شیطان گندہ ہے اور گندگی کو پسند کرتا ہے۔

۳۸: **وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ " إِذَا اِسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي اَلْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ**

البخاری، کتاب الوضوء، باب الاستجمار وتراً: ۱۶۲، مسلم ، کتاب الطهارة ، باب کراهية غمس المتوضی :۲۷۸، ابن خزیمة: ۷۴/۱، ۷۵ ابو داود: ۱۰۳، الترمذی: ۲۴، ابن ماجة: ۳۹۳، احمد :۲/ ۲۴۱، النسائی : ۶/۱ ،ابن حبان : ۱۰۶۱

۳۸: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا " تم میں سے کوئی ایک جب بھی نیند سے بیدار ہو تو وہ ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں مت ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا ہے (بخاری ومسلم) یہ الفاظ صحیح مسلم میں مذکور ہیں۔

لغوی تحقیق: فلایغمس: علامت مضارع مفتوح اور میم مکسور ہے۔ الاناء : پہلا ھمزہ مفتوح اور دوسرا مکسور ہے۔ فلا یغمس بمعنی لایدخل ہے اور ایک حدیث میں لفظ لایدخل ہی استعمال ہوا ہے۔ ان دونوں الفاظ سے مقصود ہاتھوں کے ذریعے پانی لینا نہیں بلکہ پانی

لینے کے لیے ہاتھ کو برتن میں ڈبونا ہے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مروی ہے ایک طریق میں **فلا یغمس** کی جگہ **فلا یدخل** اور **لا یدری این باتت یدہ** کی جگہ **لا یدری این کانت تطوف یدہ** ہے یعنی وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ کہاں کہاں گھومتا رہا ہے۔ایک طریق میں **فی الاناء** کی جگہ **فی وضوئہ** ہے۔یعنی اس برتن میں ہاتھ مت ڈالے جس میں وضو کا پانی ہو۔ایک طریق میں **اذا استیقظ احدکم من منامہ** کی جگہ **اذا قام احدکم من اللیل** ہے یعنی جب تم سے کوئی ایک رات کو بیدار ہو۔ **مسند البزار** میں **الاناء** کی جگہ **طہورہ** اور ابن خزیمہ میں **فی انائہ او وضوئہ** ہے۔اکثر طرق میں ثلاثا اور بعض طرق میں ثلاثا کی قید مذکور نہیں۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جو شخص بھی نیند سے بیدار ہو وہ اپنے ہاتھوں کو دھوئے بغیر برتن میں مت ڈالے کیونکہ جب شک کی بناء پر ہاتھ دھونے ضروری ہیں تو پھر یقین کی بناء پر دھونے تو بالاولیٰ ضروری ہیں۔

اقوال علماء

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر برتن اتنا بڑا ہو کہ جسے انڈیلنا مشکل ہو اور اس برتن سے پانی نکالنے کے لئے کوئی اور چھوٹا برتن بھی موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اس برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا جاسکتا ہے۔حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کپڑے کے دستانے پہن کر سو جائے اور صبح اٹھ کر دیکھے کہ ان پر کسی قسم کی غلاظت نہیں ہے تو وہ اپنے ہاتھوں کو دھوئے بغیر برتن میں ڈال سکتا ہے کیونکہ اس طرح اسے یقین ہو گیا کہ اس کا ہاتھ کسی غلط جگہ پر نہیں گیا۔حافظ ابن قیم فرماتے ہین کہ یہ حکم تعبدی ہے لہٰذا ہر صورت میں ہاتھ دھونے ضروری ہیں۔امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ حکم رات کی نیند کے لئے ہے

۳۹: وَعَنْ لَقِيطِ بْنُ صَبِرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "أَسْبِغْ اَلْوُضُوءَ ,وَخَلِّلْ بَيْنَ اَلْأَصَابِعِ ,وَبَالِغْ فِي اَلِاسْتِنْشَاقِ ,إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا " أَخْرَجَهُ اَلْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ وَلِأَبِي دَاوُدَ فِي رِوَايَةٍ " إِذَا تَوَضَّأْتَ فَمَضْمِضْ "

ابوداود، کتاب الطهارة، باب الاستنثار: ۱۴۳، ۱۴۲، الترمذی، ابواب الطهارة، باب تخليل الاصابع: ۳۸، النسائی، کتاب الطهارة، باب المبالغة فی الاستنشاق: ۱/ ۶۶، ابن ماجة، ابواب الطهارة و سننها، باب المبالغة فی الاستنشاق: ۴۰۷، ابن خزيمة، کتاب الطهارة، باب الامر بالمبالغة فی الاستنشاق: ۱/۷۸، مسند احمد: ۴/۳۲، ابن حبان: ۱۰۵۴، ۱۰۸۷، الحاکم: ۱/۱۴۷، عبد الرزاق: ۸۵

۳۹: حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" وضو اچھی طرح کیا کرو اور انگلیوں کا خلال کیا کرو اور اگر روزے سے نہ ہو تو پھر ناک میں پانی اوپر تک لے جایا کرو۔" اس حدیث کو امام ابوداود، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابوداود کی بیان کردہ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ "جب تم وضو کرو تو کلی کر لیا کرو"

لغوی تحقیق: **لقیط**: لام مفتوح اور کاف مکسور۔ **صبرہ**: صاد مفتوح اور باء مکسور۔ **اسبغ**: باب افعال سے فعل امر ہے اس لیے ہمزہ مفتوح ہے۔ **اسباغ** بمعنی اتمام مستعمل ہے یعنی اعضاء کو مکمل طور پر دھونا، صاحب قاموس لکھتے ہیں **اسبغ الوضوء** سے مراد یہ ہے کہ اس نے وضو کے اعضاء کو مکمل طور پر اچھی طرح دھویا۔ **خلل**: خلال سے مراد یہ ہے کہ انگلیوں کے درمیان تر انگلی اچھی طرح پھیر کر انگلیوں کے درمیانی حصوں کو تر کرنا۔

تشریح: تین جملوں پر مشتمل یہ الفاظ حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث سے ماخوذ ہیں۔انہیں سے مروی ایک طریق میں وضو کے سلسلہ میں ایک چوتھا جملہ بھی منقول ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں **اذا توضات فمضمض** جب آپ وضو کریں تو کلی بھی کریں۔امام نووی ؒ نے حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کے جمیع طرق کو شرح المہذب میں صحیح قرار دیا ہے۔ویسے بھی ان چار جملوں میں سے ہر جملہ رحمت عالم ﷺ سے متعدد طرق سے منقول ہے،البتہ وہ طرق جن میں پاؤں کی انگلیوں کے خلال کا صراحتاً ذکر ہے،وہ تمام طرق **متکلم فیھا** ہیں۔لیکن یہ چونکہ متعدد طرق سے منقول ہے اس لیے اسے کسی حد تک تقویت حاصل ہے۔

فقہی احکام: (۱)اس حدیث سے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال ثابت ہوتا ہے۔(۲)وضو کو مکمل طور پر کرنا۔(۳)غیر روزہ دار کے لیے ناک کے اوپر تک پانی چڑھانا۔(۴)روزہ دار کے لیے احتیاط سے کام لینا کیونکہ اوپر تک پانی پہنچانے کی صورت میں حلق میں پانی اترنے کا خدشہ ہے جو روزے کو فاسد کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

خلال کا طریقہ:

پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال چھنگلی کے ساتھ کیا جائے جیسا کہ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں صراحت مذکور ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کو وضو بناتے دیکھا آپ ﷺ نے اپنے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال چھوٹی انگلی سے کیا۔

۴۰: **وَعَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ " أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُخَلِّلُ لِحيَتَهُ فِي اَلْوُضُوءِ " أَخْرَجَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ**

الترمذی ، ابواب الطهارة ،باب ماجاء فی تخلیل اللحیة : ۳۱، صحیح ابن خزیمة ، کتاب الطهارة ،باب تخلیل اللحیة فی الوضوء عند غسل الوجه: ۱۵۱ ، ابن ماجة : ۴۳۰، الدارقطنی : ۸۶/۱، مستدرک حاکم: ۱۴۹/۱ ، ابن حبان : ۱۰۸۱ ، عبد الرزاق :۱۲۵

۴۰: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہین کہ رحمت عالم ﷺ وضو کرتے وقت اپنی ڈاڑھی کا خلال فرمایا کرتے تھے۔اس روایت کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے اور امام ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: **اللحیة**:لام کی زیر کے ساتھ،صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ رخساروں اور ٹھوڑی کے بالوں کو **اللحیة** یعنی ڈاڑھی کہتے ہیں

تشریح: یہ ٹکڑا ایک طویل حدیث سے ماخوذ ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلے وضو کرکے دکھایا پھر انہوں نے فرمایا کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کو ایسے ہی وضو کرتے دیکھا ہے۔یہ روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت انس،حضرت علی،حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت ابوامامہ،حضرت عبداللہ بن عمر،حضرت عبداللہ بن عباس،حضرت جابر،حضرت ابودرداء،حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً منقول ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ بھی صراحت ہے کہ رحمت عالم ﷺ کی ڈاڑھی خوب گھنی تھی اور آپ ﷺ جب وضو کرتے تو پانی کا چلو بھر کر اپنی ٹھوڑی کے نیچے ڈاڑھی میں داخل کر کے خلال کرتے اور فرماتے مجھے میرے رب نے ایسے ہی حکم دیا ہے۔

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ،امام ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے،امام ذہبی نے ان آئمہ کی تحقیق سے اتفاق کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، نیز انہوں نے **العلل الکبیر** : ۱۱۵/۱ ،میں حضرت امام بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی کے خلال کے بارے میں جتنی بھی مرفوع احادیث منقول ہیں ان سب میں زیادہ صحیح میرے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے،حضرت امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ مکرم حضرت امام بخاری سے عرض کیا کہ بعض علما اس

روایت پر کلام کرتے ہیں، اس پر امام بخاری نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ البتہ امام یحیٰی بن سعید نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اسی طرح امام احمد بن حنبل فرماتے ہین کہ ڈاڑھی کے خلال کے بارے میں جتنی بھی مرفوع احادیث منقول ہیں ان میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں۔ ابن ابی حاتم نے اپنے والد گرامی حضرت امام ابو حاتم سے یہی نقل کیا ہے لیکن احادیث کے تمام طرق اس امر کے عکاس ہیں کہ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

فقہی احکام: (۱) امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بھول کر خلال نہ کیا تو اس کا وضو درست ہے اور اگر عمداً خلال ترک کر دیا تو اسے دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔ امام اسحاق کی بھی یہی رائے ہے۔ (۲) اس حدیث کے جملہ طرق اور درج بالا آئمہ کی آراء سے یہ واضح ہوا کہ خلال کرنا رحمت عالم ﷺ کی سنت ہے۔

۴۱: **وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ** رضی اللہ عنہ **" أَنَّ النَّبِيَّ** ﷺ **أَتَى بِثُلُثَيْ مُدٍّ ,فَجَعَلَ يَدْلُكُ ذِرَاعَيْهِ " أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ**

مسند احمد : ۳۹/۴، صحیح ابن خزیمة، كتاب الطهارة، باب رخصة فى الوضوء باقل من قدر المد من الماء: ۱۱۸، ابن حبان: ۱۰۸۳، البيهقى: ۱ /۱۹٦، الحاكم: ۱ /۱٦۲، ابوداود: ۹۴، ابوعوانة: ۱ /۲۳۳، النسائى : ۱/۱۸۰، مسلم: ۱ /٦۵۸

۴۱: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں دو تہائی مد پانی پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس پانی سے اپنے ہاتھوں کو ملنا شروع کیا۔ اس روایت کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: اتی : فعل لازم مجہول ہے، اسے باء تعدیہ کے ساتھ متعدد ی بنایا گیا ہے۔ مد : میم مضموم اور دال کی تشدید کے ساتھ ہے۔ یہ قدیم پیمانوں میں شمار ہوتا ہے اس کی مقدار کے بارے میں فقہا میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے، شوافع اور مالکیوں کے نزدیک مد نصف قدح کے برابر ہے۔ اہل حجاز کے نزدیک مد 1.1/3 رطل کے برابر ہے، جبکہ اہل عراق کے نزدیک دو رطل کے برابر ہے عصر حاضر کی اصطلاح کے مطابق اہل حجاز کا مد یعنی 1.1/3 رطل چھ سو گرام کے برابر بنتا ہے۔

مد کی وجہ تسمیہ

یہ مد یمد مدا سے ماخوذ ہے اس کا معنی پھیلانا ہے۔ ایک درمیانے قد کے انسان کے دونوں پھیلے ہوئے ہاتھوں میں جس قدر پانی آتا ہے اس کو مد کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ **یدلک** : مل کر دھوتے۔ **ذراع**: انگلیوں سے کہنیوں تک ذراع یعنی ہاتھ کہتے ہیں۔

تشریح: رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں دو تہائی مد پانی پیش کیا گیا، ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا جس میں دو تہائی مد کے برابر پانی تھا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں بھی یہی الفاظ مذکور ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے دو رطل پانی سے وضو فرمایا۔ امام ابو عوانہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ایک مد کا ذکر ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی ایک مد کا ذکر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں بھی ایک مد ہی مذکور ہے۔ حضرت جابر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بھی مد ہی مذکور ہے۔ لیکن یہ دونوں رواتیں ضعیف ہیں، جبکہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں نصف مد مذکور ہے، یہ روایت بھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس روایت کی سند میں صلت بن دینار متروک ہے۔

آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف مقدار میں پانی استعمال کیا، یعنی آپ ﷺ نے وضو کے لیے کم از کم تقریباً تین سوگرام اور زیادہ سے زیادہ تقریباً ساڑھے سات سوگرام پانی استعمال کیا، ممکن ہے کہ ان طرق کے ظاہری اختلاف کا سبب تعدد غسل ہو یعنی آپ ﷺ نے وضو کے اعضا کو ایک بار دھونے پر اکتفا کیا تو کم پانی استعمال ہوا اور جب تین بار دھویا تو زیادہ پانی استعمال ہوا۔ اس حدیث کے جملہ طرق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پانی کو بے جا صرف نہ کیا جائے حالانکہ اعضائے وضو کو مکمل طور پر دھونا لازم ہے اور آپ ﷺ نے اس فریضہ کی ادئیگی میں بھی پانی کا استعمال کم کر کے امت کو یہ درس دیا کہ پانی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے، اسے بے جا صرف کرنے سے گریز کیا جائے، اعضا کو مل کر دھویا جائے کیونکہ اعضا کو مل کر دھونے سے پانی کا استعمال بھی کم ہوتا ہے اور کوئی حصہ بھی خشک نہیں رہتا۔

فقہی احکام: (۱) وضو کرتے وقت ضرورت سے زیادہ پانی کا استعمال درست نہیں۔ (۲) مناسب پانی کے ساتھ وضو مکمل کیا جائے۔

۴۲: وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ " أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَأْخُذُ لِأُذُنَيْهِ مَاءً خِلَافَ الْمَاءِ الَّذِي أَخَذَ لِرَأْسِهِ " أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَهُوَ عِنْدَ "مُسْلِمٍ" مِنْ هَذَا الْوَجْهِ بِلَفْظٍ " وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ بِمَاءٍ غَيْرَ فَضْلِ يَدَيْهِ ,وَهُوَ الْمَحْفُوظُ "

البیهقی، کتاب الطهارة، باب مسح الاذنین بماء جدید: ۳۵۹، مسلم، کتاب الطهارة، باب فی وضوء النبی: ۲۳۶، الحاکم: ۱/ ۱۵۱ - ۱۵۲، ابوداود: ۱۲۰، الترمذی: ۳۲، المجموع: ۱/ ۴۱۲، الامام: ۱/ ۵۸۰، ابن حبان: ۳/ ۳۶۶، ۳۶۷، مسنداحمد: ۴/ ۴۱، ابن خزیمة: ۱/ ۸۰، ابوعوانة: ۱/ ۲۴۹، الاحکام الوسطی: ۱/ ۱۷۱

تنبیہ: بلوغ المرام کے وہ مطبوعہ نسخے جو پاک ہند میں شائع ہوئے ہیں ان میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فقط امام بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے یعنی امام بیہقی اور امام ترمذی نے اس روایت پر جو صحت کا حکم لگایا وہ بلوغ المرام کے ان نسخوں میں موجود نہیں ہے۔ اسی طرح **فتح العلام شرح بلوغ المرام مطبوعه دار ابن حزم بیروت، سبل السلام مطبوعه دار الفکر بیروت** میں بھی موجود نہیں ہے۔ لیکن **جمعیة احیاء التراث الاسلامی کویت** نے فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کی تعلیق سے جو بلوغ المرام شائع کی ہے اس میں امام بیہقی کا تبصرہ بھی منقول ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: محمد بن احمد بن شفیع اور احمد بن عبد الرحمٰن المجاہد کے مخطوطوں میں یہ اضافہ موجود ہے۔

۴۲: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے سر کا مسح کرنے کے بعد کانوں کا مسح کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں کو دوبارہ تر کیا۔ اس روایت کو امام بیہقی نے نقل کیا ہے امام مسلم نے یہ حدیث اسی سند سے ان الفاظ سے بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھوں کو دھونے کے بعد پھر ہاتھوں کو تر کر کے سر کا مسح کیا اور یہی روایت محفوظ ہے۔

لغوی تحقیق: **یأخذ:** مضموم العین یعنی خاء کے ضمہ کے ساتھ۔ **اذنیه: اذن** کا تثنیہ ہے نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہے اور (ہ) کا مرجع رحمت عالم ﷺ ہیں۔ **الماء:** ہائیڈروجن اور آکسیجن کے مرکب کو الماء کہا جاتا ہے خالص پانی بے رنگ بے ذائقہ اور بے بو ہوتا ہے۔

تشریح: حافظ ابن حجرؒ نے جن الفاظ کو بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے بعینہٖ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث **السنن الکبری** میں موجود نہیں ہے البتہ ان سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ مذکور ہے اور یہی حدیث صحیح مسلم میں بھی اسی سند سے مذکور ہے لیکن صحیح مسلم میں مذکور حدیث کے الفاظ بیہقی میں مذکور الفاظ سے مختلف ہیں صحیح مسلم میں یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے۔ **ومسح براسه بماءٍ غیر فضل یدیه** یعنی جو الفاظ امام مسلم نے نقل کیے ہیں یہی محفوظ ہیں حافظ ابن حجرؒ نے **وهو المحفوظ** کہہ کر امام بیہقی سے مروی الفاظ کے معلول ہونے کا عندیا دیا ہے کیونکہ امام بیہقی نے ان الفاظ سے مروی روایت کو صحیح قرار دیا ہے، امام حاکم نے بھی ان الفاظ کے ساتھ مروی روایت پر صحت کا حکم لگایا ہے جبکہ امام نووی نے **المجموع** میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

معلول ہونے کا سبب

عبدالعزیز اور ھیثم نے اس روایت کے بیان کرنے میں اپنے رفقا کی مخالفت کی ہے، حرملہ کے ماسوا ان کے تمام رفقا نے وہی الفاظ نقل کیے ہیں جو صحیح مسلم کے ہیں جبکہ حرملہ نے یہ روایت دونوں طرح کے الفاظ سے نقل کی ہے، ان کی موافقت میں حرملہ کی جو روایت ہے وہ مستدرک حاکم میں مذکور ہے، جبکہ دیگر رفقاء کی موافقت میں جو روایت ہے وہ علامہ ابن دقیق العید نے **الالمام** میں نقل کی ہے اسی طرح ابن حبان اور ترمذی میں حرملہ عن ابن وھب سے مروی جو حدیث ہے اس میں بھی کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینے کا ذکر نہیں ہے، عبداللہ بن وھب کے دیگر تلامذہ یعنی ہارون بن معروف، ھارون بن سعید، ابو طاہر، عمرو بن السرح، سریج بن نعمان، احمد بن عبدالرحمٰن اور حجاج ابن ابراہیم جب یہ روایت بیان کرتے ہیں تو وہ کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینے کا ذکر نہیں کرتے البتہ ایک دوسرے طریق میں کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینے کا ذکر ہے جیسا کہ محدث عبدالحق نے حضرت جاریہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ کانوں کا مسح کرنے کے لیے ہاتھوں کو دوبارہ تر کرنا چاہیے لیکن اس روایت کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں محدثین کے دو گروہ ہیں جن محدثین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان کے نزدیک کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینا ضروری ہے، امام شافعی اور امام احمد نے اسی کو اختیار کیا ہے اور جن محدثین نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے ان کے نزدیک کان سر میں داخل ہیں لہٰذا کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں۔ اس روایت کے تمام طرق پر نظر عمیق ڈالنے سے ان طرق کے اختلاف کو ختم کیا جا سکتا ہے، یعنی یہ کہا جائے کہ سر کا مسح کرنے کے بعد اگر ہاتھوں پر تری موجود ہو تو پھر نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں اور اگر تری مفقود ہو تو پھر نیا پانی لے لینا چاہیے۔

فقہی احکام: (۱) سر کا مسح کرنے کے بعد اگر ہاتھ تر ہیں تو پھر کانوں کے لیے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں۔

(۲) اگر ہاتھ تر نہیں تو پھر نیا پانی لینا ضروری ہے۔

۴۳: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ "إِنَّ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ ,مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ ,فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ**

مسلم، كتاب الطهارة، باب استحباب اطالة الغرة و التحجيل في الوضوء: ٢٤٦، البخاري، كتاب الوضوء، باب فضل الوضوء و الغر المحجلون من آثار الوضوء: ١٣٦، النسائي: ١/ ١٩٤، ابن ابي شيبة: ١/ ١٦، ابن حبان: ١٠٤٩، الترغيب: ١/ ٩٢، السلسلة الضعيفة: ١٠٤/٣، مسنداحمد: ٣٦٢/٢، فتح الباري: ٢٣٦/١، علل الحديث: ٦٨/١

۴۳: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ " بلاشبہ روز محشر میری امت اس حال میں نمودار ہوگی کہ وضو کے اثرات کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمک رہے ہونگے اور تم اس چمک دمک میں جس قدر بھی اضافہ کر سکتے ہو ضرور کرو۔" بخاری و مسلم اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغوی تحقیق: غر: غین مضموم اور راء مشدد منصوب یہ اغر کی جمع ہے۔ **المحجلین**: یہ **تحجیل** سے ماخوذ ہے علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ وہ سفید چمک دمک ہے جو وضو کے آثار کی وجہ سے ہاتھ اور پاؤں پر ظاہر ہوگی، یہ الفاظ دراصل پاؤں اور پیشانی پر چمکنے والی سفیدی کے لیے ہیں، قیامت کے دن چونکہ آثار وضو کی وجہ سے امت مرحومہ کے ہاتھ پاؤں اور چہرے سفید چمک سے مزین ہونگے اس لیے یہی

الفاظ بطور استعارہ ان کے لیے استعمال کردیئے گئے ہیں۔ **الـوضـوء**: اکثر علما کے نزدیک واؤ مفتوح ہے یعنی وہ پانی جو وضو کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بعض نے واؤ کو مضموم بھی پڑھا ہے اس صورت میں عمل وضو ہوگا۔

تشریح: حافظ ابن حجر نے وہ الفاظ نقل کیے ہیں جو نعیم بن عبداللہ سے سعید بن ابی ہلال نقل کرتے ہیں اس طریق میں ان **یـطـیـل غرته** پر اکتفا کیا گیا ہے اس کا سبب یہ کہ **غرۃ** اور **تحجیل** دونوں لازم وملزوم ہیں اس وجہ سے ایک کی موجودگی دوسرے کی موجودگی پر دلالت کرتی ہے۔ **غرۃ** اور **تحجیل** دونوں میں مقدم الذکر مؤنث ہے اور مؤخر الذکر مذکر ہے مذکورہ حدیث میں مؤنث کے ذکر کو مذکر کے ذکر پر ترجیح دی گئی جس کا سبب یہ ہے کہ **غرۃ** لفظ اگرچہ مؤنث ہے مگر اس کی دلالت چونکہ چہرے پر ہے جبکہ چہرے کو پاؤں پر شرف حاصل ہے اس لیے وہ لفظ ذکر کردیا گیا ہے جو چہرے پر دلالت کرتا ہے۔ صحیح مسلم ہی میں یہ روایت نعیم بن عبداللہ سے جب عمارہ بن غزیہ نقل کرتے ہیں تو وہ غرۃ کے ساتھ **تحجیل** کے الفاظ بھی نقل کرتے ہیں، صحیح مسلم ہی میں یہ روایت عن ابی حازم عن ابی ہریرہ کے طریق سے بھی مروی ہے لیکن اس طریق میں **فـمـن اسـتـطـاع .... فلیفعل** کے الفاظ مذکور نہیں۔ اسی طرح صحیح بخاری میں جو روایت ابوزرعہ کے طریق سے منقول ہے اس میں بھی مذکورہ الفاظ نہیں۔

یہی روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی دو طرق سے منقول ہے اور دونوں میں مذکورہ الفاظ نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دس صحابہ سے منقول ہے مگر کسی صحابی نے بھی یہ الفاظ آپ ﷺ سے نقل نہیں، نیز حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان کے جب دیگر تلامذہ نقل کرتے ہیں تو وہ مذکورہ الفاظ نقل نہیں کرتے، صرف ان سے یہ الفاظ نعیم بن عبداللہ ہی نقل کرتے ہیں، حافظ ابن حجرؒ کا اشارہ اگر ثقہ رواۃ کی طرف ہے، تو پھر ان کا مذکورہ دعوی درست ہے، بصورت دیگر درست نہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت دو اور ایسے طرق سے منقول ہے، جن میں نعیم بن عبداللہ نہیں ہے، مگر ان میں بھی یہ الفاظ مذکور ہیں جیسا کہ مسند احمد میں ہے۔

ان دونوں طرق کا مدار لیث بن ابی سلیم پر ہے اور وہ ضعیف ہے، امام ابو حاتم رازی نے بھی اس طریق کے ضعیف ہونے کا اشارہ دیا ہے۔ نیز نعیم بن عبداللہ سے مسند احمد میں جو روایت منقول ہے اس میں وہ کہتے ہیں کہ میں بالجزم یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ آپ ﷺ کے ہیں یا حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ ان تمام بیانات سے یہ واضح ہوا کہ یہ الفاظ مدرج ہیں علامہ ناصر الدین البانی نے بھی **السلسلہ الضعیفه** میں یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔

فقہی احکام: وضو کے اعضاء کو حد فرض سے زائد دھونا باعث فضیلت ہے مثلاً ہاتھوں کو کندھوں تک اور پاؤں کو گھٹنوں تک جیسا کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا کرنا منقول ہے۔

۴۴: **وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ "كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ ,وَتَرَجُّلِهِ ,وَطُهُورِهُ ,وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ**

البخاری، کتاب الوضوء، باب التیمن فی الوضوء والغسل: ۱۶۸، مسلم، کتاب الطهارة، باب التیمن فی الطهور وغیره: ۲۶۸، ابوداود: ۴۱۴۰، النسائی: ۱/۷۸، الترمذی: ۶۰۸، ابن ماجة: ۴۰۱، ابن حبان: ۳/۳۷۱، ابن خزیمة: ۱/۹۱

۴۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ جوتا پہننے، بالوں کو کنگھی کرنے، وضو کرنے اور دیگر تمام اہم کام کرتے وقت دائیں جانب سے آغاز کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ بخاری و مسلم۔

لغوی تحقیق: **التیمن**: یہ لفظ الف کے بغیر **التیمن** اور الف کے ساتھ **التیامن** ہر دو صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ **التیمن و التیامن**: دائیں جانب سے آغاز کرنا۔ **تنعله**: جوتا پہننا۔ **ترجله**: بالوں کو کنگھی کرنا۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت میں رحمت عالم ﷺ کے پہلے تین (بالوں کو کنگھی کرنا، جوتا پہننا، وضو کرنا) خاص امور کا ذکر کے بعد **فی شان کله** کہہ کر اشارہ فرمایا کہ آپ ﷺ تمام اہم امور کو سرانجام دیتے وقت دائیں جانب سے آغاز فرماتے تھے نیز **فی شانه** کہہ کر جناب کے ان امور کو خارج کر دیا جن کا آغاز آپ ﷺ بائیں جانب سے فرماتے تھے مثلاً بیت الخلاء کو جاتے وقت اور مسجد سے باہر نکلتے وقت وغیرہ۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ کا یہ دائمی اصول ہے کہ وہ تمام امور جو باعث کرامت اور باعث تزئین ہیں ان کا آغاز دائیں طرف سے کیا جائے اور جو ان کے متضاد ہیں ان کا آغاز بائیں طرف سے کیا جائے۔ حافظ ابن حجرؒ نے جو الفاظ نقل کیے ہیں یہ صحیح بخاری کے ہیں، صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں۔" **كان رسول الله ﷺ يحب التيمن في شانه كله في تنعله و ترجله و طهوره** ۔صحیح مسلم ہی میں یہ روایت ان الفاظ سے بھی ہے " **كان رسول الله ﷺ ليحب التيمن في طهوره اذا تطهر وفي ترجله اذا ترجل وفي انتعاله اذا انتعل** " حافظ ابن حبان نے ان الفاظ سے نقل کی ہے۔ **كان يحب التيامن ما استطاع في طهوره وتنعله و ترجله** امام شعبہؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں نے الاشعث سے جب واسط میں سنی تو اس وقت انہوں نے ما استطاع کے الفاظ نقل نہیں کیے لیکن جب انہوں نے یہ روایت کوفہ میں بیان کی تو اس وقت انہوں نے یہ الفاظ بیان کیے، امام ابوداود نے مسلم بن ابراہیم کے توسط سے جو روایت نقل کی ہے اس میں (سواکہ) بھی مذکور ہے یعنی آپ ﷺ مسواک کرتے وقت بھی دائیں طرف سے آغاز فرماتے تھے۔

فقہی احکام: (۱) وہ تمام کام جو تکریم وتزیین سے تعلق رکھتے ہیں ان کا آغاز دائیں جانب سے کرنا مستحب ہے مثلاً بالوں کو کنگھی کرنا، غسل کرنا، بال منڈوانا یا کتروانا، اعضا وضو کو دھونا اور کھانا پینا وغیرہ (۲) خیر کے کاموں کا آغاز بھی دائیں طرف سے کرنا مسنون ہے مثلاً مصافحہ کرنا مسجد میں داخل ہونا وغیرہ۔ (۳) مقام نفرت سے نکلتے وقت بھی دائیں طرف سے آغاز کرنا مسنون ہے مثلاً بیت الخلاء سے باہر آنا وغیرہ۔

۴۵: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "إِذَا تَوَضَّأْتُمْ فابدأوا بِمَيَامِنِكُمْ "أَخْرَجَهُ اَلْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَة**

ابوداود، كتاب اللباس، باب في الانتعال: ۴۱۴۱، الترمذي، ابواب اللباس، باب ما جاء في القميص: ۱۷۶۶، ابن ماجة، ابواب الطهارة، باب التيمن في الوضوء: ۴۰۲، النسائي (السنن الكبرى) : ۹۶۲۹، ابن خزيمة، كتاب الوضوء، باب الامربالتيمن في الوضوء :۱۷۸، الدارقطني: ۱/۸۷۔ ۸۹، احمد: ۲ /۳۵۴، ابن ابي شيبة:۴۱۵/۸، تلخيص: ۱/۱۰۰، ميزان الاعتدال :۱۴۲/۳، ۱۵۷/۴، ابن حبان: ۱۰۹۰

تنبیہ: حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں یہ روایت دار قطنی کے حوالے سے ان الفاظ سے نقل کی ہے ماابالي بيميني بدأت ام بشمالي اذا اكملت الوضوء لیکن دار قطنی نے یہ روایت ان الفاظ سے نقل نہیں کی بلکہ ان الفاظ سے نقل کی ہے جو ہم نے نقل کیے ہیں۔

۴۵: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " جب تم وضو کرو تو اپنے دائیں طرف سے آغاز کیا کرو۔" اسے ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح: امام ابوداود، امام ابن خزیمہ، امام بیہقی اور ابن حبان اس حدیث کے آغاز میں اذا لبستم بھی نقل کرتے ہیں یعنی آپ ﷺ نے فرمایا۔ "جب تم لباس زیب تن کرو یا تم وضو کرو تو دائیں طرف سے آغاز کرو۔"

اسی مفہوم کی حدیث حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرۃ، حضرت انس، حضرت ام عطیہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ابوداود میں، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث صحیحین میں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مسلم میں، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث صحیحین میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ابوداود میں مذکور ہے۔

آپ ﷺ کا دائمی معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ اعضائے وضو کے دائیں اطراف کو پہلے دھویا کرتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی آپ ﷺ نے یہی تعلیم فرمائی تھی، آپ ﷺ کے قول عمل سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے، احناف کے نزدیک نہ تو وضو میں ترتیب واجب ہے اور نہ دائیں اطراف کو پہلے دھونا واجب ہے ان کا کہنا ہے کہ آیت وضو میں واؤ ترتیب کے لیے نہیں بلکہ جمع کے لیے ہے نیز وہ اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اثر بھی نقل کرتے ہیں، جس کے الفاظ اس طرح ہیں **ماابالی اذا اتممت وضوئی بای اعضائی بدأت** یعنی میں دائیں بائیں کا لحاظ رکھے بغیر وضو مکمل کر لیتا ہوں یہ روایت امام دارقطنی نے متعدد طرق سے نقل کی ہے۔ امام دارقطنی نے اگرچہ سنن میں اس اثر کی سند پر کوئی کلام نہیں کیا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس اثر کے تمام طرق ضعیف ہیں، اس اثر کے ایک طریق میں زیاد مولی بنی مخزوم ہے اس پر امام یحییٰ بن معین نے کلام کیا ہے جبکہ دوسرے طریق میں عبداللہ بن عمرو بن ھند ہے اسے امام دارقطنی نے **لیس بالقوی** قرار دیا ہے اگر یہ اثر صحیح بھی ثابت ہو جائے تب بھی آپ ﷺ کے قول و عمل کے مقابلے میں حجت نہیں ہوگا۔

فقہی احکام: (۱) جفت اعضا دھونے کا آغاز دائیں عضو سے کیا جائے۔ (۲) وضو ترتیب سے کیا جائے۔

۴۶: وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ **"أَنَّ النَّبِيَّ** ﷺ **تَوَضَّأَ ,فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ ,وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَالْخُفَّيْنِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ**

مسلم، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ: ۲۷۴، ابوداود: ۱۵۰، الترمذی: ۱۰۰، ۱۰۱، ابن ماجۃ: ۵۴۵، ابن خزیمۃ: ۱/ ۹۲، احمد: ۵/ ۲۷۷، بخاری: ۲۰۵، النسائی: ۱/ ۷۶، التنقیح: ۱/ ۱۹۳، الحاکم: ۱/ ۱۶۹، سبل السلام: ۱/ ۵۰، الدارقطنی: ۱/ ۱۹۲

تنبیہ: صاحب **فتح العلام** کو شاید تسامح ہوا ہے کیونکہ ہمارے پاس جو سبل السلام کا نسخہ ہے اس میں امیر صنعانی نے امام دارقطنی کا یہ قول حافظ ابن حجر کے حوالے سے نقل نہیں کیا بلکہ براہ راست امام دارقطنی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے مسلم کے حوالے سے **وعلی العمامۃ والخفین** کے الفاظ نقل کیے ہیں جبکہ راقم کے پاس صحیح مسلم کا جو نسخہ ہے اس میں **وعلی العمامۃ وعلی الخفین** ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۴۶: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے وضو فرمایا تو اپنی پیشانی کے بالوں، پگڑی اور موزوں پر مسح فرمایا۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے

لغوی تحقیق: **مغیرۃ:** میم کی پیش اور غین کی زیر کے ساتھ۔ **شعبۃ:** شین کی پیش کے ساتھ۔ **الناصیۃ:** صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ **ناصیۃ** اور **ناصاۃ** پیشانی کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں سے بال کاٹے جاتے ہیں **المعجم الوسیط** میں ہے کہ **ناصیۃ** سر کے اگلے حصہ کو کہتے ہیں۔ **العمامۃ:** اس کپڑے کو کہتے ہیں جو سر پر مخصوص انداز میں باندھا جاتا ہے۔ **خفین:** یہ **خف** کا تثنیہ ہے۔ چمڑے سے تیار شدہ وہ جوتا جو پاؤں سمیت ٹخنوں کو ڈھانپ لے۔

تشریح : امام مسلم نے یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے نقل کی ہے جس کی سند اس سند سے عالی ہے کیونکہ اس میں بکر بن عبداللہ براہ راست عروۃ بن مغیرہ سے نقل کرتے ہیں، اس میں **ناصیة** کی جگہ **مقدم راسه** کے الفاظ مذکور ہیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ روایت حضرت بلال، حضرت عمرو بن امیہ، حضرت انس، حضرت ثوبان اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے قولی اور فعلی دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں، فعلی حدیث کو امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن خزیمہ، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے درج ذیل الفاظ سے نقل کیا ہے **ان رسول الله ﷺ مسح علی الخفین و الخمار** آپ ﷺ نے موزوں اور عمامہ پر مسح فرمایا، قولی حدیث کو امام احمد نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے نقل کی ہے **امسحوا علی الخفین و الخمار** یہ روایت سنداً ضعیف ہے کیونکہ مکحول کا نعیم سے سماع ثابت نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام ابوداود اور امام ابن ماجہ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔ **فادخل یده من تحت العمامة** یعنی آپ نے پگڑی کے نیچے ہاتھ ڈال کر سر کا مسح فرمایا یہ روایت بھی ابو معقل کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام بخاری، امام ابن خزیمہ اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام احمد اور امام ابن ماجہ نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام احمد، امام ابوداود اور امام حاکم نے نقل کیا ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ فقط پیشانی پر مسح کرنا درست نہیں علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ سے ایک حدیث بھی ثابت نہیں جس میں یہ مذکور ہو کہ رحمت عالم ﷺ نے فقط پیشانی پر مسح فرمایا۔ ہاں رحمت عالم ﷺ کے سر مبارک پر عمامہ ہوتا تو آپ پیشانی پر مسح کرنے کے ساتھ ساتھ عمامہ پر بھی مسح فرما لیتے اور جب آپ ننگے سر ہوتے تو پورے سر کا مسح فرماتے اور جب عمامہ پہنے ہوتے تو کبھی فقط عمامہ پر مسح فرما لیتے اور کبھی پیشانی اور عمامہ دونوں پو مسح فرما لیتے۔ جمہور کے نزدیک بھی فقط پیشانی پر مسح کرنا درست نہیں البتہ امام ابوحنیفہ اور امام زید بن علیؒ کے نزدیک فقط پیشانی کا مسح کافی ہے، ان کا یہ قول صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ اس حدیث سے موزوں پر مسح کرنے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

امیر صنعانیؒ نے **سبل السلام شرح بلوغ المرام** میں لکھا کہ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ انہوں نے موزوں پر مسح کی حدیث ساٹھ افراد سے نقل کی ہے۔ صاحب فتح العلام نواب صدیق الحسن بھوپالیؒ فرماتے ہیں کہ امیر صنعانی نے امام دارقطنی کا یہ قول حافظ ابن حجر کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن راقم کو یہ قول نہ تو **تلخیص** سے ملا ہے اور نہ **دارقطنی** سے۔

فقہی احکام: (۱) فقط پیشانی کا مسح کرنا کافی نہیں۔

(۲) عمامہ اور موزوں (جرابوں) پر مسح کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ وہ حالت وضو میں پہنے ہوں۔

۴۷: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ رضی اللہ عنہما فِي صِفَةِ حَجِّ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِبْدَؤُوا بِمَا بَدَأَ اَللَّهُ بِهِ" أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ ,هَكَذَا بِلَفْظِ اَلْأَمْرِ وَهُوَ عِنْدَ مُسْلِمٍ بِلَفْظِ اَلْخَبَرِ

مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ: ۱۲۱۸، النسائی، کتاب مناسک الحج، باب ذکر الصفا والمروۃ: ۲۹۷۲، ابوداود: ۱۹۰۵، الترمذی: ۸۶۴، ابن ماجة: ۳۰۷۴، المؤطا: ۳۷۲/۱، المستخرج: ۳۱۶/۳

۴۷:   حضرت جابر رضی اللہ عنہ رحمت عالم ﷺ کے حج مبارکہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "وہاں سے آغاز کرو جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا ہے۔" اس حدیث کو امام نسائی نے لفظ امر یعنی جملہ انشائیہ سے نقل کیا ہے جبکہ امام مسلم نے جملہ خبریہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح: **فی صفة حج النبی** ﷺ یہ اس طویل حدیث مبارکہ کی طرف اشارہ ہے جو تفصیلا **کتاب الحج** میں مذکور ہوگی۔

ابداء وابما بدأ الله به: جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اولا فرمایا تم اسی سے آغاز کرو۔ امام نسائیؒ نے اس حدیث کو (**السنن الکبری** ۲۹۴۷) صیغہ امر سے نقل کیا ہے جبکہ امام مسلمؒ نے فعل امر کی جگہ پر فعل مضارع یعنی ابدأ نقل کیا ہے۔ امام ابونعیم نے بھی ابدأ ہی ذکر کیا ہے امام نسائی (**السنن المجتبیٰ**) امام ابوداود اور امام ابن ماجہ نے لفظ نبدأ ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کا بظاہر تعلق تو صفا و مروی کی سعی ہے صفا مروی کی سعی سے متعلق جو آیت ہے، اس میں صفا کا پہلے ذکر ہے رحمت عالم ﷺ نے فرمایا" چونکہ اللہ تعالیٰ نے صفا کا ذکر پہلے کیا ہے لہٰذا تم بھی سعی کا آغاز صفا سے کرو۔" مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے رحمت عالم ﷺ کے اس فرمان کو **کتاب الطهارت** میں نقل کر کے یہ واضح فرمایا کہ جس طرح آیت سعی میں صفا کا ذکر پہلے ہے، اسی طرح آیت وضو میں چہروں کا ذکر مقدم ہے جس طرح آپ ﷺ نے آیت سعی کا لحاظ رکھتے ہوئے ترتیب کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا اسی طرح آیت وضو کا خیال رکھتے ہوئے وضو میں بھی ترتیب کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے **ابدأوا بما بدأالله به** عام ہے کسی سبب کے ساتھ مخصوص نہیں۔

احناف کے نزدیک اعضائے وضو میں ترتیب واجب نہیں، ان کے نزدیک آیت کا اسلوب بظاہر جمع کو ظاہر کرتا ہے، ترتیب کو نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا اسلوب اگر چہ بظاہر جمع کو ظاہر کرتا ہے لیکن رحمت عالم ﷺ کا فرمان **ابدأوا بما بدأا لله به** ترتیب کو لازم قرار دیتا ہے، احناف اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کے ضعیف ہونے کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں نیز وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مرفوع حدیث بھی ذکر کرتے ہیں۔ یہ روایت بھی صحیح طریق سے مروی نہیں اس لیے اس روایت سے استدلال بھی درست نہیں جبکہ حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے صراحتاً ثابت ہو رہا ہے کہ وضو میں ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

فقہی احکام: (۱) جو عمل رسول اللہ ﷺ نے جہاں سے شروع کیا وہ عمل وہیں سے شروع کیا جائے۔

(۲) حدیث میں جو طریقہ وضو منقول ہے، وضو اسی طریقہ سے کرنا لازم ہے۔

۴۸:   **وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ قَالَ " كَانَ اَلنَّبِيَّ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ أَدَارَ اَلْمَاءَ عَلَى مِرْفَقَيْهِ" أَخْرَجَهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ**

الدارقطنی، کتاب الطهارة، باب وضوء رسول الله ﷺ : ۸۳/۱، البیهقی: ۶/۱، ۷

تنبیہ: نواب نورالحسنؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ اس مقام پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ضعیف حدیث نقل کرنے کی بجائے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث نقل کرتے تو زیادہ اچھا ہوتا

۴۸:   حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ جب وضو فرماتے تو اپنی کہنیوں پر اچھی طرح پانی ڈالتے اس روایت کو امام دارقطنی نے ضعیف سند سے نقل کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **مرفقیه** : میم کی زیر کے ساتھ ہے یہ **مرفق** کا تثنیہ ہے۔ نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے ساقط ہے۔ **ادار:** یعنی بہایا

تشریح: اس روایت کو اگر چہ امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے مگر انہوں نے بھی اسی طریق سے نقل کیا ہے۔اس روایت کا مرکزی راوی قاسم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے یہ تمام نامور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ وضو کرتے وقت کہنیوں کو اچھی طرح تر کرنا لازم ہے کیونکہ کہنیاں بھی اعضائے وضو میں شامل ہیں یہ روایت اگر چہ سنداً ضعیف ہے لیکن مفہوماً صحیح ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں مذکور ہے **ثم غسل یدہ الیمنی حتی اشرع فی العضد ثم یدہ الیسری حتی اشرع فی العضد** یعنی انہوں نے دائیاں اور بائیاں ہاتھ دھوتے وقت بازؤں کا ایک حصہ بھی دھویا۔

فقہی احکام: کہنیوں کا اچھی طرح تر کیا جائے۔

۴۹: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اِسْمَ اَللَّهِ عَلَيْهِ " أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَهْ ,بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ**

ابوداود، کتاب الطهارة، باب التسمیةعلی الوضوء: ۱۰۱، ابن ماجة، ابواب الطهارة، باب ماجاء فی تسمیة الوضوء، احمد : ۴۱۸/۲ (۹۴۱۸)، الدارقطنی: ۷۹/۱، الحاکم: ۱۴۶/۱، التلخیص الحبیر: ۷۴/۱، البیهقی : ۴۳/۱، الطبرانی فی الصغیر: ۷۳/۱، التاریخ الکبیر: ۷۶/۲، العلل الکبیر: ۱۲۲/۱، نتائج الافکار: ۲۲۶/۱، سبل السلام : ۵۲/۱

۴۹: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا" جس نے وضو کے آغاز میں بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو نہیں۔" اس روایت کو امام احمد، امام ابوداوداور امام ابن ماجہ نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔

تشریح: مذکورہ مؤلفین نے اس روایت کو مکمل طور پر بیان کیا ہے جبکہ مصنف رحمہ اللہ علیہ نے ان کی بیان کردہ حدیث کا آخری ٹکڑا **لا وضوء لمن لم یذکر اللہ** نقل کیا ہے،اس میں لا نفی کمال نہیں بلکہ نفی جنس کے لیے ہے،اس کی تقدیر اس طرح ہوگی **لا وضوء صحیح لمن لم یقل بسم اللہ** یعنی اس کا وضو صحیح نہیں جو وضو کے آغاز میں بسم اللہ نہیں پڑھتا۔اس حدیث کو امام احمد، امام ابوداود، امام ابن ماجہ، امام دارقطنی اور امام بیہقی نے یعقوب بن سلمہ عن ابیہ عن ابی ہریرۃ کے طریق سے نقل کیا ہے۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یعقوب کا اپنے والد سے سماع معروف نہیں اور نہ سلمہ کا حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے، بنابریں فاضل مصنف رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔امام حاکم نے یعقوب بن سلمہ کی بجائے یعقوب بن ابی سلمہ نقل کیا ہے لیکن یہ امام حاکم کا وہم ہے واضح رہے کہ یعقوب بن ابی سلمہ الماجشون مسلم کا راوی ہے۔

یہ روایت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے منقول ہے ان میں سے ایک طریق وہ ہے جسے امام دارقطنی اور امام بیہقی نے مرداس بن محمد کے توسط سے نقل کیا ہے، مرداس کو اگر چہ ابن حبان نے **کتاب الثقات** میں ذکر کیا ہے لیکن محدثین کی ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں **وخبرہ منکر فی التسمیة فی الوضوء** امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اسی مفہوم کی روایت محمود بن محمد ابو یزید الظفری کے طریق سے نقل کی ہے، یہ سند بھی ضعیف ہے کیونکہ مذکورہ راوی کو امام دارقطنی نے لیس بالقوی کہا ہے نیز محمود بن محمد کے شیخ ایوب بن نجار کا کہنا کہ میں نے اپنے شیخ یحییٰ بن ابی کثیر سے فقط ایک ہی روایت سنی ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ مذکور ہے، گویا ایوب بن نجاز نے بھی اس روایت کا انکار کیا ہے، امام طبرانی نے اپنی سند سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ

روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے **یا ابا ہریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ و الحمد للّٰہ فان حفظتک لا تبرح تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء** : اے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ آپ وضو کرتے وقت بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھا کریں، اس طرح تو ہمیشہ محفوظ رہے گا اور تیرے لیے اس وقت تک نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی جب تک تو بے وضو نہیں ہوگا۔ امیر صنعانی ؒ نے اس روایت کی سند کو واہی قرار دیا ہے۔ علامہ ھیثمی نے حسن قرار دیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس روایت کی سند نہ تو واہی ہے اور نہ حسن ہے بلکہ ضعیف ہے، کیونکہ اکثر آئمہ فن نے ابراہیم بن محمد پر مفسر جرح کی ہے جبکہ بعض نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔ یہ روایت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بعض دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے۔

۵۱۔۵۰: وَلِلترُمِذِيِّ: عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَأَبِي سَعِيدٍ نَحْوُهُ وَ قَالَ أَحْمَدُ لَا يَثْبُتُ فِيهِ شَيْءٌ.

الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب فی تسمیۃ الوضوء :۲۵، ابن ماجۃ:۳۹۷، العلل الکبیر :۳۳، البیھقی: ۱/۴۳، الحاکم: ۱/۱۴۷، احمد: ۳۸۲/۶، بیان الوھم والایھام : ۳۱۴/۳، ابن خزیمۃ: ۱/۷۴، ابن حبان: ۶۵۴۴

۵۱۔۵۰: اسی طرح کی ایک روایت امام ترمذی نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ کی کوئی بھی حدیث سنداً صحیح نہیں ہے۔

تشریح: حضرت سعید بن زید سے مروی روایت اگرچہ بہت سے طرق سے مروی ہے، مگر اس کا مرکزی راوی ابوثقال تمامہ بن وائل مجہول ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث میں نظر ہے، امام ابن قطان فرماتے ہیں اس روایت کی سند میں تین راوی مجہول ہیں، یعنی رباح کی دادی اور سعید بن زید کی بیٹی رباح اور ابوثقال۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔ **طلب بعض اصحاب النبی ﷺ وضوأ فلم یجدوا فقال ھل مع احدمنکم ماءٌ فوضع یدہ فی الماء فقال توضؤوا بسم اللہ واصلہ فی الصحیحین بدون ھذہ اللفظۃ** ۔ رحمت عالم ﷺ کے جاں نثاروں نے وضو کے لیے پانی تلاش کرنا شروع کیا لیکن وہ تلاش نہ کر پائے تو آپ ﷺ نے فرمایا" تم میں سے کسی ایک کے پاس پانی ہے ؟" آپ ﷺ نے اس پانی میں اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا" بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو" یہ روایت ہر قسم کے غبار سے پاک ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو وضو کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ نیز مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی اصل بخاری و مسلم میں ہے مگر اس میں تسمیہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں ایک اور روایت دوسرے طریق سے بھی مروی ہے جس میں تسمیہ کو وضو کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے، لیکن وہ روایت بھی سنداً ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس روایت کے راوی عبدالملک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ سخت ضعیف ہے۔

فقہی احکام: وضو کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔

۵۲: وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ رضی اللہ عنہ قَالَ "رَأَيْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَفْصِلُ بَيْنَ اَلْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ

ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب فی الفرق بین المضمضۃ و الاستنشاق: ۱۳۹، البیھقی، کتاب الطھارۃ، باب الفصل بین المضمضۃ

و الاستنشاق: ۸۹/۱، البدر المنیر: ۲۷۸/۱، بیان الوھم و الایھام :۳۱۸/۳، ۳۱۹

تنبیہ: حافظ ابن حجر نے جن الفاظ سے یہ روایت نقل کی ہے ان الفاظ سے یہ روایت مجھے ابوداود سے نہیں ملی۔

۵۲: حضرت طلحہ بن مصرفؒ اپنے باپ کے توسط سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (وضو کرتے) دیکھا، آپ ﷺ منہ اور ناک میں ایک ساتھ پانی نہیں ڈالتے تھے، امام ابوداود نے اس حدیث کو ضعیف سند سے روایت کیا ہے

لغوی تحقیق: **مصرف:** میم مضموم، صاد مفتوح اور راء مشدد مکسور۔ **یفصل** :فاصلہ ڈالتے تھے یعنی کلی کرنے کیلئے الگ پانی لیتے اور ناک میں ڈالنے کیلئے الگ پانی لیتے۔

تشریح: حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو مختصر بیان کیا ہے، لیکن ابوداود میں یہ روایت تفصیلاً مذکور ہے، طلحہ کے دادا کعب بن عمرو ابن الیمانی رضی اللہ عنہ (**الجرح و التعدیل ۴۲۰/۸**) بیان کرتے ہیں کہ وہ رحمت عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ﷺ وضو بنا رہے تھے، پانی رخ انور سے ڈاڑھی مبارک سے گزر کر سینہ مبارک پر گر رہا تھا، آپ ﷺ نے کلی الگ پانی سے کی اور ناک میں ڈالنے کیلئے الگ پانی استعمال کیا۔ حافظ ابن حجر نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اسے سنداً ضعیف قرار دیا ہے، اس روایت کے ضعیف ہونے کے تین اسباب منقول ہیں،

(۱) طلحہ کے دادا کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (۲) طلحہ کا والد مصرف بن عمرو یا مصرف بن کعب مجہول ہے۔ (۳) لیث بن ابی سلیم جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

یہ روایت ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ صحیحین کی احادیث کے خلاف بھی ہے مگر عصر حاضر میں امت مسلمہ کی ایک بڑی تعداد اسی حدیث کے مطابق عمل کرتی ہے۔

فقہی احکام: یہ روایت چونکہ سخت ضعیف اور صحیح احادیث کی معارض ہے اس لئے اس سے کوئی بھی فقہی مسئلہ اخذ کرنا درست نہیں۔

۵۳: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فِي صِفَةِ الْوُضُوءِ "ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ,يُمَضْمِضُ وَيَنْثُرُ مِنَ الْكَفِّ الَّذِي يَأْخُذُ مِنْهُ الْمَاءَ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب صفة وضوء النبی : ۱۱۱، النسائی، کتاب الطھارۃ، باب غسل الیدین: ۹۴، النسائی، کتاب الطھارۃ، باب بأی الیدین یستنثر : ۹۱

۵۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ طریقہ وضو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے تین بار کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، رحمت عالم ﷺ منہ اور ناک میں پانی اسی ہاتھ سے ڈالتے تھے جس ہاتھ سے پانی لیتے تھے۔ اس حدیث کو امام ابوداود اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **الکف:** اس مادے کا لفظی معنی رکنے اور کافی ہونے کے ہیں جبکہ یہاں الکف سے مراد ہتھیلی بمع انگلیاں ہیں یعنی چلّو۔

تشریح: یہ حدیث سابقہ ضعیف روایت کی معارض ہے اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایک ہی چلو سے کچھ پانی منہ میں ڈال لیا جائے اور کچھ ناک میں اور یہ عمل دائیں ہاتھ سے کیا جائے جبکہ ناک کو جھاڑنے کا عمل بائیں ہاتھ سے کیا جائے جیسا کہ نسائی میں صراحتہً مذکور ہے

فقہی احکام: (۱) پانی کا استعمال انتہائی مناسب کیا جائے۔ (۲) ناک اور منہ میں ایک ہی چلو سے پانی ڈالا جائے۔

(۳) ناک بائیں ہاتھ سے صاف کی جائے (۴) یہ عمل کم از کم ایک بار اور زیادہ سے زیادہ تین بار کیا جائے۔

۵۴: **وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ فِي صِفَةِ الْوُضُوءِ "ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ ,فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ ,يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.**

البخاری، کتاب الوضوء، باب مسح الرأس کله:۱۸۵، مسلم :۲۳۵، صحیح ابن حبان:۱۰۷۷، البیهقی : ۱ /۸۸، ابن ابی شیبة: ۱/۱۸، مسنداحمد: ۴/۴۰

۵۴: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما وضو کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پانی میں داخل فرمایا اور چلو میں پانی لیا، پھر ایک ہی چلو سے کلی اور ناک میں پانی ڈالا، ایسا آپ ﷺ نے تین بار فرمایا۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح: حافظ ابن حجرؒ نے مفصل حدیث کے ایک ٹکڑے کو یہاں نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ رحمت عالم ﷺ پانی کے ایک ہی چلو سے ناک اور منہ میں پانی ڈالتے، جیسا کہ صحیح ابن حبان اور بیہقی میں ہے، اس حدیث میں منہ اور ناک سے پانی خارج کرنے کا ذکر شاید اس لیے نہیں کیا کہ یہ عمل مکمل ہی اس وقت ہوتا ہے جب پانی ڈال کر خارج کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث بھی اس روایت کی مؤید ہے۔ مؤخر الذکر دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مضمضہ اور استنشاق کیلئے ایک ہی چلو کافی ہے۔

امام صنعانی نے فصل اور جمع سے متعلق دونوں قسم کی احادیث میں مطابقت پیدا کرنے کیلئے بیان کیا ہے کہ اقرب بات یہی ہے کہ وضو کرنے والے کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جس طرح چاہے کرلے۔ یعنی منہ اور ناک کیلئے الگ الگ چلو بھی استعمال کر سکتا ہے اور ایک چلو سے دونوں عمل ایک ساتھ بھی کر سکتا ہے۔ ممدوح کا یہ فرمان حقیقت کی عکاسی نہیں کرتا کیونکہ جمع کی روایت تعداد میں زیادہ ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح بھی ہیں جبکہ فصل کی روایت ضعیف ہے، لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے جمع کی روایات راجح ہیں۔

۵۵: **وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَأَى النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا ,وَفِي قَدَمِهِ مِثْلُ الظُّفُرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ فَقَالَ "ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوئَكَ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ**

ابوداود، کتاب الطهارة ، باب تفریق الوضوء :۱۷۳، ابن ماجة، ابواب الطهارة،باب غسل العراقیب، مسند احمد : ۱/۱۴۶، البیهقی، کتاب الطهارة، باب تفریق الوضوء : ۱ /۱۴۵ ، الدارقطنی : ۱/۱۰۸، ابن خزیمة : ۱/۸۵، مسلم : ۲۵۱، البخاری: ۱۶۳، مسند شافعی: ۱/۱۳، النسائی : ۱/۷۷

تنبیہ: حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام میں اس روایت کو نسائی کی طرف بھی منسوب کیا ہے جبکہ التلخیص الحبیر میں اس روایت کو ابوداود، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور دارقطنی کی طرف منسوب کیا ہے یعنی نسائی کی طرف منسوب نہیں کیا، راقم کو یہ روایت نسائی میں نہیں ملی معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں مؤلف رحمہ اللہ یا کسی ناسخ سے تسامح ہوا ہے۔ واللہ اعلم

۵۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی نظر شفقت ایک ایسے شخص پر پڑی جس کا پاؤں ناخن کے برابر خشک رہ گیا تھا، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: " واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو بناؤ۔" اس حدیث کو امام ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: ظفر: ظاء کی پیش اور فاء کی جزم کے ساتھ، یعنی ناخن۔ حافظ ابن حجر نے یہ حدیث بالمعنی نقل کی ہے کیونکہ ان الفاظ سے یہ حدیث سنن ابی داود میں موجود نہیں۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اعضاءِ وضوکو اچھی طرح دھونا لازم ہے دوران وضو اگر کوئی چیز خشک رہ جائے تو وضو کا اعادہ لازم ہے، جیسا کہ حضرت خالد بن معدان رحمت عالم ﷺ کے بعض جانثاروں سے نقل کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کی نظر شفقت ایک ایسے شخص پر پڑی جس کا پاؤں درھم کے برابر خشک رہنے کی وجہ سے چمک رہا تھا، رحمت عالم ﷺ نے اسے نماز اور وضو لوٹانے کا حکم دیا اسی طرح کی ایک روایت ابومتوکل سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا اور ان کے پاؤں کے اوپر کی سطح کے کچھ حصہ پر پانی نہیں پہنچ سکا، رحمت عالم ﷺ نے انہیں دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا، امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ ابومتوکل کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں، یعنی یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو وضو بناتے دیکھ کر فرمایا: وضو اچھی طرح بناؤ کیونکہ میں نے رحمت عالم ﷺ سے اس سلسلہ میں وعید سنی ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے " ایسی ایڑھیاں جو دوران وضو خشک رہ گئیں، وہ آگ میں جلائی جائیں گی۔" اسی طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرۃ، حضرت عائشہ، حضرت خالد بن ولید، حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) اعضائے وضو کو اچھی طرح دھونا لازم ہے۔(۲) دیگر اعضاء کی طرح پاؤں کو دھونا بھی لازم ہے۔(۳) اعضائے وضو میں سے کوئی عضو یا کسی عضو کا کچھ حصہ خشک رہ جائے تو وضو کا اعادہ لازم ہے۔(۴) ناقص وضو سے نماز نہیں ہوتی۔

۵۶: وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ قَالَ " كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ ,وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء بالمد: ۲۰۱، مسلم: ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۵، مسند احمد: ۱۱۲/۳، ۱۱۶، ابن خزیمۃ: ۶۲/۱، الموارد: ۱۵۵، الحاکم: ۱۶۲/۱، البیہقی: ۱۹۶/۱، الطبرانی: ۲۷۸/۸، مجمع الزوائد: ۲۲۴/۱، ابن حبان: ۱۲۰۴

۵۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مد پانی سے وضو اور ایک صاع پانی سے پانچ مد پانی تک سے غسل فرمالیا کرتے تھے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: مد: یہ اشیاناپنے کا ایک پیمانہ ہے، اس میں تقریباً چھ سو پچیس ملی لیٹر پانی وغیرہ آتا ہے۔ صاع: بھی اشیاناپنے کا ایک پیمانہ ہے، یہ چار مد کے برابر ہوتا ہے، اس میں تقریباً ڈھائی لیٹر پانی وغیرہ آتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ رحمت عالم ﷺ پانی کا استعمال نہایت احتیاط سے فرماتے تھے، رحمت عالم ﷺ سے یہ عملی روایت متعدد طرق سے منقول ہے۔ ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں جو حدیث نقل کی ہے، اس میں مد کی جگہ مکوک مذکور ہے۔ امام ابن حبان نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے، کہ امام ابوخیثمہ فرماتے ہیں کہ مکوک بھی مد ہی کو کہتے ہیں۔ امام ابن خزیمہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہاں مکوک سے مراد مد ہی ہے۔ امام نووی نے بھی مکوک کو مد ہی قرار دیا ہے۔ مقدار وضو کے بارے میں ان کے علاوہ دو طرح کی روایات اور ہیں۔ امام بیہقی اور امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رحمت عالم ﷺ نصف مد سے وضو فرمالیا کرتے تھے۔ اس روایت کا مرکزی راوی صلت بن دینار ہے۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ صلت بن دینار کے ضعیف ہونے پر تمام نامور ماہرین فن کا اتفاق ہے۔ امام احمد، امام ابن خزیمۃ، امام ابن حبان، امام بیہقی اور امام حاکم وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رحمت عالم ﷺ دو تہائی 2/3 مد سے وضو فرمالیا کرتے تھے، مقدم الذکر اور مؤخر الذکر دونوں

احادیث صحیح ہیں اور غسل کے سلسلہ میں چار طرح کی روایات منقول ہیں یعنی بعض روایات میں ایک صاع یعنی چار مد کا ذکر ہے اور بعض میں پانچ مد کا ذکر ہے اور ایک روایت میں ایک فرق پانی کا ذکر ہے، فرق میں تقریباً دس لیٹر پانی آتا ہے لیکن اس حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ فرق پانی سے بھرا ہوا تھا یا نہیں؟ ایک روایت میں تین مد کا ذکر ہے۔

فقہی احکام: (۱) وضو اور غسل کیلئے نہایت مناسب مقدار میں پانی استعمال کیا جائے۔ (۲) ضرورت سے زیادہ پانی کا استعمال اسراف میں شمار ہوگا۔ (۳) وضو اور غسل کرتے وقت تھوڑا تھوڑا پانی ڈال کر اچھی طرح ملا جائے تا کہ وضو اور غسل تھوڑے پانی سے مکمل ہو جائے۔

۵۷: وَعَنْ عُمَرَ ؓ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ ,فَيُسْبِغُ اَلْوُضُوءَ ,ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اَللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ,وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ,إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ اَلْجَنَّةِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ ,وَزَاد" اَللَّهُمَّ اِجْعَلْنِي مِنَ اَلتَّوَّابِينَ ,وَاجْعَلْنِي مِنَ اَلْمُتَطَهِّرِينَ"

مسلم ،کتاب الطهارة، باب ذکر المستحب عقب الوضوء:۲۳۴، الترمذی:۵۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵ /۴۶۵، ۴۸۹۲، ۲/۱/۲۷۱، ۱۴۷۸، عمل الیوم و اللیلة للنسائی: ۸۱، عمل الیوم و اللیلة لابن السنی: ۳۰، ۳۲، التلخیص الحبیر: ۱/۱۱۲، ابو داود: ۱۷۰، الامام: ۲/۶۷

۵۷: حضرت عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" تم میں سے جو بھی شخص اچھی طرح وضو کرنے کے بعد یہ کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کیلئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔" اس حدیث کو امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے مزید یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں" اے اللہ! مجھے توبہ کرنے اور پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں کردے"

لغوی تحقیق: **یسبغ:** علامت مضارع مضموم، یہ **اسباغ** سے ماخوذ ہے، یہاں اس سے مراد خوب اچھی طرح وضو کرنا ہے۔ **فتحت:** فعل مجہول ہونے کی وجہ سے خاء مضموم اور تائے اول مکسور ہے، اس کا نائب فاعل چونکہ جمع مکسر ہے اس لئے فعل واحد مؤنث استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی اس کیلئے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ **التوابین:** واؤ کی تشدید کے ساتھ، یہ تواب کی جمع ہے اور تواب مبالغے کا صیغہ ہے یعنی کثرت سے توبہ کرنے والے۔

تشریح: یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، امام مسلم نے اس روایت کو سب سے عمدہ طریق سے نقل فرمایا ہے، امام مسلم نے یہ روایت تفصیلاً حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں، ہم اپنے اونٹ چرایا کرتے تھے، میں اپنی باری پر شام کے وقت انہیں چرا کر باڑے میں لیکر آیا وہاں پہنچ کر میں کیا دیکھتا ہوں کہ رحمت عالم ﷺ کھڑے ہو کر لوگوں کو پند و نصائح فرما رہے ہیں۔ میں نے آپ سے یہ سنا کہ " جس مسلمان نے بھی اچھی طرح وضو بنایا پھر دو رکعت نماز انتہائی خشوع و خضوع سے ادا کی، اس کیلئے جنت لازم ہے" یہ سن کر میں نے عرض کیا: یہ کتنی عمدہ بات ہے؟ یہ سن کر میرے آگے کھڑے ہوئے آدمی نے کہا، رحمت عالم ﷺ نے جو بات اس سے پہلے فرمائی تھی، وہ اس سے بھی زیادہ عمدہ تھی، میں نے اس شخص کی طرف دیکھا تو وہ حضرت عمر ؓ تھے، انہوں نے کہا میں نے تمہیں ابھی آتے دیکھا ہے تمہاری آمد سے قبل رحمت عالم ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ " تم میں سے جو بھی اچھی طرح وضو بنائے پھر یہ کلمات کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کیلئے جنت کے آٹھوں

دروازے کھول دیئے جائیں گے، وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے" امام ترمذی نے اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں " اے اللہ! میرا شمار توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں کردے " اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی نے اسے مضطرب قرار دیا ہے اور علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

زیر بحث حدیث کا وہ ٹکڑا جو امام مسلم نے نقل کیا ہے وہ بلاشبہ ہر قسم کی غبار سے پاک ہے اس لئے باعث نزاع صرف وہی ٹکڑا ہے جو امام ترمذی نے زائد نقل کیا ہے، امام طبرانی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں بھی زیر بحث الفاظ مذکور ہیں یہ روایت چونکہ امام اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، اس لئے یہ متابعت چنداں مفید نہیں، امام ابن سنی نے بھی حضرت ثوبان سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں، یہ روایت بھی ابوسعید البقال کی وجہ سے ضعیف ہے، اس مسئلہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جس شخص نے وضو کرنے کے بعد یہ کہا اے اللہ !تو اپنی حمد وستائش کے ساتھ پاک ہے، تیرے سوائے کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش کا طلب گار ہوں اور تیرے حضور معافی کی درخواست کرتا ہوں۔"

یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً ہر دو طرق سے مروی ہے، امام شعبہ اور قیس نے ابو ہاشم سے مرفوعاً نقل کی ہے جبکہ امام سفیان ثوری نے ابو ہاشم سے ہر دو طرح سے نقل کی ہے، امام نسائی نے مرفوع طریق کو خطا اور موقوف طریق کو صائب قرار دیا ہے، امام دار قطنی نے بھی **العلل** میں موقوف کو راجح قرار دیا ہے۔ امام ابوداود نے اس سلسلہ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر پڑھنے کا ذکر ہے، اس روایت کو امام رجال وعلل علی بن مدینی نے حسن قرار دیا ہے مگر یہ روایت ابوعقیل کے چچازاد کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) اپنا کام خود کرنے سے صفت انکساری پیدا ہوتی ہے۔ (۲) معاشی معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ (۳) وضو کو مکمل طور پر کرنا چاہیے۔ (۴) وضو کے بعد شہادتین پڑھنا مسنون ہے۔ (۵) وضو کے بعد دو رکعات پڑھنا مسنون ہے۔ (۶) بھلائی کی بات بروقت آگے منتقل کر دینی چاہیے۔ (۷) اچھی بات پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔ (۸) پند ونصائح کو خوب غور سے سننا چاہیے۔ (۹) علما کی تقاریر سننے کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا درست ہے۔ (۱۰) تقریر کھڑے ہو کر کرنا سنت ہے۔

۵۔ بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ   موزوں پر مسح کا بیان

۵۸: عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَوَضَّأَ ,فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ ,فَقَالَ " دَعْهُمَا ,فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الوضوء، باب اذا دخل رجلیه و هما طاهرتان: ۲۰۶، مسلم: ۲۷۲، ۲۷۴، ابوداود: ۱۵۹۔ ۱۶۵، مؤطا امام مالک: ۱/ ۳۵، ابن خزیمة، جماع ابواب المسح علی الخفین، باب ذکر المسح علی الخفین: ۱۸۲، العلل الکبیر للترمذی: ۱/ ۱۷۵، التلخیص الحبیر: ۱/ ۱۵۸ مسند احمد: ۲/ ۳۵۸، ابن ابی شیبة، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین: ۲۰۳/۱، السلسلةالصحیحة: ۱۹۹/۳، العلل الدارقطنی: ۱۵۶۳، ابن ماجة: ۵۴۵

۵۸: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے اتارنے کیلئے جھکا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رہنے دو کیونکہ میں نے موزے وضو کی حالت میں پہنے تھے پھر آپ

ﷺ نے ان پر مسح فرمایا، اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **اھویت**: میں حالت قیام سے حالت قعود کی طرف جھکا یا ہاتھوں کو لمبا کیا۔ **لا نزع**: نکالنا یعنی میں جھکا تا کہ میں جناب کے پاؤں موزوں سے نکالوں۔ **دعھما**: انہیں چھوڑ دو۔ **طاھرتین**: یہ طاھرۃ کا تثنیہ ہے اور جفت ہونے کی وجہ سے مؤنث ہے یعنی جو اعضاء جفت ہیں وہ عربی زبان میں مؤنث استعمال ہوتے ہیں۔

تشریح: امام بخاریؒ نے یہ حدیث ان الفاظ سے نقل کی ہے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رحمت عالم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ امام ابن خزیمہ اور امام ابوداود کی روایت کے مطابق یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے۔ امام مسلم نے اس روایت کو قدر تفصیل سے بیان کیا ہے، حضرت مغیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ قافلے سے پیچھے رہ گئے، میں بھی آپ ﷺ ہی کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر فرمایا: " اے مغیرہ کیا تمہارے پاس پانی ہے ؟ میں نے رحمت عالم ﷺ کو پانی پیش کیا، رحمت عالم ﷺ نے اپنے ہاتھ اور رخ انور کو دھویا، جناب کے جبہ کی آستینیں تنگ تھیں، اس لئے آپ ﷺ نے اپنے بازو جُبے سے نکال کر دھوئے، پھر آپ ﷺ نے پیشانی، عمامہ اور موزوں پر مسح فرمایا پھر ہم سوار ہو کر قافلے کے پیچھے چل پڑے، ہمارے پہنچنے سے پہلے جماعت کھڑی ہو چکی تھی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جب رحمت عالم ﷺ کی آمد کا احساس ہوا تو انہوں نے پیچھے ہٹنا چاہا، رحمت عالم ﷺ نے انہیں امامت جاری رکھنے کا اشارہ فرمایا، اس طرح انہوں نے نماز کے فرائض سرانجام دینے کے بعد جب سلام پھیرا تو رحمت عالم ﷺ کھڑے ہو گئے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو گیا، اس طرح ہم نے اپنی سابقہ رکعت پوری کی۔ امام البزار کے بقول یہ روایت حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے تقریباً ساٹھ طرق سے مروی ہے، امام ابن مندہ نے ان میں سے پینتالیس طرق جمع کیے ہیں، بقول حضرت حسن بصری کے موزوں پر مسح کرنے کی روایت ستر صحابہ سے منقول ہے، امام احمد بن حنبل اور ابن ابی حاتم کے بقول یہ روایت چالیس اکتالیس صحابہ سے مروی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ صراحت ہے کہ مقیم کو موزوں پر مسح کرنے کی اجازت چوبیس گھنٹے تک ہے، جبکہ مسافر کو بہتر گھنٹوں تک اجازت ہے۔

اس روایت کے ایک راوی مہاجر بن مخلد پر اگر چہ امام ابوحاتم نے کلام کیا ہے، لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے، امام دارقطنی نے ان تمام طرق کو معلول قرار دیا ہے، جبکہ علامہ البانیؒ نے ابن ابی شیبہ سے مروی طریق کو صحیح کہا ہے۔

اس سلسلے میں درست موقف امام دارقطنی کا ہے کیونکہ ابن ابی شیبہ سے مروی طریق جریر کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت عوف بن مالک الاشجعی، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت خزیمہ بن ثابت حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سے مروی روایات میں مسافر اور مقیم کیلئے الگ الگ مدت کا ذکر ہے، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت حذیفہ، حضرت جریر بن عبداللہ، حضرت بلال، حضرت سلمان حضرت عمرو بن امیہ، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت قیس بن سعد، حضرت عمار بن یاسر، حضرت انس، حضرت ابومسعود انصاری اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے جو روایات مروی ہیں، ان میں مدت کا ذکر ہیں۔

فقہی احکام: (۱) موزے یا جرابیں اگر وضو کی حالت میں پہنی گئیں ہوں تو پھر ان پر مسح درست ہے۔ (۲) یہ رخصت مقیم کیلئے چوبیس

گھٹنے اور مسافر کیلئے بہتر گھٹنے ہے۔ (۳) اساتذہ کی خدمت کرنا مسنون ہے۔ (۴) مفضول کی اقتدا میں افضل نماز پڑھ سکتا ہے۔ (۵) نماز پڑھنے والا حالت نماز میں بوقت ضرورت عمل کثیر (یعنی آگے پیچھے ہوسکتا ہے) کرسکتا ہے۔ (۶) حالت نماز میں بوقت ضرورت التفات اور اشارہ کرنا درست ہے۔ (۷) قرآن حکیم کے کسی حکم کو سنت منسوخ کرسکتی ہے۔ (۸) امام کو جس حالت میں پائیں وہی حالت اختیار کرلیں۔ (۹) بطور خدمت کسی کے پاؤں کو چھوا جاسکتا ہے۔ (۱۰) وضو کرنے والا کسی سے مدد لے سکتا ہے۔

۵۹: وَلِلْأَرْبَعَةِ عَنْهُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ،أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ أَعْلَى اَلْخُفِّ وَأَسْفَلَهُ وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ

ابو داود، كتاب الطهارة، باب كيف المسح: ۱۶۵ ، الترمذی:۹۷، ابن ماجة: ۱/۴۱، الدارقطنی: ۱/۱۹۵ ، البيهقی : ۱/۴۸۹

۵۹: امام نسائیؒ کے علاوہ دیگر سنن ثلاثہ میں یہ روایت اس طرح مذکورہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے موزوں کے اوپر اور نیچے مسح فرمایا اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

لغوی تحقیق: ضعف: ضاد کی زبر کے ساتھ یعنی ضعیف ہے۔

تشریح: یہ الفاظ فاضل مؤلف رحمہ اللہ نے امام ترمذیؒ سے مروی روایت سے نقل کئے ہیں، امام ابوداود نے یہ روایت قدر تفصیل سے نقل کی ہے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو غزوہ تبوک میں وضو کروایا، آپ ﷺ نے موزوں کے اوپر اور نیچے مسح فرمایا۔

فاضل مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اسے ضعیف قرار دیا ہے، اس روایت کے ضعیف ہونے کی پانچ علتیں ہیں۔ (۱) ثور بن یزید کا رجاء بن حیوہ سے سماع ثابت نہیں، دارقطنی کی روایت میں اگرچہ تحدیث صراحتاً مذکور ہے لیکن ماہرین فن نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ (۲) ولید بن مسلم نے یہ روایت اگرچہ موصولاً نقل کی ہے لیکن عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے مرسل نقل کی ہے۔ (۳) ولید بن مسلم مدلس ہے اور اس نے یہ روایت عن سے نقل کی ہے۔ (۴) حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا کاتب مجہول ہے۔ (۵) یہ روایت صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

فقہی احکام: یہ روایت سخت ضعیف ہے اس لئے اس سے کوئی بھی فقہی مسئلہ مستنبط کرنا درست نہیں۔

۶۰: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَوْ كَانَ اَلدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ اَلْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ ,وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ . أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ

ابو داود، كتاب الطهارة، باب كيف المسح: ۱۶۱ - ۱۶۴ ، الدارقطنی: ۱/۱۹۹ ،البيهقی: ۱۴۲۶ - ۱۴۳۳ ،ابن ابی شيبة: ۱/۲۰۵ ، ۲۰۸ ،۲۱۴ ، كتاب العلل للدارقطنی : ۴/۴۴ ، الحميدی:۴۷، ابن ماجة: ۵۵۱ ، التنقيح : ۱/۵۳۰ ، عبد الرزاق: ۱/۲۱۸

۶۰: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دین رائے کے تابع ہوتا ہے تو پھر موزوں کے اوپر مسح کرنے کے بجائے موزوں کے نیچے مسح کرنا زیادہ اولیٰ ہوتا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں کے اوپر مسح کرتے دیکھا ہے۔ اس روایت کو امام ابوداود نے حسن سند سے نقل کیا ہے۔

لغوی تحقیق: الرأي: رائے یا عقل

تشریح: یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عبد خیر اور حارث نقل کرتے ہیں لیکن امام دارقطنی نے العلل میں عن ابی اسحاق عن حارث عن علی کے طریق میں حارث کی موجودگی کو اسماعیل بن عمرو البجلی کا وہم قرار دیا ہے۔ عبد خیر سے یہ روایت ابواسحاق سبیعی اور عبد خیر کا بیٹا نقل

کرتے ہیں۔ابواسحٰق سبیعی کے طریق کوامام ابوداود،امام دارمی،امام دارقطنی ،امام بیہقی اورابن ابی شیبہ نے اعمش کے طریق سےنقل کیا ہے،حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام میں اس سندکوحسن اور التلخیص الحبیر میں صحیح قرار دیا ہے،علامہ ناصرالدین البانی نے الارواء میں حافظ ابن حجر کے تلخیص والےقول کوصائب قرار دیتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا ہے۔علامہ ابن عبدالھادی نے التنقیح میں حافظ عبدالغنی المقدسی کےحوالے سےاس روایت کی سندکوصحیح قرار دیا ہے۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں مگراس سند کا مرکزی راوی ابواسحٰق سبیعی ہےاوہ معروف مدلس ہےاس نے عبدخیر سے یہ روایت عن سےنقل کی ہے مدلس کی عنعنہ ضعیف ہوتی ہے،اس لئے اس روایت کےتمام راوی ثقہ ہونے کے باوجود یہ روایت ضعیف ہے، یہ روایت ابوالسوداءعن ابن عبدخیرعن ابیہ کےطریق سے بھی مروی ہےامام لؤلوی نے یہ روایت امام ابوداود سےتعلیقاً نقل کی ہے،جبکہ امام ابوداود کےدوسرے شاگردامام ابن داسہ نے موصولاًنقل کی ہے،لیکن اس میں غسل ظاہرقدمیہ کےالفاظ ہیں،اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں غسل مسح کےمعنی میں ہے،کیونکہ امام حمیدی نےبھی یہ روایت اسی سند سےنقل کی ہےاوراس میں مسح ظہورقدمیہ کے الفاظ منقول ہیں،یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کواپنے پاؤں کےاوپر کےحصہ کا مسح کرتے دیکھا،اس روایت کی سندتو ہرقسم کےعیوب سے پاک ہےلیکن اس میں موزوں کی صراحت نہیں ہےجیسا کہ امام حمیدیؒ اس روایت کونقل کرنے کے بعدفرماتے ہیں ان كان على الخفين فهو سنة وان كان على غير الخفين فهو منسوخ اگراس سےمرادموزوں پرمسح کرنا ہےتو پھر یہ سنت ہےاوراگر ننگے پاؤں یا جوتوں پرمسح کرنا ہےتو پھر یہ روایت منسوخ ہےلہٰذااس روایت کوسابقہ روایت کا متابع قرار دینا درست نہیں۔موزوں کےاوپر والے حصہ پرمسح کرنے کے بارے میں ایک روایت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً دوطرق سےمنقول ہےایک طریق منقطع ہے جبکہ دوسرا طریق حسن ہے۔اس کی مؤید ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سےبھی منقول ہے،مگر یہ روایت بھی جریر بن یزید کےمجہول اور بقیہ بن ولید کے مدلس ہونے کی وجہ سےضعیف ہے۔

اس کی مؤید ایک روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سےبھی مرفوعاً منقول ہے،مگر یہ روایت بھی خالد بن ابی بکر کی وجہ سےضعیف ہے،اس طرح کی ایک روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سےموقوفاً منقول ہےمگر وہ بھی محمد بن ابی لیلیٰ کی وجہ سےضعیف ہے۔امام عبدالرزاق نے اپنی سند سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا ہے کہ وہ موزوں کےاوپرمسح کیا کرتے تھے،یہ اثر ہرقسم کی غبار سے پاک ہےاسی طرح ایک اثر قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا بھی منقول ہے،مگر یہ اثر ابواسحاق سبیعی کےعنعنہ کی وجہ سےضعیف ہے۔

فقہی احکام: دونوں ہاتھوں کوتر کرکےموزوں یا جرابوں میں ملبوس دونوں پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلیوں تک ہاتھوں کوپھیرا جائے۔

۶۱: وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفْرًا أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ , إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَلَكِنْ مِنْ غَائِطٍ ,وَبَوْلٍ , وَنَوْمٍ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ ,وَاَلتِّرْمِذِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَصَحَّحَاهُ

النسائی ، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين في السفر: ۱۲۶، ۱۲۷، الترمذی: ۹۶، ابن خزیمة: ۱۹۶، ابن ماجة: ۴۸۷، احمد: ۲۳۹/۴، ابن حبان، ۱۴۷/۴ ـ ۱۵۰

۶۱: حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم حالت سفر میں بہتر گھنٹے تک موزے نہ اتاریں،خواہ اس دوران ہم بول وبراز اور نیند وغیرہ کرلیں، ہاں جنابت لاحق ہونے کی صورت میں موزے ضرور اتارلیں۔اس حدیث

کوامام نسائی اور ترمذی نے بیان کیا ہے، یہ الفاظ ترمذی کے ہیں، ترمذی اور ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: سفراً: سین مفتوح، فاء مجزوم، یہ مسافر کی جمع مکسر ہے۔ خفاف: فاء مکسور، یہ خف کی جمع ہے۔ غائط: چھپ جانا یعنی قضائے حاجت کیلئے بیت الخلا یا کسی دوسری جگہ میں چھپنا۔

تشریح: اس حدیث کو امام دارقطنی اور امام ابن خزیمہ نے تفصیلاً نقل کیا ہے، حضرت زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھنے کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا: آج صبح کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا: حصول علم کیلئے حاضر ہوا ہوں، انہوں نے فرمایا: میں نے رحمت عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص حصول علم کے لئے نکلتا ہے، فرشتے اس کیلئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں، میں نے عرض کیا میں موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، کیا آپ نے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! رحمت عالم ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ جب ہم سفر میں ہوں تو بول و براز اور نیند کرنے کے باوجود بہتر گھنٹے تک موزے نہ اتاریں، البتہ جنابت کی وجہ سے ضرور اتاریں۔ یہ روایت اگر چہ متعدد طرق سے مروی ہے اور اسے بعض نامور ماہرین فن نے صحیح قرار دیا ہے، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت حسن ہے، کیونکہ اس روایت کا مرکزی راوی عاصم بن ابی النجود ہے، یہ اگر چہ ثقہ ہے مگر سوء حفظ کا شکار ہیں، اس لئے ان کی روایت حسن درجہ سے آگے نہیں بڑھتی۔

فقہی احکام: (۱) حصول علم کیلئے سفر کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ باعث فضیلت بھی ہے۔ (۲) مدت مسح مسافر اور مقیم کیلئے الگ الگ ہے یعنی مسافر کیلئے وضو ٹوٹنے کے وقت سے بہتر گھنٹے بعد تک اور مقیم کیلئے چوبیس گھنٹے تک۔ (۳) یہ رخصت صرف بول و براز اور نیند سے وضو ٹوٹنے کی صورت میں ہے۔ (۴) جنابت لاحق ہونے کی صورت میں موزے اتارنے لازم ہوں گے۔

۶۲: **وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جَعَلَ اَلنَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ ,وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ .يَعْنِي فِي اَلْمَسْحِ عَلَى اَلْخُفَّيْنِ. أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ**

مسلم، کتاب الطھارۃ، باب التوقیت فی المسح علی الخفین: ۲۷۶، النسائی: ۱/۱۹، ابن ماجۃ: ۱/۴۲، ابن حبان: ۴/۱۵۱، ابن خزیمۃ: ۱/۹۸، ابوعوانۃ: ۱/۲۶۱

۶۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے مسافر کیلئے بہتر گھنٹے اور مقیم کیلئے چوبیس گھنٹے موزوں پر مسح کرنے کی مدت مقرر فرمائی ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح: شریح بن ھانی کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں دریافت کرنے کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ہم نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ رحمت عالم ﷺ نے مسافر کو بہتر گھنٹوں اور مقیم کو چوبیس گھنٹوں تک موزوں پر مسح کرنے کی رخصت عنایت فرمائی ہے۔

۶۳: **وَعَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ سَرِيَّةً ,فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى اَلْعَصَائِبِ يَعْنِي اَلْعَمَائِمَ وَالتَّسَاخِينِ يَعْنِي اَلْخِفَافَ . رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ**

مسنداحمد: ۵/۲۷۷، ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی العمامۃ: ۱۴۶، الحاکم: ۱/۱۶۹، المحرر: ۱/۱۱۳،

نصب الراية: ١/١٦٥

٦٣: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور انہیں پگڑیوں اور موزوں پر مسح کرنے کا حکم فرمایا۔ اسے احمد اور ابوداود نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: سریة: سین مفتوح راء مکسور اور یا مشدد مفتوح، ایسا جہادی قافلہ جس میں رحمت عالم ﷺ شریک نہیں ہوتے تھے، اہل مغازی اسے سریة سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ اہل لغت تین سو سے پانچ سو تک مجاہدین کے قافلے کی سریة کہتے ہیں۔ **عصائب**: یہ **عصابة** کی جمع مکسر ہے۔ کسی راوی نے عصائب کو عمائم سے تعبیر کیا ہے جبکہ اس کے لفظی معنی پٹی باندھنے کے ہیں۔ **التساخین**: بعض رواۃ نے اسے خفاف سے تعبیر کیا ہے، یہ **سخن** سے مشتق ہے **سخن** کے لفظی معنی گرم کرنے کے ہیں، ابن اثیر کے بقول اہل زبان ہر اس چیز کو تساخن سے تعبیر کرتے ہیں جو پاؤں کو سردی سے محفوظ رکھے خواہ وہ موزے ہوں یا جرابیں۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جس طرح موزوں پر مسح درست ہے، اسی طرح پگڑی اور زخموں پر باندھی جانے والی پٹیوں پر بھی مسح درست ہے، موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں احادیث میں تفصیل موجود ہے کہ موزے حالت وضو میں پہنے گئے ہوں اور یہ رخصت مقیم کیلئے چوبیس گھنٹے اور مسافر کیلئے بہتر گھنٹے ہے لیکن پگڑی اور پٹیوں پر مسح کرنے کے متعلق احادیث میں اس قسم کی تفصیل موجود نہیں ہے، صاحب سبل السلام کا کہنا ہے کہ اس بارے میں اہل علم کا فتویٰ میری نظر سے نہیں گزرا، البتہ قاضی عبدالرحمٰن کا کہنا ہے کہ ایسی پگڑی پر مسح جائز ہے، جو حالت وضو میں پہنی گئی ہے۔ راقم کے نزدیک زخموں پر باندھی جانے والی پٹیوں کو کامل طہارہ سے مستثنیٰ سمجھنا چاہیے کیونکہ ان کا صدور اکثر ہنگامی طور پر ہوتا ہے، اسی طرح ان کی توقیت میں زخموں کے مندمل ہونے تک وسعت ہونی چاہیے۔

حافظ ابن حجر نے یہ حدیث ابوداود، احمد اور حاکم کے حوالے سے نقل کی ہے لیکن ان تینوں کتابوں میں موجود حدیث کا سیاق اس سیاق سے بالکل مختلف ہے، جو فاضل مؤلف رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، فاضل مؤلف رحمہ اللہ کے بیان کردہ سیاق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ حکم رحمت عالم ﷺ نے اسلامی لشکر کو جہاد کیلئے روانہ کرتے وقت فرمایا؛ جبکہ مذکورہ کتب میں یہ صریحاً مذکور ہے کہ اس لشکر کو دروان سفر سردی کا سامنا کرنا پڑا اور جب یہ لشکر واپس آیا تب رحمت عالم نے انہیں پگڑیوں، موزوں اور جرابوں پر مسح کرنے کا حکم دیا۔

معلوم ہوتا ہے اس حدیث کے نقل کرنے میں یا تو فاضل مؤلف رحمہ اللہ سے تسامح ہوا ہے یا پھر آغاز ہی میں کسی نساخ سے تسامح ہوا ہے (واللہ اعلم) البتہ لشکر روانہ کرتے وقت موزوں پر مسح کرنے کا حکم حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے۔ امام حاکم نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اسے مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے امام حاکم کی موافقت فرمائی ہے، جبکہ درحقیقت ایسا نہیں، کیونکہ اس روایت کی سند میں راشد بن سعد نامی ایک راوی ہے، یہ راوی اگرچہ ثقہ ہے، تاہم شیخین میں سے کسی ایک نے بھی اپنی صحیح میں اس کی روایت کو بطور حجت نہیں لیا، امام احمد اور امام ابو حاتم نے راشد اور ثوبان کے مابین ملاقات کا انکار ہے لیکن یہ درست نہیں، کیونکہ صحیح روایت کے مطابق حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۴ھ ہجری میں ہوا ہے اور راشد جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے، لہٰذا روایت صحیح ہے۔

فقہی احکام: (١) دشمن کی سرکوبی کیلئے حالات کی مناسبت سے لشکر روانہ کیا جائے۔ (٢) امن اور جنگ کیلئے الگ الگ ضوابط مقرر کئے جائیں۔ (٣) زخموں پر باندھی جانے والی پٹیوں پر اس وقت تک مسح درست ہے جب تک پانی زخموں کیلئے مضر (نقصان دہ) ہو۔ (٤)

صرف ان پگڑیوں پرمسح کیا جائے جو کامل طہارت کی موجودگی میں سر پر باندھی گئی ہوں۔

۶۴: وَعَنْ عُمَر ؓ مَوْقُوفًا وعَنْ أَنَسٍ ؓ مَرْفُوعًا "إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ وَلَبِسَ خُفَّيْهِ فَلْيَمْسَحْ عَلَيْهِمَا ,وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا ,وَلَا يَخْلَعْهُمَا إِنْ شَاءَ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ" أَخْرَجَهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ ,وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ

الدارقطني ، كتاب الطهارة، باب ماجاء في المسح على الخفين من غير توقيت: ١ /٢٠٣، الحاكم: ١ /١٨١، البيهقي، كتاب الطهارة، باب ماورد في ترك التوقيت: ١٣٦١، المحلى: ٩٠/٢، التنقيح: ٥٢٤/١

۶۴: حضرت عمر ؓ سے موقوفاً اور حضرت انس ؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ تم میں سے جس نے موزے پہن رکھے ہوں اور وہ وضو بنانا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ ان پر مسح کرے اور انہیں میں نماز ادا کرے بشرطیکہ وہ ایسا کرنا پسند کرے، ہاں جنبی ہونے کی صورت میں ضرور اتار دے۔ اسے دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا ہے، امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

<u>موقوف:</u> <u>ایسی روایت جس کی سند صحابی تک پہنچ جائے اسے موقوف کہتے ہیں۔</u>

<u>مرفوع:</u> <u>ایسی روایت جس کی سند رحمت عالم تک پہنچ جائے اسے مرفوع کہتے ہیں۔</u>

تشریح: اسد بن موسیٰ نے حماد بن سلمہ سے یہ روایت موقوفاً نقل کی ہے، جبکہ عبدالغفار بن داود الحرانی نے مرفوعاً نقل کی ہے، اس روایت میں مقیم ومسافر ہر دو کو غیر معینہ مدت کیلئے موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی گئی ہے، شاید اسی وجہ سے امام ابن حزم نے اسد بن موسیٰ کو منکر الحدیث قرار دیا ہے، کیونکہ ان کی تحقیق کے مطابق حماد بن سلمہ سے یہ روایت ان کا کوئی دوسرا شاگرد بیان نہیں کرتا، امام بن دقیق العید نے ابن حزم کے اس کلام پر سخت نقد کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ اسد بن موسیٰ کی عبدالغفار بن داود نے متابعت کی ہے، امام حاکم اور عبدالھادی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام ذہبی نے اس حدیث کو شاذ قرار دیا ہے، راقم کے نزدیک یہ روایت حماد بن سلمہ کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ آخری عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور یہ تمیز نہیں ہو سکی کہ اسد بن موسیٰ اور عبدالغفار کا ان سے سماع قدیم ہے یا نہیں؟ نیز موصوف مدلس بھی ہیں اور یہ روایت وہ اپنے تینوں شیوخ سے معنعن نقل کرتے ہیں۔

فقہی احکام: یہ روایت چونکہ ضعیف ہے اس لئے اس سے کوئی مسئلہ مستنبط نہیں ہوتا نیز یہ صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

۶۵: وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ ؓ عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ ,وَلِلْمُقِيمِ يَوْمًا وَلَيْلَةً ,إِذَا تَطَهَّرَ فَلَبِسَ خُفَّيْهِ أَنْ يَمْسَحَ عَلَيْهِمَا. أَخْرَجَهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ

الدارقطني ، كتاب الطهارة، باب الرخصة في المسح على الخفين: ١ /١٩٤، ابن خزيمة، كتاب الوضوء، باب ذكر الخبر المفسر للالفاظ المجملة التي ذكرتها: ٩٦/١، ابن حبان: ١٥٣/٤، ابن ماجة: ٥٥٦، مسند شافعي: ١٧/١

۶۵: حضرت ابو بکرہ ؓ سے منقول ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے مسافر کو بہتر گھنٹوں اور مقیم کو چوبیس گھنٹوں تک موزوں پر مسح کرنے کی رخصت عنایت فرمائی ہے بشرطیکہ اس نے موزے حالت وضو میں پہنے ہوں۔ اس حدیث کو امام دارقطنی نے بیان کیا ہے اور امام ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: **تطھر:** تاء اور طاء مفتوح، ہاء مشدد مفتوح یعنی حالت وضو میں۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں توقیت کا ذکر ہے اس سے قبل بھی اسی مفہوم کی دو احادیث حضرت صفوان بن عسال ؓ اور حضرت علی ؓ گزر چکی ہیں۔

٦٦:   وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ عِمَارَةَ ﷛ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ أَمْسَحُ عَلَى اَلْخُفَّيْنِ؟ قَالَ "نَعَمْ" قَالَ يَوْمًا؟ قَالَ "نَعَمْ" قَالَ: وَ يَوْمَيْنِ؟ قَالَ "نَعَمْ" قَالَ وَثَلَاثَةً؟ قَالَ "نَعَمْ ,وَمَا شِئْتَ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَقَالَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ

ابو داود، کتاب الطهارة، باب التوقيت فی المسح:١٥٨، ابن ماجة: ٥٥٧، الدارقطنی : ١/١٩٨، الحاکم: ١/١٧٠، التلخيص الحبير: ١/١٧١، بيان الوهم والايهام: ٣/٣٢٣

٦٦:   حضرت ابی بن عمارة ﷛ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رحمت عالم ﷺ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا، انہوں نے عرض کیا: ایک دن؟ آپ ﷺ نے فرمایا " ہاں ایک دن" انہوں نے پھر عرض کیا، دو دن؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں دو دن" انہوں نے پھر عرض کیا، تین دن؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں تین دن بلکہ جب تک تیرا دل چاہے" اس روایت کو امام ابوداود نے روایت کیا ہے اور اسے کمزور قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: ابی: ہمزہ مضموم، باء مفتوح اور یاء مشدد۔

تشریح: اس روایت کو امام ابوداود کے علاوہ اور بھی نامور ائمہ نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے، امام حاکم نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت پر کسی نے نقد نہیں کیا، امام حاکم کا یہ فرمان قطعاً درست نہیں کیونکہ امام ابوداود نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اسے لیس بالقوی، امام بخاری ؒ نے لایصح اور امام احمد نے اس روایت کے بعض رواۃ کو مجہول قرار دیا ہے، امام نووی فرماتے ہیں اس روایت کے ضعیف اور مضطرب ہونے پر تمام ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔

فقہی احکام: یہ روایت چونکہ ضعیف ہے اس لئے اس سے کوئی بھی مسئلہ مستنبط کرنا درست نہیں۔

٦ ۔ بَابُ نَوَاقِضِ الْوُضُوْءِ   وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان

٦٧:   عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷛ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ عَلَى عَهْدِهِ يَنْتَظِرُونَ اَلْعِشَاءَ حَتَّى تَخْفِقَ رُؤُوسُهُمْ ثُمَّ يُصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّئُونَ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ وَأَصْلُهُ فِي مُسْلِمٍ

ابو داود، کتاب الطهارة، باب الوضوء من النوم: ٢٠٠، الدارقطنی : ١/١٣١، مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب وقت العشاء و تاخير ها: ٦٣٨ ـ ٦٤٠، البيهقی: ١/٢٠٦، البخاری : ٥٧٢، ابن ماجة: ٦٩٢

٦٧:   حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام بسا اوقات نماز عشاء کا انتظار اس قدر فرماتے کہ غلبہ نیند کی وجہ سے ان کے سر جھک جاتے اور وہ دوبارہ وضو کئے بغیر نماز ادا کر لیتے ۔اس روایت کو ابوداود نے بیان کیا ہے اور امام دارقطنی نے صحیح قرار دیا ہے۔اس حدیث کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔

لغوی تحقیق: نواقض: یہ ناقض کی جمع مکسر ہے، تخفق: تاء مفتوح، فاء مکسور: نیند کی وجہ سے جھکنا۔

تشریح: یہ روایت حضرت انس ﷛ سے متعدد طرق سے مروی ہے، حافظ ابن حجر نے مختلف طرق سے منقول الفاظ کے پیش نظر اس روایت کو بالمعنی نقل کیا ہے، تفصیل اس طرح ہے، حضرت ثابت بنانی ؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس ﷛ سے رحمت عالم ﷺ کی انگوٹھی کی بابت سوال کیا، انہوں نے فرمایا: عشاء کی نماز کیلئے اقامت کہہ دی گئی اس دوران ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے کچھ کام ہے، آپ ﷺ اس سے آہستہ آہستہ گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ نصف رات بیت گئی، اکثر صحابہ اونگھنے لگے،

پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا "وہ وقت جو تم نماز کے انتظار میں بسر کرتے ہو، وہ بھی نماز ہی میں شمار ہوتا ہے" پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سائل کو اس کے اصل سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے، مجھے ایسے محسوس ہورہا ہے جیسے میں رحمت عالم ﷺ کی چاندی کی انگوٹھی کے نگینہ کو دیکھ رہا ہوں اور آپ ﷺ اپنے بائیں ہاتھ کی چھنگلی کو بلند کئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی احادیث حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے، جب اسلام کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں تھا، صحیح مسلم میں مروی روایت میں نماز عشا کو مؤخر کرنے کا ذکر ہے، لیکن صحابہ کے اونگھنے اور دوبارہ وضو کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس بنا پر حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ اس روایت کی اصل مسلم میں ہے۔

فقہی احکام: (۱) اقامت اور تکبیر تحریمہ کے مابین بوقت ضرورت طویل وقفہ کیا جاسکتا ہے اور ایسی صورت میں دوبارہ اقامت کہنے کی ضرورت نہیں۔ (۲) اقامت ہوجائے اور امام اپنی جگہ پر نہ پہنچے تو مقتدی دوبارہ بیٹھ سکتے ہیں۔ (۳) بغیر سہارے کے بیٹھے بیٹھے اگر نیند آجائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۴) اقامت اور تکبیر تحریمہ کے مابین امام سے نجی گفتگو کی جاسکتی ہے۔ (۵) سائل کو اس کے سوال سے زیادہ بھی بتایا جاسکتا ہے۔ (۶) گزرے ہوئے واقعہ کو حال کے آئینے میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ (۷) عشاء کی نماز کو نصف شب تک مؤخر کیا جاسکتا ہے۔ (۸) نماز کا انتظار بھی نماز ہی ہے۔

۶۸: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ ,أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ "لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ ,وَلَيْسَ بِحَيْضٍ ,فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلَاةَ ,وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ ,ثُمَّ صَلِّي "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَلِلْبُخَارِيِّ "ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ " وَأَشَارَ مُسْلِمٌ إِلَى أَنَّهُ حَذَفَهَا عَمْدًا

البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الدم: ۲۲۸، مسلم: ۳۳۳، السنن الکبری للبیهقی: ۲/۵۵، شرح البخاری لابن رجب: ۲/۷۲، صحیح ابن حبان: ۱۳۵۴، النسائی: ۱/۱۸۵، الدارمی: ۱/۱۹۹، الطحاوی: ۱/۱۰۲، فتح الباری: ۱/۳۳۲

۶۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں مرض استحاضہ میں مبتلا ہوں، اس وجہ سے کبھی بھی پاک نہیں ہوتی، کیا اس حالت میں نماز چھوڑ سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں، یہ خون حیض نہیں یہ تو رگ ہے (جو پھٹنے کی صورت میں بہتی رہتی ہے)، جب حیض کا خون جاری ہو تب آپ نماز چھوڑ دیں اور جب وہ ایام ختم ہوجائیں، تو غسل کرکے نماز پڑھنا شروع کردیں" (بخاری ومسلم) صحیح بخاری میں ہے کہ "پھر تم ہر نماز کیلئے وضو کرو" امام مسلم نے کچھ الفاظ کو عمداً چھوڑنے کا عندیا دیا ہے۔

لغوی تحقیق: حبیش: حاء مضموم باء مفتوح یاء ساکن یہ حبش کی تصغیر ہے۔ استحاض: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم ہے، یہ استحاضہ: سے ماخوذ ہے، استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو مخصوص ایام کے علاوہ جاری رہتا ہے۔ عرق: عین مکسور اور راء ساکن یعنی جسم سے خون کا جاری ہونا، جس رگ سے یہ خون جاری ہوتا ہے اس رگ کو عاذل اور عاذر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حیض: وہ خون جو ہر ماہ مخصوص ایام میں خواتین کے رحم سے جاری ہوتا ہے۔ اقبلت: یعنی جب حیض کے خون کا آغاز ہو۔ ادبرت: یعنی جب حیض کا خون ختم ہوجائے۔

تشریح: زیر مطالعہ احادیث میں دو طرح کے خون کا تذکرہ ہے، ایک قسم کے خون کو حیض اور دوسرے قسم کے خون کو استحاضہ سے تعبیر کیا

جاتا ہے، حیض سے مراد وہ خون ہے جو خواتین کو آغاز بلوغت سے لیکر اختتام شباب تک ہر ماہ مخصوص ایام میں برابر آتا رہتا ہے، اس خون کا بند ہونا حمل کی علامت یا پھر کسی خطرناک بیماری کا پیش خیمہ ہوتا ہے، یہ خون سیاہ ہوتا ہے۔ استحاضہ سے مراد وہ خون ہے جو عاذل یا عاذر نامی رگ کے پھٹنے کی وجہ سے جاری ہوتا ہے، یہ ایک بیماری ہے اسکا کوئی وقت مقرر نہیں، اس کا رنگ سرخ اور چمکدار ہوتا ہے، ایام حیض کی مدت کے بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں بعض کا کہنا ہے کہ جمع مکسر کا اطلاق تین سے دس تک ہوتا ہے اس لیے حیض کا کم از کم دورانیہ تین دن اور زیادہ دس دن تک ہوسکتا ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ عورت کا جو بھی معمول ہے وہ اسی کے مطابق حیض اور استحاضہ میں فرق کرے۔ امام بخاریؒ نے ھشام بن عروہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میرے والد بزرگوار نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر تم ہر نماز کے لئے وضو بناؤ، اس ٹکڑے پر دو اعتراض کئے گئے ہیں۔

(۱) امام زیلعی نے اس ٹکڑے کو تعلیقاً قرار دیا ہے، حافظ حجر اس اعتراض پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض درست نہیں، کیونکہ یہ ٹکڑا مذکورہ سند ہی سے موصولاً ہے۔

(۲) امام ابن رجب حنبلی اور امام بیہقی وغیرہما کا کہنا ہے کہ یہ مرفوع حدیث کا حصہ نہیں بلکہ عروۃ بن زبیر کا قول ہے، حافظ ابن حجر نے اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو عرۃ بن زبیر **ثم توضئی لکل صلاۃ** (پھر تم ہر نماز کیلئے وضو بناؤ) کے بجائے یہ کہتے **ثم تتوضا لکل صلاۃ** پھر وہ ہر نماز کیلئے وضو بناتی۔

حافظ ابن حجر کی تحقیق صائب ہے جیسا کہ امام ابن حبان نے یہی روایت ابوحمزہ عن ہشام بن عروۃ کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں یہ مذکور ہے، **فاذا اقبل الحیض فدعی الصلاۃ عدد ایامک التی کنت تحیضین فیه فاذا ادبرت فاغتسلی وتو ضئی لکل صلاۃ** : یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: "جب حیض کا آغاز ہوجائے تو تم اتنے دن نماز ترک کردو، جتنے دن تمہیں پہلے حیض آیا کرتا تھا اور جب اتنے دن پورے ہوجائیں پھر تم غسل کرلینا اور ہر نماز کیلئے وضو کرنا" ابوحمزہ کی متابعت امام حماد بن زید، امام حماد بن سلمہ اور امام ابوعوانہ نے کی ہے، امام مسلم نے حماد بن سلمہ کے طریق سے مروی زیر بحث الفاظ کے ضعیف ہونے کا عندیہ دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) حیض اور استحاضہ کا خون ناپاک اور ناقض وضو ہے۔ (۲) خواتین علما سے بالمشافہ مخصوص مسائل کے بارے میں دریافت کرسکتی ہیں۔ (۳) غیر محرم خواتین کی آواز کو بوقت ضرورت غور سے سنا جاسکتا ہے۔ (۴) خون حیض کا اعتبار ہر عورت اپنی عادت کے مطابق کرے گی۔ (۵) عورت کیلئے ایام حیض میں نماز معاف ہے۔ (۶) حیض کے بعد غسل کرنا فرض ہے۔ (۷) استحاضہ کی صورت میں ایک وضو سے فقط ایک ہی نماز کے فرض اور نفل ادا کئے جاسکتے ہیں۔ (۸) خون استحاضہ بھی اگرچہ ناپاک ہے مگر اس کیلئے غسل کرنا ضروری نہیں۔

۶۹: وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ؓ قَالَ كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً ,فَأَمَرْتُ اَلْمِقْدَادَ بْنَ اَلْأَسْوَدِ أَنْ يَسْأَلَ اَلنَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ "فِيهِ اَلْوُضُوءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ

البخاری، کتاب العلم، باب من استحیا فامرہ غیرہ بالسؤال: ۱۳۲، مسلم: ۳۰۳، ابن خزیمۃ: ۲۲، البیہقی: ۱/۲۰۳، ابن حبان: ۳۸۸/۳، النسائی: ۱/۱۱۱(۱۵۲)، ابوداود: ۲۰۶، الترمذی: ۱۱۵

۶۹: حضرت علی ؓ فرماتے ہیں میں کثرتِ مذی میں مبتلا تھا، میں نے مقداد ؓ سے کہا کہ وہ اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے دریافت کریں، انہوں نے رحمت عالم ﷺ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا" فقط وضو کافی ہے " اس روایت کو امام بخاری اور امام

مسلم نے بیان کیا ہے، مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

لغوی تحقیق: مــــذاء : ذال پر تشدید، یہ مبالغہ کا صیغہ ہے، یعنی کثرت مذی میں مبتلا تھا، مذی اس سفید پتلے مادے کو کہا جاتا ہے، جو بیوی سے پیار کرتے وقت جماع سے پہلے مرد کی شرم گاہ سے خارج ہوتا ہے۔

تشریح: یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مروی ہے، حصین بن قبیصہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں کثرت مذی میں مبتلا تھا، میں مذی کی وجہ سے موسم سرما میں غسل کرتا تھا، جس کی وجہ سے میرے جسم کی جلد پھٹ گئی، میں نے رحمت عالم ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا " غسل کرنے کی ضرورت نہیں، جب تم مذی دیکھوتو اپنی شرم گاہ دھولواور وضو بنالو، جس طرح نماز کے لیے وضو بناتے ہو، لیکن جب منی دیکھوتو غسل کرو" ابوعبدالرحمٰن سلمی نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی قسم کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مذی کے بارے میں دریافت کریں، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی شرم گاہ دھولے اور وضو بنالے " حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ وہ رحمت عالم سے دریافت کریں کہ ایک شخص اپنی بیوی کے جب قریب جاتا ہے، تو اس سے مذی کا خروج ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟ چونکہ رحمت عالم ﷺ کی لخت جگر میرے نکاح میں ہے، اس لئے آپ ﷺ سے براہ راست سوال کرنے میں مجھے شرم آتی ہے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا " آپ میں سے جس شخص کے ساتھ یہ معاملہ پیش آجائے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی شرم گاہ دھولے اور اس طرح وضو بنالے جس طرح وہ نماز کیلئے وضو بناتا ہے۔" درج بالا روایات میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے، اس لئے بعض حضرات نے ان روایات پر اضطراب کا حکم لگایا ہے ، لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ روایت اضطراب سے پاک ہے کیونکہ وہ طریق جس میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے کا تذکرہ ہے، وہ ایاس بن خلیفہ کی وجہ سے ضعیف ہے، جبکہ دیگر دونوں طرق سے یہ عیاں ہورہا ہے کہ حضرت مقداد اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے الگ الگ سوال کیا تھا، ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کوسوال کرنے کا حکم دینے کے بعد خود رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوگئے ہوں یا حضرات مقداد رضی اللہ عنہ کے خبر لانے کے بعد مزید تشفی کیلئے خود دریافت کرلیا ہو، اسی قسم کی روایات حضرت ابی، حضرت سہل بن حنیف اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔ حضرت سھل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں کپڑے پر چھینٹے مارنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ودی اور مذی دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پیشاب کرنے کے بعد جو قطرہ خارج ہوتا ہے اسے ودی کہتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) اگر مسئلہ دریافت کرنے میں خود کو شرم آتی ہو تو دوسرے سے کہا جاسکتا ہے۔ (۲) تعریض سے کام لیا جاسکتا ہے۔ (۳) مذی کے خروج سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ شرم گاہ کو دھونا اور وضو کرنا لازم ہے اگر چہ نماز کا وقت نہ ہو۔ (۴) مذی اگر کپڑے کو لگ جائے تو اس پر چھینٹے مار لینا ہی کافی ہے۔

۷۰: **وَعَنْ عَائِشَةَ** رضی اللہ عنہا **,أَنَّ النَّبِيَّ** ﷺ **قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ ,ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَضَعَّفَهُ الْبُخَارِيُّ**

مسند احمد: ۲/ ۲۱۰، البیهقی: ۱/ ۲۱۹، السنن للدارقطنی: ۱/ ۱۳۵ ۔ ۱۴۱، العلل لابن ابی حاتم: ۱/ ۴۸، ابوداود: ۱/ ۹۴، الترمذی: ۸۶

۷۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیا اور نماز کیلئے تشریف لے گئے اور وضو نہیں بنایا، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: قبل :قاف مفتوح اور باء مشدد مفتوح یعنی بوسہ لیا۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے اور ہر طریق کسی نہ کسی علت کی وجہ سے ضعیف ہے، عروۃ بن زبیر سے مروی طریق حبیب بن ابی ثابت اور امام زہری کے بھتیجے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ حبیب بن ابی ثابت کا عروۃ سے سماع ثابت نہیں، امام یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں سفیان ثوری تمام اہل علم سے زیادہ معلومات رکھتے ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ حبیب نے عروۃ بن زبیر سے کچھ نہیں سنا، اس طریق سے مروی اس حدیث کو ابو حاتم نے بھی ضعیف قرار دیا ہے، امام ابوزرعہ فرماتے ہیں اگرچہ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا، تاہم یہ حدیث ضعیف ہے، حافظ ابن حجر نے جو متن نقل کیا ہے وہ متن امام احمد نے عروۃ بن زبیر کے طریق سے نقل کیا ہے لیکن شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اس متن کو ابراہیم تیمی کے طریق کی طرف منسوب کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو اس سلسلے میں غلطی لگی ہے کیونکہ امام احمد نے ابراہیم تیمی کے طریق سے جو روایت نقل کی اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ آپ ﷺ نے بوسہ لیا اور نماز پڑھی لیکن وضو نہیں فرمایا، یہ طریق بھی ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم تیمی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں، ابوسلمہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طریق میں بھی یہی مضمون مذکورہ ہے مگر وہ طریق بھی سعید بن بشیر کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ امام ابن معین نے اسے ضعیف اور امام دارقطنی نے لیس بالقوی کہا ہے، اس قسم کی ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عطاء بھی نقل کرتے ہیں، مگر وہ طریق غالب بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے ان بیانات سے یہ واضح ہوا، حدیث اگرچہ ضعیف ہے، تاہم تعدد طرق کی وجہ سے قدر قابل عمل ہے۔

فقہی احکام: بوسہ کا ناقض وضو ہونا کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت نہیں، لہٰذا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۷۱: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا ,فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ ,أَمْ لَا؟ فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنْ اَلْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا ,أَوْ يَجِدَ رِيحًا " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب الحیض، باب الدلیل علی ان من تیقن الطهارة ثم شک فی الحدث فله ان یصلی بطهارته......: ۳۶۲، الترمذی: ۷۵، صحیح ابن خزیمة: ۱۸/۱، ۱۹، البیهقی: ۲۰۲/۱، ابن ماجة: ۵۱۶، میزان الاعتدال: ۳۶۸/۴

۷۱: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " جب تم میں سے کوئی ایک اپنے پیٹ میں کوئی چیز محسوس کرے اور اس کیلئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو کہ اس کے پیٹ سے کوئی چیز خارج ہوئی ہے یا نہیں؟ تو وہ اس وقت تک مسجد سے باہر نہ نکلے جب تک وہ ہوا خارج ہونے کی آواز یا بدبو محسوس نہ کرے۔

لغوی تحقیق: اشکل :مشکل ہوجائے۔ ریحا: ہوا۔

تشریح: یہ حدیث مبارکہ اہل ایمان کو یہ درس دیتی ہے کہ وہ تردد و شک کے تاریک پردوں سے باہر نکل کر یقین واعتماد کی روشنی میں اپنی زندگی کے تمام امور سرانجام دیں، وضو، نماز کیلئے اگرچہ بنیادی شرط ہے لیکن محض ظن وتخمین کی وجہ سے نماز کو منقطع کر کے دوبارہ وضو کرنا درست نہیں، نمازی دوران نماز اگر ایسی کیفیت میں مبتلا ہو جائے کہ اس کا وضو قائم ہے یا ٹوٹ گیا ہے تو اس صورت میں اس کیلئے لازم ہے کہ وہ اس وقت تک نماز منقطع نہ کرے جب تک وہ ہوا کے خارج ہونے کی آواز یا اس کی بدبو نہ پالے۔ عہد نبوی میں چونکہ مساجد میں وضو

کا انتظام نہیں تھا، اس لئے اس حدیث میں نماز منقطع نہ کرنے کو مسجد سے باہر نہ نکلنے سے تعبیر کیا گیا ہے، امام شعبہ سے مروی طریق میں اسی مضمون کو مختصر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ دوبارہ وضو ہوا کے خارج ہونے کی آواز سننے یا بدبو محسوس کرنے کے بعد ہی کیا جائے، بدبو کا سراغ لگانے کیلئے کپڑے وغیرہ سونگھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جس روایت میں کپڑے وغیرہ سونگھنے کا ذکر ہے وہ روایت سخت ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) محض شک کی بنا پر نماز منقطع نہ کی جائے۔ (۲) شرم وحیا کو ملحوظ خاطر لاتے ہوئے تعریض سے کام لیا جائے۔
(۳) دوران نماز وضو ٹوٹ جائے تو نماز منقطع کر کے دوبارہ وضو کیا جائے۔

۷۲: وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَجُلٌ مَسَسْتُ ذَكَرِي أَوْ قَالَ اَلرَّجُلُ يَمَسُّ ذَكَرَهُ فِي اَلصَّلَاةِ ,أَعَلَيْهِ وُضُوءٍ؟ فَقَالَ اَلنَّبِيُّ ﷺ "لَا ,إِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِنْكَ" أَخْرَجَهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ وَقَالَ اِبْنُ اَلْمَدِينِيِّ هُوَ أَحْسَنُ مِنْ حَدِيثِ بُسْرَةَ

ابوداود، کتاب الطهارة، باب الرخصة فی ذالک: ۱۸۲، الترمذی، ابواب الطهارة، باب ترک الوضوء من مس الذکر: ۸۵، النسائی: ۱/۱۰۱، ابن ماجة: ۴۸۳، مسنداحمد: ۴/۲۳، الدارقطنی: ۱/۱۴۹، الطحاوی: ۱/۷۵، البیهقی: ۱/۲۳۰ ـ ۲۳۲، ابن حبان: ۳/۴۰۳ ـ ۴۰۵، ابن خزیمة: ۱/۲۳، الضعفاء و المتروکین: ۳/۸۳۳، عبدالرزاق: ۱/۱۱۶، ۱۱۷، الطبرانی فی الکبیر: ۱۷/۱۷۸، علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱/۴۸

۷۲: حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے کہا میں نے اپنا آلہ تناسل چھولیا ہے، یا یوں کہا کہ ایک آدمی نے حالت نماز میں اپنے آلہ تناسل کو ہاتھ لگا لیا، کیا اسے دوبارہ وضو کرنا چاہیے؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا " نہیں کیونکہ وہ تو آپ کے جسم کا ہی حصہ ہے " اس حدیث کو امام ابوداود، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے، امام علی بن مدینی فرماتے ہیں یہ حدیث حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

لغوی تحقیق: **ذکر:** ذال اور کاف کی زبر کے ساتھ یعنی آلہ تناسل۔ **بضعة:** باء پر زبر اور زیر پڑھا جا سکتا ہے، ضاد ساکن، گوشت کا ٹکڑا **المدینی:** میم کی زبر اور دال کی زیر کے ساتھ، یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ **بسرة:** باء کی پیش اور سین کے سکون کے ساتھ۔

تشریح: اس روایت کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں اہل علم میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، اس اختلاف کا سبب قیس بن طلق اور ان کے تلامذہ ہیں، قیس بن طلق اس روایت کے مرکزی راوی ہیں، ان سے یہ روایت ان کے پانچ تلامذہ نقل کرتے ہیں ملازم بن عمرو عن عبداللہ بن بدر سے مروی طریق کو امام طحاوی نے صحیح و مستقیم قرار دیتے ہوئے اس کی سند اور متن کو اضطراب و علل سے پاک قرار دیا ہے، علامہ ہیثمی نے بھی اس روایت کے جملہ رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے، البتہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوبکر احمد بن اسحاق الضبعی نے ملازم پر کلام کیا ہے۔ قیس بن طلق سے یہ روایت محمد بن جابر یمانی، ایوب بن محمد اور ایوب بن عتبہ بھی نقل کرتے ہیں، ان تینوں رواۃ کو نامور ماہرین فن نے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض نے محمد بن جابر کو ثقہ کہا ہے اس روایت کو عکرمہ بن عمار نے بھی قیس بن طلق سے نقل کیا ہے، عکرمہ بن عمار کی تعدیل و جرح کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، امام یحییٰ بن سعید، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ دیگر ماہرین فن نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ امام ترمذی نے قیس بن طلق سے مروی جملہ طرق پر تبصرہ کرتے ہوئے ملازم بن عمرو سے مروی طریق کو سب سے احسن قرار دیا ہے۔ اس روایت کا مرکزی راوی قیس بن طلق ہے امام شافعی، امام یحییٰ معین، امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم نے اسکی مرویات کو بطور حجت اختیار کرنے سے گریز کیا ہے، جبکہ امام ابن حبان، امام ابن خزیمہ اور امام العجلی نے اسے ثقہ

قرار دیا ہے۔ اس روایت کی تائید حضرت ابوامامہ اور حضرت عصمہ بن مالک سے مروی روایات سے بھی ہوتی ہے، لیکن ان سے ایک روایت جعفر بن زبیر اور دوسری روایت احمد بن رشدین اور فضل بن مختار کی وجہ سخت ضعیف ہیں۔ جس طرح اس روایت کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے اسی طرح اس روایت کے نسخ اور عدم نسخ کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ امام بیہقی نے اسے منسوخ قرار دیا ہے، امام ابن حبان اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت منسوخ ہے، کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت دریافت کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تعمیر فرما رہے تھے، مسجد نبوی کی تعمیر ہجرت نبوی کے پہلے سال ہوئی ہے جبکہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں وضو کرنا مذکور ہے، واضح رہے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سات سال بعد کی ہے لہٰذا حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ناسخ ہوئی اور حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث منسوخ ہوئی۔ امام ابن حبان کا یہ موقف دو اعتبار سے درست نہیں (۱) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے معارض نہیں بلکہ اس کی تفسیر ہے کیونکہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ سے مروی روایت تفصیلا اس طرح ہے کہ ہم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک محفل میں تھے، اس دوران ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم میں سے کوئی ایک نماز پڑھ رہا ہو اور دوران نماز اسے خارش چھڑ جائے، خارش کرتے کرتے اس کا ہاتھ اس کی شرم گاہ سے لگ جائے (تو اس صورت میں اس کیلئے کیا حکم ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " وہ بھی تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہی ہے " جبکہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جب تم میں سے کسی ایک کا ہاتھ خارش کرتے کرتے اس کی شرم گاہ تک پہنچ جائے یا وہ اسے براہ راست چھولے تو اس صورت میں وضو کرلے یعنی اگر کپڑے کے اوپر سے لگ جائے تو کوئی حرج نہیں " (۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو محض اس لئے مؤخر قرار دینا درست نہیں کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے ہیں کیونکہ اس روایت میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے یہ صراحت نہیں فرمائی کہ یہ روایت انہوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، ممکن ہے کہ یہ روایت حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کسی اور صحابی سے سن کر اسے مرسل بیان کر دیا ہو۔ (۳) امام ابن خزیمہ حدیث بسرۃ اور حدیث طلق کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس صورت میں وضو کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (۴) حضرت حزیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی اس حدیث کو منسوخ خیال نہیں کرتے کیونکہ ان کا فتویٰ بھی حدیث طلق کے موافق ہے یہ اثر سنداً صحیح ہے۔

فقہی احکام: (۱) اگر ہاتھ کپڑے کے اوپر سے شرم گاہ کو لگ جائے تو اس صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۲) معرفت دین کی خاطر مخصوص مسائل بھی دریافت کئے جاسکتے ہیں۔ (۳) جس مسئلہ کا علم نہ ہو وہ مسئلہ فقط اہل علم ہی سے دریافت کرنا چاہیے۔

۷۳: وَعَنْ بُسْرَةَ بِنْتِ صَفْوَانَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ" أَخْرَجَهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ وَقَالَ اَلْبُخَارِيُّ هُوَ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هَذَا اَلْبَابِ

ابوداود، کتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذکر: ۱۸۱، الترمذی: ۸۳، النسائی: ۱/۱۰۰، ابن ماجة: ۴۷۹، مسند احمد: ۶/۴۰۷، صحیح ابن حبان: ۳/۴۰۰، ۴۰۱، صحیح ابن خزیمة: ۱/۲۲، الطحاوی: ۱/۵۵ ــ ۵۷، التحقیق لابن جوزی: ۱۹۳، التلخیص الحبیر: ۱/۱۲۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۸۴، ۱۴۸۰، ۳۱۰۸، ۴۰۰۴، البیهقی: ۱/۲۲۷

۷۳: حضرت بسرۃ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جو اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے وہ وضو بنائے " اسے ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور احمد نے بیان کیا ہے، اسے امام ترمذی اور امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے اور امام بخاری فرماتے

ہیں: اس مسئلے میں سب سے زیادہ صحیح حدیث یہی ہے۔

لغوی تحقیق: بسرۃ : باء کی پیش کے ساتھ۔

تشریح: یہ حدیث بظاہر سابقہ حدیث کے معارض ہے کیونکہ اس حدیث مبارک میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ شرم گاہ کو ہاتھ لگ جانے کی صورت میں وضوٹوٹ جاتا ہے، لیکن یہ حدیث بھی سابقہ حدیث کی طرح اہل علم کے درمیان متنازع ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں تو جگہ نہیں دی، تاہم انہوں نے اس حدیث کو سابقہ حدیث سے صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کے مرکزی راوی عروۃ بن زبیر ہیں، ان سے یہ روایت ان کے لخت جگر ہشام، عبداللہ بن ابی بکر اور زہری نقل کرتے ہیں، امام نسائی کا کہنا ہے کہ ہشام نے یہ روایت اپنے والد سے نہیں سنی، امام نسائی کی یہ تحقیق حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ امام ترمذی اور امام احمد نے اپنی سند سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ ہشام نے یہ روایت اپنے والد سے براہ راست سنی ہے۔ اس روایت پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ امام ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، اور ساتھ ہی مروان بن حکم پر کلام بھی کیا ہے جبکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں بھی یہ حدیث بایں طور نقل نہیں کی کہ جس سے یہ واضح ہو کہ حضرت عروۃ نے یہ حدیث براہ راست بسرۃ بنت صفوان سے سنی ہے۔ یہ اعتراض یہاں تک تو درست ہے کہ صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ میں منقول سند سے عروۃ کا براہ راست بسرۃ سے سماع ثابت نہیں ہوتا ہے لیکن امام احمد نے یحییٰ بن سعید کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں صراحتاً مذکور ہے کہ حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث حضرت بسرۃ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے براہ راست بھی سنی ہے لہٰذا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ یہ روایت صحیح اور متصل ہونے کے ساتھ ساتھ مؤید بھی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بھی صراحتاً مذکور ہے کہ جو بھی مرد یا عورت اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے اسے وضو کرنا چاہیے یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ اسی طرح اسی مضمون کی حدیث حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، اس حدیث کو اگرچہ امام طحاوی نے منقطع اور امام علی بن مدینی نے منکر قرار دیا ہے لیکن انصاف کی بات یہی ہے کہ یہ روایت بھی ہر قسم کے غبار سے پاک ہے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا " جس نے اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگایا اسے وضو کرنا چاہیے " اس حدیث کو امام بوصیری نے امام بخاری، امام یحییٰ بن معین، امام ابوزرعہ، امام ابوحاتم اور امام نسائی کے اقوال کی روشنی میں منقطع قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر نے ان کی تحقیق پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شامی محدثین کے احوال سے امام دحیم سب سے زیادہ آگے تھے، انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ نے حضرت عنبسہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ ان دونوں احادیث کو باہم معارض قرار دینے کی بجائے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی روشنی میں تطبیق دیدی جائے کہ اگر ہاتھ براہ راست لگ جائے تو وضوٹوٹ جاتا ہے اور اگر کپڑے وغیرہ کے اوپر سے لگے تو پھر نہیں ٹوٹتا۔

فقہی احکام: شرم گاہ کو اگر ہاتھ براہ راست لگے تو وضوٹوٹ جاتا ہے۔

۷۴: **وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " مَنْ أَصَابَهُ قَيْءٌ أَوْ رُعَافٌ ,أَوْ قَلَسٌ ,أَوْ مَذْيٌ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ,ثُمَّ لِيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ ,وَهُوَ فِي ذَلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ " أَخْرَجَهُ اِبْنُ مَاجَه وَضَعَّفَهُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ**

ابن ماجة، ابواب اقامة الصلوات و السنة فيها، باب ماجاء في البناء على الصلاة: ۱۲۲۲، الدارقطنی: ۱۵۴/۱، البیهقی: ۱/ ۲۴۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳۹/۶، المؤطا: ۳۸/۱

۷۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " جسے قے یا نکسیر یا مذی آجائے، اسے چاہیے کہ وہ نماز توڑ دے اور وضو بنائے اور وضو بنانے کے بعد سابقہ نماز پر بنا رکھے، بشرطیکہ اس دوران اس نے کوئی دنیاوی گفتگو نہ کی ہو " اس روایت کو امام

ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: قئی: وہ چیز جو منہ کے راستے معدے سے خارج ہو۔ رعاف: راء پر پیش، وہ خون جو ناک کے راستے خارج ہوتا ہے۔ قلس: قاف مفتوح اور لام ساکن، منہ کے راستے حلق سے خارج ہونے والا مواد۔ لیبن: بنا رکھے، یعنی وضو ٹوٹنے کی وجہ سے جس حال میں نماز منقطع کی تھی، دوبارہ اسی حالت سے نماز کا آغاز کرے۔

تشریح: زیر مطالعہ روایت میں قے، الٹی، نکسیر اور مذی کے خروج کو نواقض وضو میں شمار کیا گیا ہے، جہاں تک مذی کا تعلق ہے، بالاتفاق ناقض وضو ہے، دیگر تینوں اشیاء کے نواقض وضو ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ زیر مطالعہ روایت رحمت عالم ﷺ سے موصولاً اور مرسل ہر دو طرح سے منقول ہے، موصولاً روایت کو تمام ماہرین فن نے بالاتفاق ضعیف قرار دیا ہے۔ محدثین نے اس روایت کے ضعف کی علت یہ بیان کی ہے کہ اسمعیل بن عیاش کی فقط وہی روایات صحیح ہیں جو وہ اہل شام سے نقل کرتے ہیں، زیر مطالعہ روایت چونکہ وہ اہل حجاز سے نقل کرتے ہیں، اس لئے یہ روایت ضعیف ہے۔ اس روایت کو موصول بیان کرنے میں اگرچہ سلیمان بن ارقم نے اسمٰعیل کی متابعت کی ہے لیکن یہ متابعت مفید نہیں کیونکہ ماہرین فن کے نزدیک سلیمان متروک الحدیث ہے۔ البتہ اس روایت کے مرسل طریق کو امام بیہقی اور ابو حاتم نے صحیح قرار دیا ہے۔ احناف کے نزدیک چونکہ مرسل روایت بھی حجت ہے اس لئے احناف کے نزدیک اس روایت پر عمل کرنا ضروری ہے، اہل حدیث اور شوافع کے نزدیک چونکہ مرسل روایت حجت نہیں، اس لئے ان کے نزدیک قے اور نکسیر نواقض وضو نہیں ہیں۔ اس مفہوم کی ایک روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن یہ روایت ابو بکر کی وجہ سے سابقہ روایت سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ اسی قسم کی ایک روایت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً منقول ہے، مگر یہ روایت عمرو بن خالد الوسطی کذاب کی وجہ سے مردود ہے۔ حضرت نافع رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دوران نماز نکسیر پھوٹ گئی تو انہوں نے نماز منقطع کر کے دوبارہ وضو کیا اور چپ چاپ واپس آ کر پہلی نماز پر بنا رکھی۔ یہ اثر سنداً صحیح ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لخت جگر حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے بسند صحیح وضو نہ کرنا منقول ہے، امام بیہقی اس تضاد کو حل کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ یہاں وضو کرنے سے مراد وضو حقیقی نہیں، بلکہ وضو مجازی ہے، یعنی انہوں نے نماز منقطع کر کے صرف خون صاف کیا اور دوبارہ واپس آ کر پہلی نماز پر بنا رکھی۔ امام زرقانی فرماتے ہیں کہ نکسیر چونکہ ناقض وضو نہیں تھی، اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بنا کو قائم رکھا۔

فقہی احکام: (۱) نکسیر، قے، الٹی وغیرہ نواقض وضو نہیں، تاہم ان کی موجودگی میں نماز جاری رکھنا درست نہیں۔ (۲) سابقہ نماز پر بنا رکھنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا اجتہاد ہے، یہ اجتہاد صحیح احادیث کے ساتھ معارض ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں۔

۷۵: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ أَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ؟ قَالَ " إِنْ شِئْتَ " قَالَ أَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ؟ قَالَ " نَعَمْ " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء من لحوم الابل: ۳۶۰، ابن ماجة: ۴۹۵، البیهقی: ۱/ ۲۶۵، مسند احمد: ۵/ ۸۶، ۱۰۰، ابن خزیمة: ۱/ ۲۱، ابوعوانة: ۱/ ۲۷۰

۷۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے رحمت عالم ﷺ سے دریافت کیا، کیا میں بکرے کا گوشت کھانے کے بعد وضو بناؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا " اگر بنانا چاہو تو بنالو " پھر اس نے کہا: اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا " ہاں اس کے بعد وضو بنانا چاہیے۔" اس روایت کو امام مسلم نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: لحوم: لام اور حاء دونوں مضموم، یہ لحم کی جمع ہے۔ **الغنم**: غین اور میم دونوں مفتوح، اسم جنس ہے، یعنی بکرا اور بکری ہر دو کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ **الابل**: ہمزہ اور باء دونوں مکسور یعنی اونٹ۔

تشریح: حضرت جعفر بن ابی ثور رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث تین نامور رواۃ، عثمان بن عبداللہ، سماک بن حرب اور اشعث بن ابی شعثاء نقل کرتے ہیں۔ امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نقل کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اونٹ کے گوشت کا استعمال ناقض وضو ہے، اس لئے جو شخص بھی اونٹ کا گوشت کھائے، اسے وضو کرنا ہوگا۔ یہ ایک تعبدی حکم ہے، اس لئے اس بارے میں شکوک وشبہات یا کوئی حکمت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، نیز یہ کہنا بھی درست نہیں کہ یہاں وضو سے مراد نماز والا وضو نہیں بلکہ محض ہاتھ منہ دھونا ہے، کیونکہ زیر مطالعہ حدیث میں اونٹ اور بکرے کے گوشت کے استعمال کے بعد وضو کے بارے میں الگ الگ حکم منقول ہے، اگر یہاں محض ہاتھ منہ دھونا مراد لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بکرے کے گوشت کے استعمال کے بعد ہاتھ منہ دھونے کی ضرورت نہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، نیز وضو ایک شرعی لفظ ہے اسے بغیر کسی قرینے کے لغوی معنی پر محمول کرنا درست نہیں، شرعی الفاظ کو اگر ہم نے لغوی معانی پہنانے کا دروازہ کھول دیا تو تمام شرعی عبادات سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔

فقہی احکام: (۱) بکرے کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۲) اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

٧٦: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ ,وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ وَقَالَ أَحْمَدُ لَا يَصِحُّ فِي هَذَا الْبَابِ شَيْءٌ

حدیث مسند احمد: ۲ /۴۳۳، الترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی الغسل من غسل المیت: ۹۹۳، البیھقی: ۱/۵۰۵، ابوداود: ۳۱۶۱، ابن ماجة: ۱۴۶۳، ابن حبان: ۱۱۶۱، عبدالرزاق: ۶۱۱۰، حدیث مغیرہ مسند احمد: ۱۸۱۷۰، مسند ابی ھریرۃ: ۹۶۰۷، حدیث علی مسند احمد: ۲/۲۸۰، ۴۳۳، ۴۵۴

٧٦: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا " جس نے میت کو غسل دیا، وہ خود بھی غسل کرے اور جس نے میت کو کندھا دیا وہ وہ وضو بنائے " اس حدیث کو امام احمد، امام نسائی اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ سے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث موجود نہیں۔

تشریح: یہ حدیث متعدد صحابہ سے متعدد طرق سے مروی ہے اور خود حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے، ان میں سے بعض طرق موقوف اور بعض مرفوع ہیں اور بعض کے الفاظ بھی مختلف ہیں، مثلاً حضرت سعید بن مسیّب، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے جب یہ روایت نقل کرتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص میت کو غسل دے وہ غسل کرے اور جو اسے لحد میں رکھے وہ وضو بنائے، ان کے علاوہ کسی اور پر وضو نہیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عائشہ، حضرت حذیفہ، حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی طرق میں صرف اتنا مذکور ہے، کہ میت کو غسل دینے والا غسل کرے۔ مگر یہ جمیع طرق کسی نہ کسی علت کی وجہ سے ضعیف ہیں، اسی بنا پر یہ مسئلہ اہل علم کے درمیان مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ چونکہ اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں، لہٰذا میت کو غسل دینے والے پر غسل اور اس کو کندھا دینے والے یا قبر میں اتارنے والے پر وضو لازم نہیں۔ امام احمد بن حنبل کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ روایت منسوخ ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ہے، ان کے نزدیک اس روایت کی ناسخ حدیث وہ روایت ہے جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے، کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا " مسلمانوں کی میت چونکہ پاک ہے، اس لئے اسے غسل دینے والے پر غسل لازم نہیں آتا "

جن حضرات کے نزدیک زیر تشریح روایت حسن یا صحیح ہے ان کا کہنا ہے کہ میت کو غسل دینے پر غسل لازم آتا ہے، مگران کے نزدیک بھی میت کو کندھا دینے اور میت کو قبر میں اتارنے والے کیلئے وضو کرنا ضروری نہیں۔ امام احمد بن حنبل نے اس روایت کو منسوخ قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس روایت کے جمیع طرق کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، اس قول سے ان کا اشارہ حضرت مغیرہ، حضرت عائشہ، حضرت حذیفہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی طرق کی طرف ہے۔ یہ مؤقف صرف امام احمد کا ہی نہیں بلکہ امام علی بن مدینی اور امام محمد بن یحییٰ کا بھی ہے۔ اہل علم کے اس اختلاف کی خلیج کو آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کی روشنی میں پاٹ سکتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ہم میت کو غسل دیتے تھے، غسل دینے کے بعد ہم میں سے کچھ لوگ غسل کر لیتے تھے اور کچھ غسل نہیں کرتے تھے، یہ روایت صحیح ہے۔

فقہی احکام: (۱) میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا لازم نہیں فقط مستحب ہے۔ (۲) میت کو غسل دیتے وقت اگر میت کے پیٹ سے غلاظت خارج ہو تو اس صورت میں غسل دینے والوں پر ناپاک پانی کے چھینٹے پڑنے کا غالب امکان ہے، اس لئے اس صورت میں غسل دینے والوں پر غسل کرنا لازم ہوگا، میت کو کندھا دینے اور قبر میں اتارنے پر وضو کرنے کا اگر چہ کوئی فریق قائل نہیں تاہم اس حدیث کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

۷۷: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ "أَنْ لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ" رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلاً ,وَوَصَلَهُ النَّسَائِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَهُوَ مَعْلُولٌ

المؤطا امام مالک: ۱۹۹/۱، ابن حبان، کتاب التاریخ، باب کتب النبی ﷺ......: ۶۵۵۹، النسائی: ۵۷/۸، الدارمی: ۳۸۱/۱، البیھقی: ۱۵۱/۱، الامام: ۲/۷ ۱/۴، تاریخ الدارمی: ۱۲۳، التمھید: ۷ ۱/۳۳۷، الدارقطنی: ۱۲۲/۱، الطبرانی: ۸۳۳۶، ۳۱۳۵، عبدالرزاق: ۳۳۸/۱، الارواء: ۱۵۹/۱، الثقات: ۲۷۲/۸

۷۷: حضرت عبداللہ بن ابی بکر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے عمرو بن ابی حزم کی طرف مکتوب گرامی ارسال فرمایا " کہ قرآن حکیم کو فقط پاک شخص ہی ہاتھ لگائے " اس روایت کو امام مالک نے مرسل، امام نسائی اور امام ابن حبان نے موصولاً نقل کیا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ درست بات یہی ہے کہ یہ روایت کمزور ہے۔

لغوی تحقیق: **لا یمس:** مت ہاتھ لگائے۔ **طاھرا:** باوضو۔ **مرسل:** جس قول و عمل کو تابعی یا اس سے نیچے والا، رحمت عالم ﷺ کی طرف منسوب کرے اسے مرسل کہا جاتا ہے۔ **موصول:** جو سند اول تا آخر بغیر کسی انقطاع کے رحمت عالم ﷺ تک پہنچ جائے۔ **معلول:** جس روایت میں ضعیف ہونے کی کوئی نہ کوئی علت موجود ہو۔ **کتاب:** بمعنی مکتوب یعنی گرامی نامہ۔

تشریح: رحمت عالم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو نجران کا حاکم مقرر فرمایا تھا، ان کے ذمہ اہل نجران کو قرآن حکیم کی تعلیم دینا اور ان سے زکوۃ وصول کرنا تھا، رحمت عالم ﷺ نے ان کی طرف جو مکتوب گرامی لکھا، اس میں آپ نے سنن و فرائض کی تفصیل کے ساتھ ساتھ صدقات و دیات کے قوائد وضوابط سے بھی انہیں آگاہ فرمایا اور اس میں ایک بات یہ بھی تھی قرآن حکیم کو صرف وہی شخص ہاتھ لگائے جو پاک (باوضو) ہو۔ امام مالک اور امام ابوداود نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، موصوف بالاتفاق تابعی ہیں، تابعی کی رسول اللہ ﷺ سے براہ راست روایت مرسل کہلاتی ہے، امام نسائی، امام ابن حبان، امام دارقطنی امام بیہقی اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو موصولاً نقل کیا ہے، یعنی ابوبکر یہ روایت اپنے والد محمد اور محمد، ابوبکر کے جد امجد اور اپنے والد گرامی حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ اس روایت کے مرکزی راوی امام زہری ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس گرامی نامہ کی میں نے نہ

صرف زیارت کی ہے بلکہ مجھے اسے پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہے، امام زہری سے یہ روایت سلیمان نقل کرتے ہیں یہ سلیمان کون ہے؟ اس میں اختلاف ہے بعض طرق میں سلیمان بن ارقم مذکور ہے، امام ابوداود، امام نسائی اور امام ابوزرعہ ؒ فرماتے ہیں کہ **اقرب الی الصواب** یہی ہے کہ یہاں سلیمان سے مراد سلیمان بن ارقم ہے۔ حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلیمان کے شاگرد یحییٰ کی کتاب دیکھی ہے اس میں بھی سلیمان بن ارقم مرقوم ہے۔ اگر واقعی یہ بات درست ہے تو پھر یہ روایت معلول ہے کیونکہ سلیمان بن ارقم کو امام ابوداود اور نسائی نے متروک قرار دیا ہے، امام علی بن مدینی نے اسے منکر الحدیث اور یحییٰ بن معین نے مجہول قرار دیا ہے۔ بعض طرق میں سلیمان بن داود مرقوم ہے، امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے اس بارے میں وضاحت طلب کی تو انہوں نے فرمایا: کہ ارقم اور داود سے مراد ایک ہی شخص ہے کیونکہ داود ان کا اصلی نام ہے جبکہ ارقم ان کا لقب ہے۔ اس وضاحت سے بھی مطلع صاف نہیں ہوا کیونکہ سلیمان بن داود نام کے امام زہری کے دو شاگرد ہیں ایک کا نام سلیمان بن داود یمامی اور دوسرے کا نام سلیمان بن داود خولانی ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ یہاں سلیمان بن داود سے مراد خولانی ہیں اور وہ ثقہ و مامون ہیں۔ صاحب سبل السلام نے اسی تحقیق کو صائب قرار دیا ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے اسے سلیمان بن داود یمامی قرار دیتے ہوئے غیر معروف قرار دیا ہے۔ امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں اس مکتوب گرامی کو جس قدر شہرت حاصل ہے وہ شہرت ہی اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے لہٰذا یہ روایت صحت سند کی محتاج نہیں، اس روایت کی تائید درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔ (۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا " قرآن حکیم کو فقط طاہر شخص ہی ہاتھ لگائے۔ اس اثر کے جملہ رواۃ کو علامہ ہیثمی نے ثقہ قرار دیا ہے، جبکہ علامہ البانی نے سعید بن محمد کے مجہول ہونے کا عندیہ دیا ہے، لیکن امام ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اس سے جہالت کی علت تو زائل ہوگئی، مگر اس میں ایک علت اور بھی ہے یعنی یہ روایت ابن جریج (مدلس) عن سے بیان کرتے ہیں اور وہ مدلس ہیں۔ (۲) حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے انہیں جب یمن کی طرف بھیجا تو نصیحت فرمائی کہ " قرآن حکیم کو فقط طاہر شخص ہی ہاتھ لگائے۔ یہ روایت اسماعیل بن رافع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۳) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے انہیں وصیت فرمائی کہ " تم قرآن حکیم کو فقط طاہر حالت میں ہاتھ لگانا" یہ روایت اسماعیل بن رافع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۴) نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کہ قرآن کو فقط طاہر شخص ہی ہاتھ لگائے۔ اس روایت میں موقوف ہونے کے علاوہ اور کوئی علت نہیں ہے البتہ حافظ ابن حجر نے معلل کہہ کر درج بالا علل کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ان آثار احادیث میں اگر طہارت سے مراد حدث اکبر کو دور کرنا ہے تو پھر اس روایت کو صحیح احادیث کی تائید بھی حاصل ہے۔

فقہی احکام: (۱) قرآن حکیم کو طہارت کے بغیر ہاتھ لگانا منع ہے۔

(۲) حدث اصغر (وضو کئے بغیر) کو دور کئے بغیر ہاتھ لگانا منع تو نہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ باوضو ہو کر ہاتھ لگایا جائے۔

نوٹ :- اس روایت کے راوی عبداللہ بن ابی بکر حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں موصوف معروف تابعی مدنی ہیں، صاحب سبل السلام نے انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لخت جگر سمجھ کر صحابی قرار دیا ہے، یہ ان سے تسامح ہوا ہے، یہی تسامح صاحب فتح العلام سے بھی ہوا ہے۔

۷۸: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ , وَعَلَّقَهُ الْبُخَارِيُّ

البخاری، کتاب الاذان، باب هل يتتبع المؤذن فاه هٰهنا و هٰهنا ......: ، مسلم: ۳۷۳، ابوداود: ۱۸، الترمذی: ۳۳۸۴، ابن ماجة: ۳۰۲، مسند احمد: ۲۷۸/۶، ابن خزیمة: ۲۰۷

۷۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔اس حدیث کو امام مسلم نے موصولاً اور امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: احیان: یہ حین کی جمع ہے یعنی وقت۔

تشریح: حافظ ابن حجر نے یہ حدیث نقل کر کے واضح کیا ہے کہ ذکر الٰہی کیلئے باوضو ہونا ضروری نہیں یعنی مسلمان باوضو اور بے وضو دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکتا ہے اس حدیث سے اگرچہ ہر وقت ذکر الٰہی کرنے کا جواز نکلتا ہے، تاہم جماع اور بول و براز کے وقت ذکر الٰہی سے اجتناب کرنا دوسری حدیث سے ثابت ہے۔

فقہی احکام: بے وضو ہونے کی صورت میں بھی ذکر الٰہی کیا جا سکتا ہے، جماع اور بول و براز کرتے وقت ذکر الٰہی سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

۷۹: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ اِحْتَجَمَ وَصَلَّى ,وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .أَخْرَجَهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ ,وَلَيَّنَهُ

السنن الدارقطني، كتاب الطهارة، باب في الوضوء من الخارج من البدن: ١٥٧/١، البيهقي: ١٤١/١، التلخيص الحبير: ١٢٤/١

۷۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور دوبارہ وضو بنائے بغیر نماز ادا فرمائی۔اس روایت کو امام دارقطنی نے بیان کیا ہے اور اسے کمزور بتایا ہے۔

لغوی تحقیق: احتجم: فاسد مواد یا خون کو جھونک یا اپریشن کے ذریعے جسم کے کسی حصہ سے خارج کروانا۔ لینه: اسے کمزور کہا ہے۔

تشریح: اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ اخراج کے دو فطری راستوں سے اگر کوئی بھی چیز خارج ہو جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، ان فطری راستوں کے ماسوا اگر کسی اور مقام سے بہنے والا خون اگر ان مقامات تک پہنچ جائے جن کا دھونا وضو میں ضروری ہے تو آیا اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم باہم مختلف آراء رکھتے ہیں، جن اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، ان کی ایک دلیل تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہی حدیث ہے لیکن یہ روایت کمزور ہے، جیسا کہ امام دارقطنی نے فرمایا ہے اس روایت کے کمزور ہونے کا سبب صالح بن مقاتل ہے جو اس روایت کا راوی ہے امام دارقطنی نے اسے غیر قوی اور حافظ ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے، امام زیلعی نے اس کے باپ (جو اس کے شیخ بھی ہیں) اور سلیمان بن داود کو مجہول قرار دیا ہے۔ظاہر ہے کہ اس قدر شدید ضعف والی روایت قابل استدلال نہیں ہو سکتی۔یہ دلیل تو اگرچہ کمزور ہے تاہم ان کی ایک مضبوط دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے وہ تمام چیزیں بیان فرما دی ہیں جو نواقض وضو ہیں۔

خون کے اخراج کو آپ ﷺ نے نواقض وضو میں شمار نہیں کیا، لہٰذا اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔سنن ابی داود میں منقول ہے کہ غزوہ ذات الرقاع سے واپسی پر لشکر اسلام کی حفاظت کرنے والے صحابی کو عین حالت نماز میں دشمن نے اپنے تیروں کا نشانہ بنایا، اس جانثار نے بہتے خون میں اپنی نماز جاری رکھی، آپ ﷺ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔جن اہل علم کا خیال ہے کہ خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن وہ روایت محمد بن فضل بن عطیہ کے متروک ہونے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہے۔

فقہی احکام: (۱) خون کے اخراج سے وضو نہیں ٹوٹتا (۲) مسلمان کا خون ناپاک نہیں۔

نوٹ:- امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اس حدیث پر کوئی حکم نہیں لگایا۔

۸۰۔۸۲:وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " الْعَيْنُ وِكَاءُ السَّهِ ,فَإِذَا نَامَتِ اَلْعَيْنَانِ اِسْتَطْلَقَ اَلْوِكَاءُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالطَّبَرَانِيُّ وَزَادَ " وَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ"وَهَذِهِ اَلزِّيَادَةُ فِي هَذَا اَلْحَدِيثِ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ دُونَ قَوْلِهِ " اِسْتَطْلَقَ اَلْوِكَاءُ " وَفِي كِلَا اَلْإِسْنَادَيْنِ ضَعْفٌ. وَلِأَبِي دَاوُدَ أَيْضًا عَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما مَرْفُوعًا " إِنَّمَا اَلْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا " وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ أَيْضًا

احمد: ۹۷/۴، الطبرانی: ۳۷۲/۱۹ ، ۳۷۳، التلخیص: ۱۱۹/۱ ، الدارقطنی : ۱۶۰/۱ ، ابوداود: ۲۰۳ ، ۲۰۲، ابن ماجة: ۸۸، الارواء: ۱۴۹/۱ ، التنقیح: ۱۴۴/۱ ، الترمذی: ۷۷، مؤطا امام مالک: ۲۱/۱

۸۰۔۸۲: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " آنکھ کا بیدار رہنا وضو کا بندھن ہے اور جب آنکھیں سو جاتی ہیں تو بندھن ڈھیلا پڑ جاتا ہے " اس روایت کو امام احمد طبرانی نے نقل کیا ہے اور طبرانی نے یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں کہ " جو سو جائے وہ وضو بنائے " یہ اضافہ ابوداود، میں مروی اس روایت میں بھی ہے جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، لیکن اس میں استطلق الو کاء (یعنی بندھن ڈھیلا پڑ جاتا ہے) کے الفاظ نہیں ہیں ان دونوں روایات کی اسناد کمزور ہیں۔ امام ابوداود نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ مرفوع روایت بھی نقل کی ہے " وضو تو صرف اس سونے والے شخص پر ہے جو لیٹ کر نیند کرے" اس روایت کی سند بھی کمزور ہے۔

لغوی تحقیق: وکاء: تسمہ یا دھاگہ جس کے ذریعے مشکیزے کا منہ باندھا جاتا ہے۔ السہ :سین پر زبر اور زیر دونوں پڑھی جا سکتی ہیں، ہوا کے اخراج کا آلہ یعنی دبر۔ استطلق: آزاد ہو جانا یا ڈھیلا پڑ جانا۔ مضطجعا: پہلو کے بل لیٹ کر۔

تشریح: نیند فی نفسہ ناقص وضو ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے مؤلف رحمہ اللہ نے یہ ثابت کرنے کیلئے کہ نیند فی نفسہ ناقص وضو نہیں، حضرت معاویہ، حضرت علی، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ایک ایک روایت نقل کی ہے پھر ہر ایک پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے ضعیف ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس روایت کا مرکزی راوی ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم ہے، یہ تقریباً تمام ماہرین فن کے نزدیک ضعیف ہے، اس روایت کے ضعیف ہونے کی دوسری علت بقیہ بن ولید مدلس اور سند کا معنعن ہونا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس حدیث کی شاہد ہے، اس روایت پر مؤلف رحمہ اللہ نے ضعیف ہونے کا حکم شاید بقیہ کی تدلیس اور وضین بن عطاء کے ضعیف ہونے کی وجہ سے لگایا ہے۔ بقیہ کی تدلس کا خدشہ تو مسند احمد میں مروی روایت سے زائل ہو گیا کیونکہ اس میں بقیہ نے سند کے آخری راوی تک تحدیث کی صراحت کر دی ہے، جہاں تک وضین بن عطاء کا تعلق ہے تو اسے اگرچہ بعض ناقدین نے ضعیف بھی کہا ہے لیکن بعض نے ان کی توثیق بھی کی ہے، اس بناء پر اس روایت کو امام نووی، امام منذری، امام ابن الصلاح اور علامہ ناصر الدین البانی نے حسن قرار دیا ہے، اس روایت کے ضعیف ہونے کی تیسری علت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن عائذ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں جیسا کہ ابن عبدالھادی نے تنقیح میں نقل کیا ہے۔اس سلسلے کی تیسری روایت حافظ ابن حجر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کی ہے، جو تفصیلاً اس طرح ہے کہ رحمت عالم ﷺ سجدہ کی حالت میں خراٹے لے رہے تھے، پھر آپ ﷺ اسی حالت میں کھڑے ہوئے اور بغیر وضو بنائے نماز پڑھنے لگے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: آپ ﷺ سو رہے تھے اور آپ ﷺ نے وضو بنائے بغیر نماز پڑھ لی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا " وضو اس پر ہے جو پہلو کے بل لیٹ کر سوئے، یہ روایت پہلی دونوں روایات سے زیادہ کمزور ہے، کیونکہ ایک تو یہ منقطع ہے، اور اس میں دوسری علت یہ ہے کہ یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

سے مروی اس حدیث کے خلاف ہے، جس میں مذکور ہے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا، یعنی آپ ﷺ کا دل نہیں سوتا تھا، اس لئے آپ ﷺ گہری نیند کی کی حالت میں بھی وضو کے قائم رہنے سے باخبر رہتے تھے، جبکہ امت مسلمہ کے جمیع افراد جب گہری نیند سو جاتے ہیں تو ان کا دل بھی سو جاتا ہے اس طرح اپنے وضو کے قائم رہنے یا ٹوٹنے سے بے خبر رہتے ہیں، بنا بریں ان پر لازم ہے کہ وہ ایسی نیند کے بعد وضو کریں۔ یعنی اس مسئلہ سے متعلق اگر درج بالا ضعیف روایات نہ بھی ہوتیں تب بھی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسئلہ ثابت ہو جاتا نیز اس موقوف روایت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح موقوف روایت کی تائید بھی حاصل ہے، وہ فرماتے ہیں، جو لیٹ کر سائے اسے اٹھنے کے بعد وضو بنانا چاہیے۔

فقہی احکام: (۱) نیند فی نفسہ ناقص وضو نہیں۔

(۲) لیٹ کر سونے کی صورت میں وضو باقی رہنے کا یقین نہیں رہتا اس لئے دوبارہ وضو بنانا چاہیے۔

۸۳-۸۵: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ "يَأْتِي أَحَدَكُمُ الشَّيْطَانُ فِي صَلَاتِهِ ,فَيَنْفُخُ فِي مَقْعَدَتِهِ فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ أَحْدَثَ ,وَلَمْ يُحْدِثْ ,فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ فَلَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا " أَخْرَجَهُ اَلْبَزَّارُ وَأَصْلُهُ فِي اَلصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ زَيْدٍ . وَلِمُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ نَحْوُهُ

البزار: ۲۸۱، الطبرانی: ۱۱/۱۷۷، البخاری: ۱۳۷، صحیح مسلم: ۳۶۱، ۳۶۲، ابن خزیمۃ: ۱/۱۹، الترمذی: ۷۵

۸۳-۸۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تم نماز میں ہوتے ہو تو شیطان تمہارے پاس آ کر تمہارے آلہ اخراج (دبر) میں پھونکتا ہے اور وہم میں مبتلا کرنا شروع کرتا ہے کہ وہ بے وضو ہو گیا ہے حالانکہ وہ بے وضو نہیں ہوا، جب تم میں سے کسی فرد کو ایسی صورت پیش آئے تو وہ اس وقت تک نماز منقطع نہ کرے جب تک وہ ہوا کے اخراج کی آواز نہ سن لے یا ریح کی بدبو محسوس نہ کر لے۔ اس روایت کو امام البـزار نے نقل کیا ہے، اس حدیث کی اصل صحیحین میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے۔

تشریح: اس حدیث میں واضح کیا گیا ہے کہ شیطان کی پوری کوشش ہے کہ وہ کسی طرح بھی یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ کی عبادت نہ کرنے دے اور وہ اپنے مذموم ارادہ کو پایا تکمیل تک پہنچانے کیلئے انسان کا پیچھا اس وقت بھی کرتا ہے، جب وہ حالت نماز میں ہوتا ہے، خصوصاً جب وہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے اپنا سر اس کے سامنے رکھ کر اس سے مناجات شروع کر دیتا ہے، شیطان لعین، عابد و معبود کے اس تعلق کو ختم کرنے کیلئے ایک طرف اس کی دبر میں پھونکتا ہے اور دوسری طرف اس کے دل و دماغ میں یہ خیال پختہ کرنا شروع کر دیتا ہے کہ تیرا وضو ٹوٹ گیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے اس کی مذموم سازشوں کو ناکام کرنے کیلئے فرمایا "تم اس وقت تک نماز جاری رکھو جب تک تمہیں ہوا کے خارج ہونے کی آواز یا اس کی بدبو محسوس نہ ہو" حافظ ابن حجر نے آخر میں صحیحین کی جن دو روایات کی طرف اشارہ کیا ہے، ان میں سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی تفصیل اس طرح ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص حالت نماز میں کوئی چیز محسوس کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ اس وقت تک نماز منقطع نہ کرے جب تک وہ آواز نہ سن لے یا بدبو محسوس نہ کر لے" حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی تفصیل اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی ایک اپنے پیٹ میں کوئی چیز محسوس کرے اور اسے اس بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے کہ اس کے پیٹ سے کوئی چیز خارج ہوئی ہے یا نہیں؟ تو ایسا شخص اس وقت تک مسجد سے باہر نہ جائے (نماز منقطع نہ کرے) جب تک وہ آواز نہ سن لے یا بدبو محسوس نہ کر لے۔ ان

دونوں احادیث میں شیطان کی مذموم حرکت کا بظاہر ذکر نہیں ہے لیکن ان کا حکم بھی اسی حدیث جیسا ہے، اس لئے حافظ ابن حجر نے ان دونوں احادیث کو اس حدیث کی اصل قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) شیاطین انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کرنے کیلئے ناشائستہ حرکات بھی کرتے ہیں۔

(۲) شک کی بنا پر نماز کو منقطع کرنا درست نہیں۔

۸۶: وَلِلْحَاكِمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَرْفُوعًا "إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الشَّيْطَانُ فَقَالَ إِنَّكَ أَحْدَثْتَ فَلْيَقُلْ كَذَبْتَ" وَأَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ بِلَفْظِ "فَلْيَقُلْ فِي نَفْسِهِ"

ابن حبان، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲۶۶۵، ۲۶۶۶، احمد: ۳/۱۱، عبدالرزاق: ۱/۱۴۰، الحاكم: ۱/۱۳۴

۸۶: امام حاکم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث اس طرح بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جب شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آ کر کہے کہ تم بے وضو ہو گئے ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ شیطان سے کہے کہ تو جھوٹ بولتا ہے" ابن حبان میں ہے کہ "یہ جواب اسے اپنے دل میں کہنا چاہیے"

نوٹ:- مؤلف رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں روایات کو اگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی حدیث کے متصل بعد نقل فرماتے تو ترتیب بھی عمدہ رہتی اور قارئین آسانی سے اس کا مفہوم بھی ضبط کر لیتے۔

فقہی احکام: (۱) شیطان کی خباثتوں کا دل سے جواب دینا درست ہے (۲) جھوٹے آدمی کو جھوٹا کہا جا سکتا ہے۔

۷۔ بَابُ قَضَاءِ الْحَاجَةِ — بول و براز کرنے کے آداب

محدثینؒ نے یہ باب مختلف عنوانات سے قائم کیا ہے، ہر ایک نے اپنے قائم کردہ عنوان کو فرمان نبوی سے اخذ کیا ہے۔

۸۷: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ. أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ, وَهُوَ مَعْلُول

ابو داود، كتاب الطهارة، باب الخاتم يكون فيه ذكر الله: ۱۹، الترمذي: ۱۷۴۶، النسائي: ۸/۱۷۸، ابن ماجة: ۳۰۳، الحاكم: ۱/۱۸۷، النسائي (الكبرى): ۱/۳۶، كتاب الثقات لابن حبان: ۷/۲۱۲، الاباطيل: ۱/۳۵۸

۸۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب بول و براز کیلئے تنہائی اختیار فرماتے تو اپنی انگوٹھی اتار کر الگ رکھ دیتے۔ اسے ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے، اور یہ روایت معلول ہے۔

لغوی تحقیق: **الحاجة:** ضرورت یعنی بول و براز۔ **الخلاء:** خاء پر زبر اور لام کے بعد الف اور ہمزہ ہے، خالی جگہ یعنی قضاء حاجت کی جگہ۔ **خاتم:** تاء کی زبر کے ساتھ یعنی انگوٹھی

تشریح: رحمت عالم ﷺ نے اپنے مکتوبات پر مہر لگانے کیلئے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی، اس پر محمد رسول اللہ ﷺ نقش تھا، آپ ﷺ جب قضائے حاجت کیلئے تنہائی اختیار فرماتے تو اس انگشتری کو دست مبارک سے اتار کر الگ رکھ دیتے اس روایت کو امام ابوداود نے منکر قرار دیا ہے اور اس کے منکر ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ روایت ابن جریج دراصل زیاد بن سعد کے واسطہ سے امام زہری سے نقل کرتے ہیں، اس کا مفہوم بھی اس روایت سے یکسر مختلف ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے چاندی کی انگشتری بنوائی تھی لیکن بعد میں آپ ﷺ نے اسے پہننا ترک کر دیا تھا۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے بیان کرنے میں ہمام وہم کا شکار ہوئے ہیں

کیونکہ انہوں نے زیاد بن سعد کا واسطہ حذف کر کے اس روایت کو ابن جریج عن الزہری نقل کر دیا ہے۔ امام نسائی نے اس روایت کو السنن الکبری میں نقل کر کے اسے غیر محفوظ قرار دیا ہے، ہمام پر اگرچہ بعض ناقدین نے کلام کیا ہے لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے ان کی مرویات کو بطور حجت اختیار کیا ہے اور امام یحییٰ بن معین نے اسے صالح اور یزید بن ہارون نے قوی قرار دیا ہے۔ نیز اس روایت کے بیان کرنے میں وہ منفرد نہیں کیونکہ یحییٰ بن المتوکل بصری نے اس کی متابعت کی ہے، تاہم یحییٰ بن متوکل کو امام یحییٰ بن معین نے مجہول اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، اس روایت کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار دیتے۔ یہ روایت اگرچہ اس روایت کی مؤید ہے مگر اس کا مؤید ہونا چنداں مفید نہیں کیونکہ یہ روایت محمد بن ابراہیم رازی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے، نیز ابن جریج مدلس ہے اور روایت عنعنہ ہے۔

فقہی احکام: (۱) قضاء حاجت کیلئے علیحدگی اختیار کرنی چاہیے۔ (۲) جن اشیاء پر اسماء حسنیٰ یا آیات قرآنی مکتوب و منقوش ہوں انہیں ناپاک مقامات پر لیجانے سے اجتناب کرنا چاہیے، خواہ وہ جیب وغیرہ ہی میں کیوں نہ ہوں۔

۸۸: وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ اَلْخَلَاءَ قَالَ "اَللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ اَلْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" أَخْرَجَهُ اَلسَّبْعَةُ

البخاری، کتاب الوضوء، باب ما یقول عندالخلا: ۱۴۲، مسلم: ۳۷۵، الترمذی: ۴-۶، النسائی: ۱/۲۰، ابن ماجة: ۲۹۶-۲۹۹، مسنداحمد: ۹۹/۳، ابن ابی شیبة: ۱-۵، فتح الباری: ۲۴۴/۱، المطالب العالیة: ۳۶

۸۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے "اے اللہ! میں ناپاک نر و مادہ جنات کی شر سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔"

لغوی تحقیق: **الخبث**: خاء اور باء دونوں پر ضمہ پڑھنا بھی درست ہے اور خاء پر ضمہ اور باء کو ساکن پڑھنا بھی درست ہے، یہ خبیث کی جمع ہے، اس سے مراد نر شیاطین ہیں۔ **الخبائث**: یہ خبیثة کی جمع ہے یعنی مادہ شیاطین۔

تشریح: یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مروی ہے۔ اس طریق میں تو آپ ﷺ کا ذاتی عمل بتایا گیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے عبدالعزیز بن صہیب کے طریق سے جو روایت فتح الباری میں نقل کی ہے، اس سے یہ عیاں ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے امت کو بھی اسی بات کی تعلیم دی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا " جب تم بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرو تو یہ دعا پڑھو **بسم الله اعوذ بالله من الخبث و الخبائث** : اللہ کے نام کے ساتھ نر و مادہ ناپاک جنات کے شر سے اللہ کی پناہ کا طلب گار ہوں۔" اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، کہ یہ روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے لیکن اس میں تسمیہ کے الفاظ کا جو اضافہ ہے وہ میں نے کسی دوسری روایت میں نہیں دیکھا، حافظ ابن حجر کے اس قول سے اگر یہ مراد ہے کہ تسمیہ کا اضافہ اس حدیث کے علاوہ کسی اور صحیح حدیث میں مذکور نہیں، تو پھر تو ان کا قول بلاشک درست ہے اور اگر ان کی مراد علی الاطلاق ہے تو پھر درست نہیں، کیونکہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابومعشر کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے اس میں تسمیہ کا اضافہ موجود ہے لیکن وہ روایت ابو معشر کے ضعیف اور ہشیم بن بشیر کے مدلس ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور امام ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو مرفوع حدیث نقل کی ہے اس میں بھی تسمیہ کا ذکر موجود ہے مگر وہ روایت بھی حکم بن عبداللہ اور ابواسحاق سبیعی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی مؤید اور بھی احادیث ہیں۔ (۱) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " شیاطین انسان کا

پیچھا کرتے ہیں لہذا جب تم بیت الخلاء میں داخل ہونا چاہو تو یہ دعا پڑھو " (۲) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا " بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت تمہیں یہ کلمات ترک نہیں کرنے چاہیے " یہ روایت علی بن یزید کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا " قضائے حاجت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینے سے نوع انسانی کی شرم گاہوں اور شیاطین کی آنکھوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہوجاتا ہے " یہ روایت محمد بن فضل اور زید العمی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں یہ صراحت ہے کہ یہ دعا بیت الخلاء میں داخل ہونے کے بعد ستر اٹھانے سے پہلے پڑھنی چاہیے، یہ روایت ایک رواى کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) قضائے حاجت حتی المقدار بیت الخلاء میں کرنی چاہیے۔(۲) بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت مذکورہ دعا پڑھنی چاہیے (۳) کھلی فضاء میں قضائے حاجت کرنے کی صورت میں مذکورہ دعا ستر اٹھانے سے پہلے پڑھنی چاہیے۔(۴) انسانوں کو اپنی شرم گاہیں شیاطین سے چھپانی چاہیں (۵) مذکورہ دعا پڑھنے سے انسانی شرم گاہوں اور شیاطین کی نگاہوں کے درمیان پردہ حائل ہوجاتا ہے۔

۸۹: وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ يَدْخُلُ اَلْخَلَاءَ ,فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ نَحْوِي إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ وَعَنَزَةً ,فَيَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الوضوء، باب الاستنجاء بالماء: ۱۵۰، مسلم: ۲۷۱، النسائی: ۴۲/۱، ابوداود: ۴۳، ابن خزیمة: ۴٦/۱، الدارمی: ۱۳٦/۱، ابوعوانة: ۱۹۵/۱

۸۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت کیلئے تنہائی اختیار کرنے جاتے تو میں اور مجھ جیسا ایک لڑکا پانی کا برتن اور نیزہ اٹھائے آپ ﷺ کے ساتھ چلتے، آپ ﷺ پانی سے طہارت فرماتے۔ اس روایت کو امام بخاری اور مسلم نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **الغلام:** غلام کا اطلاق حدیث میں تقریباً سات سال کے بچوں سے لیکر سولہ سترہ سال کے لڑکوں تک ہوا ہے، غلام کے متعدد معانی ہیں اور بمعنی خادم بھی مستعمل ہے۔ **عنزة:** عین اور نون کی زبر کے ساتھ، اس کا اطلاق ایسی طویل لاٹھی پر ہوتا ہے جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہو، نیز اس کا اطلاق چھوٹے نیزے پر بھی ہوتا ہے۔ **اداوة:** ہمزہ کی زیر کے ساتھ یعنی چمڑے سے بنا ہوا چھوٹا برتن جو پانی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ **فیستنجی:** طہارت کرتے تھے۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کا آپ ﷺ کے ساتھ نیزہ لیکر چلنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ خلاء سے مراد بیت الخلاء نہیں بلکہ قضائے حاجت کیلئے دور دراز کھلی فضا میں جانا ہے۔ نیزہ ساتھ رکھنے کے کئی فوائد ہو سکتے ہیں، مثلاً (۱) موذی اشیاء کے شر سے محفوظ رہنا (۲) پردے کا معقول انتظام نہ ہونے کی صورت میں اسے زمین میں گاڑ کر اس پر کپڑا ڈال کر عارضی طور پر پردے کا انتظام کر لینا وغیرہ۔ پانی کا برتن رکھنے کا مقصد طہارت کے ساتھ ساتھ وضو بنانا بھی تھا، جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ کی روایت سے صراحت ہوتی ہے۔ اس روایت میں اگرچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے رفیق کار کی صراحت نہیں ہے لیکن ایک جگہ یہ صراحت ہے کہ وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں، اس صورت میں غلام سے مراد خدمت گار کے ہوئے یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ انہیں کے طرح کے ایک اور خدمت گار تھے۔

فقہی احکام: (۱) کم عمر یا کم مرتبہ افراد سے خدمت لی جاسکتی ہے۔(۲) طہارت اگر چہ مٹی سے بھی حاصل ہو جاتی ہے مگر پانی کا استعمال افضل ہے (۳) ہمہ وقت باوضو رہنا افضل ترین عمل ہے۔

۹۰: وَعَنْ اَلْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ﷺ قَالَ، قَالَ لِي اَلنَّبِيُّ ﷺ "خُذِ اَلْإِدَاوَةَ" فَانْطَلَقَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي ,فَقَضَى حَاجَتَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی الجبة الشامیة: ۳۶۳، مسلم: ۲۷۴، مسنداحمد: ۱۸۱۹۴، النسائی: ۶۳/۱

۹۰: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " برتن لیں " (اور چلیں) پھر آپ ﷺ قضائے حاجت کیلئے اتنا دور نکل گئے کہ نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی۔ اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم نے بیان کیا ہے۔

تشریح: یہ روایت تفصیلاً اس طرح ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے انہیں پانی کا برتن پکڑنے کا حکم دیا چنانچہ وہ پانی کا برتن لیکر آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے، ایک مقام پر پہنچ کر آپ ﷺ تنہا آگے چلنے لگے اور چلتے چلتے اتنے دور نکل گئے کہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، وہاں کسی مقام پر آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی اور جب آپ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو وضو کروایا۔ اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حاجت کے آداب میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ اگر بیت الخلاء یا کوئی اور پردے کا معقول بندوبست نہ ہو تو پھر آبادی یا آمدورفت کے راستے سے اتنا دور نکل جانا چاہیے کہ جہاں سے کوئی دیکھنے نہ پائے، ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اگر پردے کا کوئی معقول انتظام نہ ہو تو اس صورت میں قضائے حاجت کرنے والے کو چاہیے کہ وہ مٹی یا ریت جمع کر کے اس کی اوٹ میں قضائے حاجت کرے، کیونکہ پردہ نہ ہونے کی صورت میں شیطان قضائے حاجت کرنے والے کی دبر سے کھیلتا ہے۔

فقہی احکام: قضائے حاجت کے وقت پردے کا اہتمام نہایت ضروری ہے، معقول اہتمام نہ ہونے کی صورت میں انسانی آبادی اور گزر گاہوں سے دور چلے جانا چاہیے

۹۱: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "اِتَّقُوا اَللَّاعِنَيْنِ الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ اَلنَّاسِ ,أَوْ فِي ظِلِّهِمْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب الطهارة، باب النهی عن التخلی فی الطریق و الظلال: ۲۶۹، ابوداود: ۲۵، احمد: ۳۷۲/۲، ابن خزیمة: ۶۷، ابن حبان: ۱۴۱۵، الحاکم: ۱۸۵/۱، ۱۸۶، البیهقی: ۹۷/۱، ابن الجارود: ۳۳

۹۱: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " لعنت کا سبب بننے والے دو مقامات سے اجتناب کرو، ایک لوگوں کی گزرگاہوں پر قضائے حاجت کرنے سے، دوسرا سایہ دار مقامات سے "

لغوی تحقیق: اتقوا: کلمہ برائے تنبیہ یعنی ڈرو۔ لاعنین: یہ لاعن کا تثنیہ ہے یعنی لعنت کا سبب بننے والے دو مقامات یا دو قسم کے لعنت کرنے والے کام۔

۹۲: زَادَ أَبُو دَاوُدَ ,عَنْ مُعَاذٍ ﷺ " وَالْمَوَارِدَ " وَ لَفْظُهُ "اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلاَثَةَ" اَلْبَرَازَ فِي "الْمَوَارِدِ، وَ قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ، وَ الظِّلِّ"

ابو داود، کتاب الطھارۃ،باب المواضع التی نھی النبی ﷺ عن البول فیھا: ۲۶،ابن ماجۃ:۳۲۸،الحاکم: ۱/ ۱۶۷، البیھقی: ۱/ ۹۷

۹۲: ابوداود نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں لفظ موارد کا اضافہ نقل کیا ہے،اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ "لعنت کے تین اسباب، پانی کے چشموں، عام گزرگاہوں اور سایہ دار مقامات پر رفع حاجت کرنے سے بچو"

لغوی تحقیق: الموارد: یہ مورد کی جمع ہے یعنی چشمے۔ البراز: انسانی فضلہ۔ قارعۃ الطریق: عام گزرگاہیں۔

۹۳: وَلِأَحْمَدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ "أَوْ نَقْعِ مَاءٍ" وَفِيهِمَا ضَعْفٌ

احمد: ۱/۲۹۹

۹۳: مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تالاب کے قریب بھی قضائے حاجت سے اجتناب کرو۔آخری دونوں روایات ضعیف ہیں۔

لغوی تحقیق: نقع: تالاب

۹۴: وَأَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ النَّهْيَ عَنْ قَضَاءِ الْحَاجَةِ تَحْتَ الْأَشْجَارِ الْمُثْمِرَةِ ,وَضَفَّةِ النَّهْرِ الْجَارِي مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ

المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۴۱۳

۹۴: امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے توسط سے ضعیف سند سے جو حدیث نقل کی ہے،اس میں پھل دار درختوں کے نیچے اور بہتی ہوئی نہر کے کنارے پر رفع حاجت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

لغوی تحقیق: الاشجار المثمرۃ: میم مضموم، ثاء ساکن اور میم مکسور، پھل دار درخت۔ ضفۃ: ضاد کی زیر اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھنا درست ہے یعنی کنارہ۔

تشریح: درج بالا روایات کو جمع کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو چھ مقامات پر قضائے حاجت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (۱) عام گزرگاہوں۔ (۲) سایہ دار درختوں کے نیچے۔ (۳) پانی کے چشموں پر۔ (۴) پھل دار درختوں کے نیچے۔ (۵) نہر کے کنارے پر۔ (۶) تالابوں کے کناروں پر۔

ان مقامات پر غلاظت کرنے کو لعنت کرنے والے کاموں سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ مذکورہ بالا مقامات سے لوگوں کا اکثر گزر رہوتا ہے اگر وہاں غلاظت ہوگی تو یقیناً وہاں سے گزرنے والوں کو اس سے تکلیف ہوگی جبکہ عام لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جو انہیں تکلیف دے وہ انہیں لعن طعن کرتے ہیں، گویا یہ کام لوگوں کی لعن وطعن کا سبب بنا،اس لئے مجازی طور پر اسی کام کو لعنت کرنے والے کام قرار دیا گیا۔

ان احادیث میں سے پہلی حدیث صحیح ہے جبکہ بقیہ تینوں احادیث ضعیف ہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے ضعیف ہونے کے دو اسباب ہیں۔ (۱) اس روایت کا ایک راوی ابوسعید الحمیری مجہول ہے۔ (۲) نیز اس کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں اس لئے یہ روایت منقطع بھی ہے، بنا بریں امام ابن سکن اور امام حاکم کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا اور علامہ ناصر الدین البانی کا اسے احسن قرار دینا درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کے ضعیف ہونے کا سبب فرات بن سائب نامی راوی ہے،امام بخاری نے اسے سخت مجروح قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) ایسے مقامات پر غلاظت کرنے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے جہاں پر آمدورفت کا سلسلہ اکثر جاری رہتا ہے۔
(۲) ایسے کام نہیں کرنا چاہیے جس کی وجہ سے کوئی دوسرا شخص بدزبانی کرنے پر مجبور ہو جائے۔

۹۵: وَعَنْ جَابِرٍ رجی الله عنه قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "إِذَا تَغَوَّطَ اَلرَّجُلَانِ فَلْيَتَوَارَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ صَاحِبِهِ ,وَلَا يَتَحَدَّثَا فَإِنَّ اَللَّهَ يَمْقُتُ عَلَى ذَلِكَ" رَوَاهُ احمد وَصَحَّحَهُ اِبْنُ اَلسَّكَنِ ,وَابْنُ اَلْقَطَّانِ ,وَهُوَ مَعْلُولٌ

مسنداحمد: ۳۶/۳، ابن خزیمۃ: ۳۹/۱، ابوداود: ۱۵، الموارد: ۱۳۷، علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۴۱/۱، الاحکام الوسطی: ۳۲/۱، مختصر السنن للمنذری: ۲۴/۱، تقریب التهذیب: ۵۲۸۱، بیان الوهم والایهام: ۱۴۳/۳، حاکم: ۱۵۷/۱، بیهقی: ۱۷۵/۱

تنبیہ: حضرت جابر کے طریق سے تو یہ روایت مجھے نہیں ملی، البتہ حضرت ابوسعید کے طریق سے درج بالا کتب میں موجود ہے۔

۹۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " جب دو آدمی قضائے حاجت کا ارادہ کریں تو انہیں چاہیے کہ وہ ایک دوسرے سے چھپ کر کریں اور قضائے حاجت کرتے وقت گفتگو مت کریں، کیونکہ ایسا کرنے پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے " اس روایت کو احمد نے بیان کیا ہے، اسے امام ابن سکن اور امام ابن قطان نے صحیح کہا ہے حالانکہ یہ روایت معلول ہے۔

لغوی تحقیق: **تغوط:** یہ **غائط** سے ماخوذ ہے یعنی جب وہ قضائے حاجت کیلئے نکلے۔ (۱) قضائے حاجت پردے میں کی جائے۔
(۱) اس دوران گفتگو نہ کی جائے۔

تشریح: اس وقت بلوغ المرام کے مختلف نسخے رائج ہیں زھیری کے نسخہ میں یہ روایت کسی مصدر یا ماخذ کی طرف منسوب کئے بغیر منقول ہے، جبکہ محمد حامد کے نسخہ میں اسے احمد کی طرف منسوب کیا گیا ہے، واضح رہے کہ یہ روایت نہ صرف مسند احمد میں بلکہ دیگر مصادر میں بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ان الفاظ کے ساتھ موجود نہیں البتہ مسند احمد اور بعض دیگر مصادر میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ان آداب کا تذکرہ موجود ہے۔ یعنی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ سے یہ سنا ہے کہ " دو شخص ایک دوسرے کے روبرو بیٹھ کر قضائے حاجت نہ کریں اور قضائے حاجت کرتے وقت گفتگو بھی نہ کریں، کیونکہ ایسا کرنے سے اللہ رب العزت ناراض ہوتا ہے۔"

اس روایت کو ابن سکن، ابن قطان ابن خزیمہ، ابن حبان، امام ذہبی، امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ابوحاتم نے اوزاعی کے طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس روایت کے معلول ہونے کی علت کیا ہے؟ امام ابوداود نے لم یسندہ الا عکرمۃ بن عمار کہہ کر یہ عندیہ دیا ہے کہ یہ روایت اس لئے معلول ہے کہ اس روایت کو یحیٰی بن ابی کثیر سے فقط عکرمہ بن عمار ہی نقل کرتے ہیں، عبدالحق نے اس گرہ کو ان الفاظ سے کھولا ہے، لم یسند ھذا الحدیث غیر عکرمۃ بن عمار وقد اضطرب فیہ یعنی یحیٰی بن کثیر سے عکرمہ کی روایت مضطرب ہے، امام منذری نے حفاظ کا نام لئے بغیر یہ کہا ہے کہ بعض حفاظ نے عمار بن عکرمہ کی ان مرویات کو ضعیف قرار دیا ہے جو وہ یحیٰی بن ابی کثیر سے نقل کرتے ہیں، حالانکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اسی طریق کو بطور حجت اختیار کیا ہے اور امام بخاری نے اس طریق کو اپنی صحیح میں بطور استشہاد لیا ہے۔

اس روایت کے معلول ہونے کا سبب یحیٰی بن ابی کثیر کا شیخ بھی ہو سکتا ہے، یحیٰی بن ابی کثیر کے شیخ کا نام ہلال بن عیاض یا عیاض بن ہلال اور عیاض بن ابی زھیر منقول ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے مجہول قرار دیا ہے، جبکہ امام ابن خزیمہ نے ان کا صحیح نام عیاض بن ہلال قرار دیکر ان کے معروف ہونے کا عندیہ دیا ہے، امام ابن قطان کا کہنا ہے کہ اگر یحیٰی بن ابی کثیر کا شیخ معروف ہے تو پھر یہ حدیث، عکرمۃ بن عمار

کی وجہ سے معلول نہیں۔

درج بالا بیانات کی روشنی میں اصل حقیقت تک پہنچنا آسان ہوگیا ہے، یعنی اس روایت کے معلول ہونے کا حقیقی سبب عکرمہ بن عمار عن یحییٰ بن ابی کثیر ہی ہے، باقی رہا یہ اعتراض کہ اس طریق سے مروی حدیث کو امام مسلم نے بطور حجت اختیار کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ عکرمہ بن عمار یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی تمام روایات میں وہم کا شکار نہیں، لہٰذا اس طریق سے مروی جن روایات میں وہ وہم کا شکار نہیں ان روایات کو امام مسلم نے بطور حجت اور امام بخاری نے بطور استشہاد اختیار کیا ہے، ان روایات کے بارے میں یہ کہا جائے گا ان کی تمیز ہو چکی ہے، کہ یہ وہم سے پاک ہیں، یہ روایت چونکہ صحیحین میں نہیں، لہٰذا اسے وہم سے پاک قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لئے یہ معلول ہے۔ یہ روایت معلول ہے اس لئے اس روایت کی بنا پر تو اس سے فقہی احکام اخذ نہیں کئے جاسکتے لیکن چونکہ اس روایت میں مذکور دونوں اجزاء یعنی قضائے حاجت چھپ کر کرنے اور دوران قضائے حاجت گفتگو نہ کرنے کی تائید دیگر احادیث سے ہوتی ہے، اس لئے ان سے فقہی احکام مستنبط ہوسکتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) قضائے حاجت چھپ کر کرنی چاہیے۔ (۲) دوران قضائے حاجت گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔

۹۶: وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ ﷛ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لَا يُمْسِكَنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ ,وَهُوَ يَبُولُ ,وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنَ اَلْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ ,وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي اَلْإِنَاءِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ

البخاری، کتاب الوضوء، باب لایمسک ذکره بیمینه اذا بال: ۱۵۴، مسلم: ۲۶۷، ابوداود: ۳۲، الترمذی: ۱۵، النسائی: ۲۵/۱، ابن خزیمة: ۷۹، ابن حبان: ۱۴۳۴

۹۶: حضرت ابوقتادہ ﷛ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " تم پیشاب کرتے وقت اپنے دائیں ہاتھ سے آلہ تناسل مت پکڑو اور سیدھے ہاتھ سے طہارت بھی مت کرو اور برتن میں سانس مت لو۔ " اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم نے نقل کیا ہے، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغوی تحقیق: لا یمسن: مت ہاتھ لگاؤ۔ یتمسح: یہ مسح سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے، پانی وغیرہ کے ساتھ ہاتھ پھیرنا یہاں پانی کے ساتھ طہارت کرنا مقصود ہے۔ یتنفس: سانس لینا

تشریح: اس حدیث میں دو آداب بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) سیدھے ہاتھ سے عضو تناسل کو پکڑنے کی ممانعت۔ (۲) پانی وغیرہ پیتے وقت پانی کے برتن میں سانس لینا۔

رحمت عالم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے واضح ہوا کہ دائیں ہاتھ کو شرف حاصل ہے اس لئے اسے صرف انہیں کاموں میں استعمال کیا جائے جو مہتم بالشان ہیں اور گندگی وغیرہ کے ازالہ کیلئے بائیں ہاتھ کو استعمال کیا جائے اور پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینے سے منع کی گیا ہے، اس کی ممانعت کے درج ذیل اسباب ہوسکتے ہیں۔ (۱) ایک ہی سانس سے پانی پینا بے صبری کی علامت ہے۔ (۲) خالی پیٹ ایک سانس پانی پینے سے شدید قسم کی گھبراہٹ بھی ہوسکتی ہے۔ (۳) نیز پانی کے برتن میں سانس لینے سے بعض خطرناک جراثیم پانی کے برتن میں شامل ہوکر معدے میں پہنچ جاتے ہیں جو خطرناک قسم کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) گندگی وغیرہ دور کرنے کیلئے بایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہیے۔ (۲) آلہ تناسل کو دائیں ہاتھ سے نہیں چھونا چاہیے۔ (۳) مشروبات میں سانس نہیں لینا چاہیے۔ (۴) مشروبات ایک ہی سانس میں نہیں پینے چاہیں۔

۹۷: وَعَنْ سَلْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ " لَقَدْ نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ نَسْتَقْبِلَ اَلْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ ,أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ , أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ ,أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ عَظْمٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب الطهارة، باب الاستطابة: ۲۶۲، ابوداود: ۷، الترمذی: ۱۶، ابن ماجة: ۳۱۶، مسند احمد: ۴۳۷/۵، البیهقی: ۱۵۸/۱، ۱۵۹، شرح معانی الآثار: ۱۲۳/۱

۹۷: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول و براز کے وقت قبلہ رخ بیٹھنے، دائیں ہاتھ سے طہارت کرنے اور طہارت میں تین پتھروں سے کم پتھر استعمال کرنے، گوبر اور ہڈی کے ساتھ طہارت کرنے سے منع فرمایا۔ " اس روایت کو امام مسلم نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **نستنجی:** یہ الاستنجا سے ماخوذ ہے یعنی پانی یا پتھر وغیرہ سے گندگی دور کرنا۔ **احجار:** یہ حجر کی جمع ہے یعنی مٹی کے ڈھیلے۔ **رجیع:** جانوروں کا فضلہ۔ **عظم:** ہڈی

تشریح: بعض ناعاقبت اندیش غیر مسلموں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تمہارے نبی تو تمہیں معمولی معمولی چیزیں بھی سکھاتے ہیں۔ اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بڑے فخر سے فرمایا: ہاں، ہاں! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں بول و براز کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کرنے، دائیں ہاتھ سے گندگی دور کرنے، طہارت کیلئے تین پتھروں سے کم پتھر استعمال کرنے اور جانوروں کے فضلہ جات اور ہڈیوں کے ساتھ طہارت حاصل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث میں اگرچہ بول و براز کے وقت فقط قبلہ رخ بیٹھنے سے منع کیا ہے، لیکن ایک دوسری حدیث میں بول و براز کے وقت بیت اللہ کی طرف پیٹھ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے، پتھروں کا استعمال اس وقت ضروری ہے، جب پانی نہ ہو، پانی موجود ہونے کی صورت میں پانی ہی طہارت کیلئے کافی ہے، گوبر اور ہڈی سے طہارت حاصل نہ کرنے کے دو اسباب ہیں: (۱) یہ گندگی دور کرنے کے ناقص ذرائع ہیں۔ (۲) یہ جنات اور ان کے جانوروں کی خوارک ہیں۔

فقہی احکام: (۱) مربی پر لازم ہے کہ وہ اپنے زیر تربیت افراد کو دین کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی آگاہ کرے۔ (۲) کھلے میدان میں بول و براز کرتے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کرنا منع ہے۔ (۳) حصول طہارت کیلئے کم از کم تین پتھر استعمال کئے جائیں۔ (۴) بڑے ڈھیلے کو اگر دو اطراف سے استعمال کرلیا جائے تو یہ دو پتھروں کے قائم مقام ہو جائے گا۔ (۵) گوبر اور ہڈی اور اسی طرح کی دیگر اشیاء مثلاً کوئلہ وغیرہ کو حصول طہارت کیلئے استعمال نہ کیا جائے۔

۹۸: وَلِلسَّبْعَةِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَيُّوبَ الانصاری رضی اللہ عنہ " لَا تَسْتَقْبِلُوا اَلْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بَوْلٍ ,وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا "

البخاری، کتاب الصلاة، باب قبلة اهل المدينة و اهل الشام: ۳۹۴، مسلم: ۲۶۴، ابوداود: ۹، الترمذی: ۸، النسائی: ۲۱/۱، ابن ماجة: ۳۱۸، مسنداحمد: ۴۱۹/۵۔ ۴۲۱، الخلاصة: ۴۲۲/۱، ابن خزيمة: ۳۴/۱، الحاكم: ۱۵۴/۱، البيهقی: ۹۲/۱

۹۸: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جسے ساتوں نے نقل کیا ہے، اس میں یہ ہے کہ تم بول و براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ مت کرو بلکہ مشرق و مغرب کا رخ کرو۔

لغوی تحقیق: **تسقبلوا:** یہ قبل سے ماخوذ ہے یعنی منہ مت کرو۔ **شرقوا:** یہ شرق سے ماخوذ ہے، مشرق کے رخ بیٹھو۔ **غربوا:** مغرب کے رخ بیٹھو۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں جس تعلیم کا تذکرہ ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مدینہ میں دی تھی، قبلہ چونکہ مدینہ کے جنوب کی طرف

واقع ہے، اس لئے آپ ﷺ نے مشرق ومغرب کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ جن علاقوں میں قبلہ مشرق یا مغرب کی طرف واقع ہے، وہ قضائے حاجت کے وقت اپنا رخ جنوب وشمال کی طرف کریں گے، اس بارے میں متعدد طرق سے مختلف احادیث منقول ہیں، جن کی وجہ سے اہل علم اس مسئلہ میں مختلف آراء رکھتے ہیں۔

(۱) قبلتین میں سے کسی ایک کی طرف منہ کرکے بیٹھنا جائز نہیں۔ اس قول کی بنیاد حضرت معقل بن ابی معقل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت پر ہے، اس روایت کو اگرچہ امام نووی نے حسن قرار دیا ہے۔ تاہم یہ روایت ابوزید کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۲) بیت اللہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرکے بیٹھنا حرام ہے۔ ان کی دلیل حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث ہیں، جن احادیث میں آپ ﷺ کا بیت اللہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرکے بیٹھنا مذکور ہے، ان کو یہ عذر پر محمول کرتے ہیں۔

(۳) بیت اللہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرکے بیٹھنا بلا عذر جائز ہے، یہ حضرات ممانعت کی احادیث کو منسوخ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو ناسخ قرار دیتے ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ رخ بیٹھ کر پیشاب وغیرہ کرنے سے منع فرمایا تھا اور میں نے آپ ﷺ کو آپ کی وفات سے ایک سال قبل بیت اللہ کی طرف منہ کرکے بیٹھے دیکھا ہے۔

(۴) قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرکے بیٹھنا حرام نہیں، البتہ ادب کا تقاضہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے، ان کی دلیل بھی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے۔

(۵) بیت اللہ کی طرف منہ کرکے بیٹھنا درست ہے، اور پیٹھ کرکے بیٹھنا حرام ہے، ان کی دلیل بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے۔

(۶) کھلی فضا میں بیت اللہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرکے بیٹھنا منع ہے اور بیت الخلاء وغیرہ میں جائز ہے۔ ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے، مروان الاصفر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی سواریوں کو قبلہ کی طرف بیٹھایا پھر اس کی طرف منہ کرکے پیشاب کرلیا میں نے ان سے کہا محترم! آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع نہیں فرمایا؟ انہوں نے کہا بے شک منع فرمایا ہے، لیکن یہ ممانعت کھلی فضا سے متعلق ہے جب تیرے اور قبلہ کے درمیان کوئی پردہ حائل ہوتو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

۹۹: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ " مَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

ابو داود، کتاب الطهارة، باب الاستتار فی الخلاء: ۳۵، ابن ماجة: ۳۳۷، مسنداحمد: ۲/ ۳۷۱، البیهقی: ۱/ ۱۶۵، الدارمی: ۶۶۲

۹۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو قضائے حاجت کرنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ چھپ کر کرے۔" اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: فلیستتر: یہ ستر سے ماخوذ ہے، اس کے شروع میں لام امر ہے، یعنی پردہ اختیار کرے۔

تشریح: یہ روایت مسند عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں بلکہ مسند ابی ہریرۃ سے ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تسامح کسی کاتب یا خود مؤلف رحمہ اللہ سے ہوا ہے، کیونکہ مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس روایت کو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ روایت مفصل اس طرح کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "جو سرمہ لگاتے وقت طاق بار لگائے اور جو ایسا کرے گا وہ بہتر کرے گا اور ایسا نہ کرنے پر کوئی مضائقہ نہیں، جو ڈھیلوں سے طہارت حاصل کرنا چاہے، وہ طاق ڈھیلے استعمال کرے، جس نے ایسا کیا اس نے بہتر کام کیا اور نہ کرنے پر کوئی مضائقہ نہیں، جس نے کھانا کھانے کے بعد خلال کیا اور اس دوران جو کچھ نکلے وہ اسے پھینک دے اور جو کچھ زبان کے ساتھ چمٹا ہو، اسے پیٹ

میں اتارلے، جس نے ایسا کیا اس نے بہتر کیا اور نہ کرنے پر کچھ مضائقہ نہیں، جو قضائے حاجت کرنا چاہے، اسے چاہیے کہ وہ پردے میں کرے، اگر اسے پردہ میسر نہ آئے تو اسے چاہیے کہ وہ ریت جمع کرے، پھر اس کی طرف پشت کرکے قضائے حاجت کرے، کیونکہ شیطان انسان کے پیخانہ کی جگہ سے کھیلتا ہے، جس نے ایسا کیا بہتر کیا اور نہ کرنے پر کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ روایت حصین حمیری کی وجہ سے ضعیف ہے، تاہم قضائے حاجت کرتے وقت پردہ اختیار کرنے کی تائید دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

فقہی احکام: قضائے حاجت کرتے وقت حتی المقدور پردے کا خیال رکھا جائے۔

۱۰۰: **وَعَنْهَا رضی اللہ عنہا أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنَ اَلْغَائِطِ قَالَ "غُفْرَانَکَ" أَخْرَجَهُ اَلْخَمْسَةُ .وَصَحَّحَهُ أَبُو حَاتِمٍ , وَالْحَاكِمُ**

ابوداود، کتاب الطهارة، باب مایقول الرجل اذا خرج من الخلاء: ۳۰، الترمذی: ۷، ابن ماجة: ۳۰۰،عمل الیوم واللیلة للنسائی: ۷۹، احمد: ۱۵۵/۶، ابن حبان: ۱۴۴۴، ابن خزیمة: ۴۸/۱، الدارمی: ۱۳۹/۱، الحاکم: ۱۵۸/۱

۱۰۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے "اے اللہ! میں تیری مغفرت طلب کرتا ہوں" اس حدیث کو پانچوں نے بیان کیا ہے، امام ابوحاتم اور امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: غفرانک: فعل محذوف کا مفعول بہ یا مفعول مطلق ہے۔

تشریح: اگر اسے مفعول بہ قرار دیں گے تو اس کا ترجمہ ہوگا، میں تیری بخشش طلب کرتا ہوں، مفعول مطلق کی صورت میں ترجمہ ہوگا، مجھے خوب اچھی طرح بخش دے، اس حدیث پاک سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ رحمت عالم ﷺ کو ذکر الٰہی اور بخشش سے کتنی دلچسپی تھی۔ ان کلمات کے علاوہ اور کلمات بھی منقول ہیں وہ کلمات اگرچہ متعدد طرق سے منقول ہیں لیکن کوئی طریق بھی کلام سے محفوظ نہیں، تفصیل درج ذیل ہے (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے، " **الحمدلله الذی اذهب عنی الاذی و عافانی** " یہ طریق اسماعیل بن مسلم کی وجہ سے ضعیف ہے، بوصیری کا کہنا ہے کہ موصوف تمام ماہرین فن کے نزدیک ضعیف ہے۔ (۲) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے " **الحمد لله الذی اذهب عنی الحزن والا ذی وعافافی** ." (ابن سنی:۲۲)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوذر سے مروی روایت ضعیف ہے کیونکہ اسے بعض نے مرفوعاً اور بعض نے موقوفاً نقل کیا ہے، چنانچہ اس کی سند مضطرب اور غیر قوی ہے، امام دارقطنی نے اس کے موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا ہے، یعنی رحمت عالم ﷺ سے یہ دعا ثابت نہیں۔

فقہی احکام: (۱) بول و براز کے مقامات پر ذکر الٰہی سے اجتناب کیا جائے۔ (۲) برہنہ حالت میں مکمل خاموشی اختیار کی جائے۔ (۳) مقام قضائے حاجت سے الگ ہوتے ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی جائے۔

۱۰۱: **وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَى اَلنَّبِيُّ ﷺ اَلْغَائِطَ ,فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ ,فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ ,وَلَمْ أَجِدْ ثَالِثًا فَأَتَيْتُهُ بِرَوْثَةٍ فَأَخَذَهُمَا وَأَلْقَى اَلرَّوْثَةَ ,وَقَالَ "هَذَا رِكْسٌ" أَخْرَجَهُ اَلْبُخَارِيُّ زَادَ أَحْمَدُ ,وَالدَّارَقُطْنِيُّ ا "ائْتِنِي بِغَيْرِهَا"**

البخاری، کتاب الوضوء، باب لا یستنجی بروث: ۱۵۶، النسائی: ۳۹/۱، الترمذی: ۱۷، ابن ماجة: ۳۱۴، مسنداحمد: ۴۱۸/۱، ۴۵۰/۱، الدارقطنی : ۵۵/۱

۱۰۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کیلئے نکلے اور انہوں نے مجھے تین ڈھیلے لانے کا حکم فرمایا: مجھے دو ڈھیلے ملے اور میں تیسرا ڈھیلا تلاش کرنے میں ناکام رہا چنانچہ اس کے متبادل کے طور پر میں نے روث کا ایک ٹکڑا لیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ ﷺ نے روث کو پھینک دیا اور فرمایا " یہ ناپاک ہے " اس روایت کو امام بخاری نے بیان کیا ہے، احمد اور دارقطنی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا " لید کے بدلے اور ڈھیلا لاؤ"

لغوی تحقیق: روث: گدھے کی لید وغیرہ۔ رکس :راء کے نیچے زیر اور کاف ساکن یعنی نجاست

تشریح: بول و براز دونوں کیلئے تین ڈھیلے کافی ہیں، یا ہر ایک کیلئے تین تین ڈھیلے ہونے چاہیں، اس سلسلے میں متعدد طرق سے جو احادیث مروی ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بول و براز ہر دو کیلئے تین ڈھیلے کافی ہیں، البتہ اگر تین ڈھیلوں سے صفائی نہ ہو سکے تو پھر زیادہ استعمال کئے جا سکتے ہیں، زیادہ ڈھیلے استعمال کرتے وقت اگر جفت ڈھیلے استعمال ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ طاق استعمال کرنا بہتر ہے، تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنا درست نہیں اور اگر تین ڈھیلے میسر نہ آئیں تو پھر ایک ڈھیلے کو دو اطراف سے استعمال کر لیا جائے۔

فقہی احکام: (۱) انسانی بول و براز نجس ہیں۔(۲) نجاست کو فقط مٹی سے بھی دور کیا جا سکتا ہے۔(۳) اس کیلئے کم از کم تین ڈھیلے استعمال کئے جائیں۔(۴) اگر تین ڈھیلوں سے نجاست زائل نہ ہو تو پھر زیادہ ڈھیلے بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

۱۰۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ نَهَى "أَنْ يُسْتَنْجَى بِعَظْمٍ ,أَوْ رَوْثٍ" وَقَالَ "إِنَّهُمَا لَا يُطَهِّرَانِ " رَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ وَصَحَّحَهُ.

الدارقطني : ۵٦/۱، ابن خزيمة: ۴۴/۱

۱۰۲: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گوبر اور ہڈی سے طہارت کرنے سے منع فرمایا اور اس کی علت آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ " یہ دونوں چیزیں پاک نہیں کرتیں " امام دارقطنی نے اسے بیان کیا ہے اور اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

تشریح: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت تفصیلاً اس طرح منقول ہے کہ وہ آپ ﷺ کے زیر سایہ چل رہے تھے، آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ فقط ڈھیلے لیکر آئیں، ہڈی اور گوبر قطعاً نہ لائیں کیونکہ میں طہارت حاصل کرنا چاہتا ہوں، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ تعمیل حکم کرتے ہوئے، اپنے دامن میں ڈھیلے ڈال کر لے آئے، آپ ﷺ قضائے حاجت اور طہارت سے فارغ ہو کر چلنے لگے، اسی دوران حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے رحمت عالم ﷺ سے ہڈی اور گوبر کے ساتھ طہارت نہ کرنے کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا " میرے پاس مقام نصیبین سے جنات کا ایک وفد آیا، انہوں نے مجھ سے اپنی خوراک کی بابت دریافت کیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! انہیں ہڈیوں اور گوبر سے خوراک فراہم فرما "

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا " ہر وہ ہڈی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو، جنات کیلئے اس پر اسی وقت گوشت چڑھا دیا جاتا ہے جس وقت اسے کھا کر پھینکا جاتا ہے، اور گوبر کو اس کی سابقہ حالت میں کر دیا جاتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں اس بات کی صراحت بھی ہے کہ مقدم الذکر جنات کی خوراک ہے جبکہ موخر الذکر ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔ اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کرنے سے یہ واضح ہوا کہ ہڈی اور گوبر کو بطور طہارت استعمال کرنے کی ممانعت کے دو اسباب ہیں۔(۱) یہ جنات اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔ (۲) ان کے مطہر نہ ہونے کی وجہ سے ان سے حصول

طہارت کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

فقہی احکام: (۱) جنات بھی پاک اشیاء کھانے پینے کے مکلّف ہیں۔ (۲) ہڈی کے ساتھ طہارت کرنے سے طہارت حاصل نہ ہوگی، لیکن ہڈی ناپاک ہو جائے گی۔ (۳) جو اشیا کسی کے زیر استعمال ہوں انہیں ناپاک کرنے سے گریز کیا جائے۔ (۴) گھاس وغیرہ سے بھی طہارت حاصل کرنے سے گریز کیا جائے۔ (۵) جو اشیاء طاہر ہیں لیکن مطہر نہیں مثلاً کپڑا اور ٹشو پیپر وغیرہ ان سے طہارت حاصل نہ ہوگی۔

۱۰۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "اِسْتَنْزِهُوا مِنَ اَلْبَوْلِ ,فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ اَلْقَبْرِ مِنْهُ" رَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ وَلِلْحَاكِمِ "أَكْثَرُ عَذَابِ اَلْقَبْرِ مِنَ اَلْبَوْلِ" وَهُوَ صَحِيحُ اَلْإِسْنَادِ

الدارقطني: ۱۲۸/۱، الحاكم: ۱۸۳/۱، العلل للدارقطني: ۱۵۱۸، العلل الكبير للترمذي: ۱۴۰/۱، ابن ماجة: ۳۴۸، احمد: ۳۲۶/۲

۱۰۳: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "پیشاب کے چھینٹوں سے بچو، کیونکہ اکثر لوگوں کو عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔" اسے دارقطنی نے نقل کیا ہے، مستدرک حاکم میں ہے کہ زیادہ تر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

لغوی تحقیق: استنزهوا: بچو، محفوظ رہو۔ عامة: اکثر

تشریح: اس حدیث میں مذکور پیشاب سے مراد، انسان کا پیشاب ہے، انسان کا پیشاب بالاتفاق ناپاک ہے، زیر مطالعہ حدیث میں اس نجاست سے خاص کر بچنے کا حکم دیا گیا ہے، عدم احتیاط کی صورت میں عذاب قبر کی وعید سنائی گئی ہے، صحیحین میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ کا گزر دو ایسی قبروں کے پاس سے ہوا جنہیں عذاب قبر ہو رہا تھا، رحمت عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا " کہ ان میں سے ایک کو عذاب قبر فقط اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں وغیرہ سے اجتناب نہیں کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا " عذاب قبر کا اکثر سبب پیشاب کی نجاست کی وجہ ہے "لہٰذا اس سے بچو۔ امام دارقطنی نے علل میں اس حدیث کے موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ سنن میں اسے صحیح کہا ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں، کہ امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) انسان کا پیشاب ناپاک ہے۔ (۲) اس نجاست کا ازالہ فرض عین ہے (۳) عدم احتیاط کی صورت میں عذاب قبر ہوگا۔

۱۰۴: وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ فِي اَلْخَلَاءِ "أَنَّ نَقْعُدَ عَلَى اَلْيُسْرَى ,وَنَنْصِبَ اَلْيُمْنَى" رَوَاهُ اَلْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ

البيهقي، كتاب الطهارة، باب تغطيه الراس عند دخول الخلاء: ۴۶۰، المعجم الكبير للطبراني: ۶۶۰۵، التلخيص: ۱۰۷/۱، اتحاف: ۳۲، ميزان الاعتدال: ۱۱۸/۳

۱۰۴: حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قضائے حاجت کا یہ طریقہ بتایا کہ ہم دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھ جائیں اس روایت کو امام بیہقی نے ضعیف سند سے نقل کی ہے۔

تشریح: پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو ان تمام امور کی تعلیم فرمائی جو کسی نہ کسی طرح معمول زندگی کا حصہ ہیں، زیر مطالعہ حدیث میں قضاء حاجت کے لیے بیٹھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے، اہل دانش نے اس طرح بیٹھنے کی یہ حکمت بتائی ہے کہ معدہ چونکہ بائیں طرف

ہوتا ہے اس لیے بائیں پاؤں پر زیادہ دباؤ دینے کی وجہ سے قضاء حاجت میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے، اور قبض وغیرہ کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ دائیں پاؤں کو چونکہ شرف حاصل ہے اس لیے اس سے یہاں کام نہیں لیا جاتا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص میں اس روایت کے ضعیف ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام حازمی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں فقط یہی ایک روایت منقول ہے، اور اس کی سند میں بعض رواۃ مجہول ہیں۔ موصوف کا یہ کہنا درست نہیں کیونکہ اس مفہوم کی ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، تاہم وہ بھی زمعہ بن صالح کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور زیر مطالعہ حدیث میں محمد بن عبد الرحمٰن مدلجی اور اس کا والد دونوں مجہول ہیں۔

۱۰۵: **وَعَنْ عِيسَى بْنِ يَزْدَادَ ,عَنْ أَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلْيَنْتُرْ ذَكَرَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ " رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَة بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ.**

ابن ماجة ، كتاب الطهارة، باب الاستبراء بعد البول: ۳۲۶، مسند احمد: ۳۴۷/۴ (۱۹۰۷۵)، الجرح والتعديل: ۳۱۰/۹، علل الحديث: ۸۹، التقريب: ۵۳۵۵، بيان الوهم والايهام: ۳۰۷/۳، سنن الكبرى للبيهقى: ۱۹۸/۱

۱۰۵: عیسیٰ بن یزداد کا والد بیان کرتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " آپ میں سے کوئی ایک جب بھی پیشاب کرے تو اسے چاہیے کہ عضو تناسل کو تین بار جھاڑے۔" امام ابن ماجہ نے اسے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: فلینتر: یہ نتر سے مشتق ہے، کسی چیز کو اندر سے جھاڑ کر نکالنا۔

تشریح: پیشاب کرتے وقت پیشاب کی نالی میں بسا اوقات ایک آدھ قطرہ رہ جاتا ہے اگر عضو تناسل کو اسی وقت جھاڑ کر اس قطرہ کو خارج نہ کیا جائے تو وہ اٹھنے کے بعد یا پھر رکوع وسجود کرتے وقت خارج ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے نماز اور وضو باطل ہو جاتے ہیں، بعض حضرات کو تو اس قسم کا مرض لاحق ہوتا ہے، ایسے حضرات کیلئے تو یہ عمل نہایت ضروری ہے، بلکہ اس عمل کے ساتھ ساتھ عضو تناسل کی جڑ میں خوب پانی بھی بہانا چاہیے۔

زیر مطالعہ حدیث تین علل کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۱) یزداد کے صحابی ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ یہ صحابی نہیں، اس لیے یہ روایت مرسل ہے۔ (۲) عیسیٰ بن یزداد مجہول ہے۔ (۳) زمعہ بن صالح متکلم فیہ ہے۔

زیر مطالعہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، لیکن عذاب قبر سے متعلق حدیث سے اسے معنوی تقویت حاصل ہے، نیز اس میں احتیاط کا پہلو شامل ہے اس لیے اس پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فقہی احکام: (۱) قضاء حاجت نہایت سکون سے کی جائے۔ (۲) عضو تناسل کو تین بار جھاڑ لیا جائے۔

۱۰۶-۱۰۷: **وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ سَأَلَ أَهْلَ قُبَاءٍ ,فَقَالُوا إِنَّا نُتْبِعُ اَلْحِجَارَةَ اَلْمَاءَ. رَوَاهُ اَلْبَزَّارُ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ ,وَأَصْلُهُ فِي أَبِي دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيِّ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ بِدُونِ ذِكْرِ اَلْحِجَارَةِ**

البزار: ۲۴۷، ابو داود: ۴۴، الترمذى: ۳۱۰۰، ابن ماجة: ۳۵۷، الحاكم: ۱۸۷/۱، ابن خزيمة: ۸۳

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں؛ ان الله يثنى عليكم ؛ کے الفاظ بھی ہیں۔

۱۰۶-۱۰۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل قباء سے پوچھا: "اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت تعریف فرمائی ہے؟" انہوں نے عرض کیا: ہم ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں۔ امام بزار نے اسے ضعیف سند سے بیان کیا

ہے،اس روایت کی اصل ابوداؤداور ترمذی میں ہے۔امام ابن خزیمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے،لیکن اس میں ڈھیلوں کے استعمال کا تذکرہ نہیں۔

لغوی تحقیق: قباء: قاف مضموم اور الف کے بعد ہمزہ ہے، یہ مدینے کے جنوب میں تین میل کے فاصلے پر واقع ایک آبادی کا نام ہے۔ یثنی: یہ ثنا سے ماخوذ ہے یعنی اللہ تمہاری تعریف کرتا ہے۔ نتبع: ہم پیچھے لگاتے ہیں۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی،ابوداؤد اور ابن خزیمہ کی جس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ تفصیلاً اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے وہ آیت اہل قبا کی تعریف میں نازل فرمائی ہے جس میں مذکور ہے کہ کچھ آدمی ایسے ہیں جن کو طہارت پسند ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا:"تم کس قسم کی طہارت کرتے ہو؟"انہوں نے کہا ہمیں تو کچھ علم نہیں البتہ ہمارے پڑوسی یہودی قضاء حاجت کے بعد پانی سے طہارت حاصل کرتے ہیں،ہم بھی ان کی طرح پانی استعمال کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:"اہل قبا طہارت کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں اس لیے یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی ہے۔"

امام نووی فرماتے ہیں کہ حدیث میں پانی اور ڈھیلے ایک ساتھ استعمال کرنے کا تذکرہ نہیں ہے،امام نووی کی یہاں حدیث سے مراد صحیح حدیث ہے،کیونکہ ضعیف حدیث میں تو دونوں کے استعمال کا ذکر موجود ہے۔

اہل قبا کی فضیلت میں متعدد روایات منقول ہیں۔واضح رہے کہ اس بارے میں جتنی بھی روایات موجود ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ بزار کی روایت محمد بن عبدالعزیز کی وجہ سے،ترمذی کی روایت یونس بن حارث کی وجہ سے اور ابن خزیمہ کی روایت شرحبیل بن سعد کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: مٹی کے مقابلے میں پانی سے طہارت حاصل کرنا افضل ہے تاہم طہارت کے لیے مٹی بھی کافی ہے۔

٨۔ بَابُ الْغُسْلِ وَحُكْمِ الْجُنُبِ غسل اور جنبی کے احکام

١٠٨: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ " رَوَاهُ مُسْلِم وَأَصْلُهُ فِي الْبُخَارِيِّ

مسلم،کتاب الحیض،باب انما الماء من الماء:٣٤٣،البخاری:١٨٠،ابن خزیمة:١/١١٧،ابن حبان:٣/٤٤٣، مسنداحمد:٣/٣٦،ابوعوانة:١/٢٨٦

١٠٨: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:"پانی کے خارج پر پانی کا استعمال ہے۔"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل بخاری میں ہے)

تشریح: آپ ﷺ پیر کے روز اپنے چند جانثاروں کے ساتھ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے باب عتبان پر قیام فرمایا،اس دوران آپ ﷺ سے حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ!اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو اپنی بیوی سے مباشرت کرتا ہے اور انزال نہیں ہوتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"الماء من الماء" یہاں من تعلیل کے لیے یعنی غسل اس وقت فرض ہوگا جب انزال ہوگا۔" آغاز اسلام میں یہی حکم تھا کہ غسل منی کے خروج پر فرض ہوگا،لیکن بعد میں حکم منسوخ کر دیا گیا،اور اس کی جگہ یہ حکم نافذ کیا گیا کہ فرضیت غسل کے لیے انزال کا اعتبار نہیں بلکہ جماع کا اعتبار ہے،یعنی جماع کرنے پر غسل فرض ہو جائے گا اگرچہ منی کا اخراج نہ ہو۔قاضی ابن عربی کا کہنا ہے کہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ اگر زوجین کے اعضاء تناسل کا ملاپ ہو گیا تو غسل فرض ہو جائے گا،خواہ انزال کی

نوبت نہ آئے۔

فقہی احکام: ایک حدیث کا حکم دوسری حدیث سے منسوخ ہوسکتا ہے۔

۱۰۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ,ثُمَّ جَهَدَهَا ,فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ زَادَ مُسْلِمٌ "وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ "

البخاری، کتاب الغسل، باب اذاالتقیٰ الختانان: ۲۹۱، مسلم،کتاب الحیض،باب نسخ الماء من الماء و وجوب الغسل بالتقاء الختانین:۳۴۸، ابوداود:۲۱۴ ــ ۲۱۶، النسائی: ۱/۱۱۰(۱۹۱)، ابن ماجة:۶۰۸، مسند احمد:۸۵۸۲، ۲۴۸۷۱، البیهقی: ۱/۱۶۳(۷۸۵-۷۸۹)، الدارقطنی: ۱/۱۱۳، صحیح ابن خزیمة: ۱/۱۱۳، ابن حبان:۱۱۷۶-۱۱۷۹، ناسخ الحدیث و منسوخه لابن شاهین:۴۵۳

۱۰۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب تم میں سے کوئی ایک اپنی بیوی کے چار شاخوں کے درمیان بیٹھ کراس سے زورآزمائی کرے تو ان پر غسل واجب ہوجائے گا۔"(بخاری و مسلم)مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں اگر چہ انزال نہ ہو۔

لغوی تحقیق: ایک نسخہ میں **احدکم** بھی مذکور ہے اسی مناسبت سے اس کا ترجمہ کردیا گیا ہے اگر اس لفظ کا خیال نہ رکھا جاے ءتو پھر **"جلس"** کا فاعل **الرجل المعلوم** ہوگا۔ **شعب**:شین مضموم اورعین مفتوح، یہ شعبۃ کی جمع ہے، درخت کی شاخوں یا کسی چیز کے حصص کو شعب کہتے ہیں، یہاں اس سے مرادعورت کی رانیں اور پنڈلیاں یارانیں اور پاؤں ہیں اور یہ جماع سے کنایہ ہے۔ **ھا**:اس کا مرجع اہل (یعنی اس کی بیوی) ہے، یہ لفظ اگر چہ اس طریق میں مذکورنہیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طریق میں مذکور ہے۔

تشریح: یہ حدیث سابقہ حدیث کی ناسخ ہے اور صحیح مسلم میں دلالۃً مذکور ہے کہ انصار اور مہاجرین کے چند افراد کے درمیان وجوب غسل پر اختلاف ہوا،انصار کا کہنا تھا کہ غسل فقط انزال کی صورت میں فرض ہے، جبکہ مہاجرین کا کہنا تھا کہ دخول سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ٹھہرو! میں آپ کی تشفی کردیتا ہوں، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے پر پہنچے اوران کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی،انہیں اجازت دے دی گئی،انہوں نے عرض کیا:امی جان!میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں مگر حیا کی وجہ سے پوچھنے کی جسارت نہیں کرتا،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:مسئلہ دریافت کرنے میں مت حیا کیجئے، میں آپ کی ماں ہوں،انہوں نے عرض کیا:غسل کب واجب ہوتا ہے؟محترمہ نے فرمایا:آپ ایک باخبر کے پاس تشریف لائے ہیں، پھرانہوں نے بیان کیا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب مرد چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور شرم گاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل فرض ہوجاتا ہے۔"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے الماء من الماء کی رخصت فرمائی تھی،لیکن بعد میں غسل کرنے کا حکم فرمادیا تھا۔اس حدیث کوامام ابن حبان اورامام ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے، یہ حدیث زیرمطالع حدیث کی صریح طور پر ناسخ ہے۔

زیرمطالعہ حدیث میں **جهدها** سے اگرچہ بظاہر دخول معلوم ہورہا ہے لیکن اگر اس سے دخول ہی مراد ہے تو پھر یہ حدیث بھی منسوخ ہوگی،اوراس کی ناسخ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہوگی،جس میں ختنوں کے ملاپ پر غسل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ایک حدیث میں یہ بھی صراحت ہے کہ یہ حکم فتح مکہ کے بعد دیا گیا۔

فقہی احکام: (۱)ایسے امور جو حیا سے متعلق ہیں،ان میں کنایہ استعمال کیا جائے۔(۲)مسئلہ دریافت کرنے اور بتانے میں حیا آڑے

نہیں آنا چاہیے۔(۳) محض ختنوں کے ملاپ سے غسل فرض ہوجائے گا، خواہ انزال یا دخول کی نوبت نہ آئی ہو۔

۱۱۰: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷛ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ قَالَ "تَغْتَسِلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَزَادَ مُسْلِم ، فقالت أم سلمة ، وَ هَلْ يَكُوْنُ هٰذا؟ قَالَ "نَعَمْ، فَمِنْ اَيْنَ يَكُوْنُ الشِّبْهُ؟"

مسلم، كتاب الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المنيٰ: ۳۱۰-۳۱۴، ابن حبان: ۴۳۹/۳، النسائی: ۱۱۲/۱، ابو داود: ۲۳۷، الترمذی: ۱۱۳، ابن ماجة: ۶۰۲، ابن ابی شیبة: ۱/ ۸۰ (۸۸۴، ۸۹۲)، مسنداحمد: ۱۲۱/۳

۱۱۰: حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے بارے میں فرمایا جو خواب میں وہ کچھ دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے، "وہ غسل کرے۔" (بخاری و مسلم) مسلم میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت ام سلمہ ﷝ نے دریافت کیا ایسا ممکن ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر یہ ناممکن ہوتا تو پھر مشابہت کہاں سے ہوتی؟۔"

لغوی تحقیق: منام: یہ نوم سے ماخوذ ہے یعنی خواب۔ الشبه: شین مکسور اور باء ساکن، دونوں کا مفتوح پڑھنا بھی درست ہے، مشابہت یعنی ہم شکل۔

تشریح: حافظ ابن حجر ﷫ نے اس حدیث کو صحیح بخاری اور مسلم کی طرف منسوب کیا ہے، امام بخاری نے حضرت انس ﷛ کے توسط سے ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نقل نہیں کی، البتہ امام مسلم نے حضرت انس ﷛ سے یہ روایت دو طرق سے نقل کی ہے ان سے مروی مفصل طریق میں یہ اشکال ہے کہ **استحييت من ذالک قالت و هل يكون هذا؟** اس مقولے کی قائلہ حضرت اُم سلیم ﷝ کو قرار دیا گیا ہے حالانکہ روایت کا سیاق یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ مقولہ ان کا نہیں ہے، امام نووی اس اشکال کو حل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ متعدد طرق سے یہ حقیقت عیاں ہو رہی ہے کہ اس قول کی قائلہ حضرت اُم سلمہ ﷝ ہیں۔

یہ حدیث حضرت انس ﷛ اور حضرت ام سلمہ ﷝ کے علاوہ حضرت عائشہ ﷝ سے بھی منقول ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ام سلیم نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کیا عورت جب جنبی ہو جائے اور منی کے اثرات دیکھ لے، کیا اس وقت اسے غسل کرنا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" حضرت عائشہ ﷝ نے کہا تجھ پر افسوس! کیا عورت بھی محتلمہ ہو جاتی ہے؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! اس کے پیچھے کیوں پڑھ گئی ہو، اسی بنا پر تو بچہ ماں کا ہم شکل ہوتا ہے،" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "جب عورت کا پانی (سپرم) غالب آجائے تو بچہ ماں اور اس کے بھائی بہنوں کے ہم شکل ہوتا ہے اور اگر والد کا پانی غالب آجائے تو پھر باپ اور اس کے بھائی بہنوں کے ہم شکل ہو جاتا ہے۔" حضرت ام سلمہ ﷝ سے مروی طریق میں یہ صراحت بھی ہے کہ مرد کی منی مغلظ اور سفید ہوتی ہے جبکہ عورت کی منی پتلی اور زرد ہوتی ہے۔

ان روایات سے یہ واضح ہوا کہ عورت کو بھی احتلام ہو سکتا ہے، نیز ام سلیم نے آپ ﷺ سے جب یہ مسئلہ دریافت کیا تو اس وقت حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ ﷝ وہاں موجود تھیں۔ خواتین کے محتلمہ ہونے کے بارے میں خولہ بنت حکیم، بسرۃ اور حضرت علی ﷛ سے بھی ضعیف روایات منقول ہیں۔

فقہی احکام: ماں اپنی اولاد کو مخصوص مسائل کی تعلیم دے سکتی ہے۔

۱۱۱: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِي طَلْحَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحِي مِنَ الْحَقِّ ,فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ الْغُسْلُ إِذَا احْتَلَمَتْ؟ قَالَ "نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ" اَلْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. زَادَ مُسْلِمٌ فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ " وَهَلْ

يَكُونُ هَذَا؟ قَالَ "نَعَمْ فَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ اَلشَّبَهُ؟"

البخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم: ۱۳۰، مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب الغسل علی المرأۃ بخروج المنی: ۳۱۱، ۳۱۳، الترمذی: ۱۲۲، النسائی: ۱/۱۱۴، ابن خزیمۃ: ۱/۱۱۸، مسنداحمد: ۳۰۶/۲

۱۱۱: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ام سلیم نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا، عورت کو جب احتلام ہوجائے تو کیا اس پر غسل فرض ہوجائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب وہ پانی دیکھے"۔ (بخاری ومسلم) مسلم میں مزید یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا ایسا ممکن ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر یہ ناممکن ہوتا تو پھر مشابہت کہاں سے ہوتی؟۔"

لغوی تحقیق: **لا یستحی**: یہ حیا سے ماخوذ ہے اور باب استفعال ہونے کی وجہ سے آخر میں یائے لین ہے، یعنی اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا۔ **اذارات الماء**: جب وہ پانی (منی) دیکھ لے۔

تشریح: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، رحمت عالم ﷺ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتی تھیں جس کے دریافت کرنے میں بظاہر غیرت آڑے آرہی تھی، مگر حق کا تقاضہ تھا کہ اس میں غیرت کو آڑے نہ آنے دیا جائے، وہ یہ جانتی تھیں کہ عورت غیور ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر غیور ہے، اس کے باوجود وہ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا، اس لیے عورت کو بھی غیور ہونے کے باوجود حق دریافت کرنے سے نہیں شرمانا چاہیے، بنا بریں محترمہ نے مسئلہ دریافت کرنے سے پہلے بطور تمہید یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا ان کا انداز بیان یہ ظاہر کررہا ہے کہ محترمہ زبردست فقیہ تھیں، محترمہ نے تمہیدی جملہ پیش کرنے کے بعد عرض کیا: حالت خواب میں عورت سے اس کا شوہر جماع کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ جنبی ہوجاتی ہے، کیا ایسی صورت میں اس پر غسل فرض ہوگا؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "(وہ بیدار ہونے کے بعد اثرات منی) پانی دیکھے گی تو اس پر غسل فرض ہوگا۔" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ مکالمہ سنا تو انہوں نے ازراہ تعجب دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا عورت بھی جنبی ہوجاتی ہے؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "اگر عورت اس سے محفوظ ہوتی تو پھر اولاد اس کے ہم شکل وہم فکر کیسے ہوسکتی تھی۔"

فقہی احکام: (۱) مسائل دریافت کرنے اور انہیں حل کرنے میں حیا آڑے نہیں آنا چاہیے۔ (۲) خواتین، علما سے مخصوص مسائل دریافت کرسکتی ہیں۔ (۳) غیرت اور دریافت دو متضاد چیزیں نہیں ہیں۔ (۴) زن وشوہر میں سے جس کا مادہ منویہ غالب ہوگا، بچے کی شکل وصورت اسی کے خاندان کے متشابہ ہوگی۔ (۵) خروج منی کی صورت میں عورت پر بھی غسل فرض ہوجائے گا۔ (۶) خواتین کو بھی احتلام ہوسکتا ہے۔

۱۱۲: **وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ اَلنَّبِيُّ ﷺ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ مِنْ اَلْجَنَابَةِ ,وَيَوْمَ اَلْجُمُعَةِ ,وَمِنْ اَلْحِجَامَةِ ,وَمِنْ غُسْلِ اَلْمَيِّتِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ.**

ابوداود، کتاب الطهارة، باب فی الغسل یوم الجمعة: ۳۴۸، مسنداحمد: ۱۵۲/۶، ابن خزیمۃ: ۱/۱۲۶، الدارقطنی: ۱/۱۱۳، التنقیح: ۱/۱۵۰، علل الحدیث: ۱۱۳، المطالب العالیۃ: ۱۹۶، البیهقی، کتاب الطهارة، باب الغسل من غسل المیت: ۱/۲۹۹

۱۱۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار چیزوں کی وجہ سے غسل فرمایا کرتے تھے، جنابت کی وجہ سے، جمعہ کے روز، سینگی لگوانے اور میت کو غسل دینے کے بعد۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

تشریح: قرآن پاک اور احادیث متواترہ میں صراحتاً مذکور ہے، کہ غسل جنابت فرض ہے بنابریں تمام فقہا اور محدثین کا اس کی فرضیت پر اجماع ہے، جمعہ کے روز غسل کی فرضیت اور عدم فرضیت کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، جمہور کے نزدیک جمعہ کا غسل مسنون ہے ان کی دلیل حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جس میں صراحتاً مذکور ہے کہ جس نے جمعہ کے روز وضو پر اکتفا کیا، اس نے اچھا کیا اور جس نے غسل کیا اس نے افضل کام کیا۔ امام داؤد ظاہری اور امام ابن خزیمہ کے نزدیک غسل جمعہ فرض ہے، ان کی دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ ہر بالغ شخص پر جمعہ کا غسل فرض ہے۔

(ب) وقت کے بارے میں جمہور کا کہنا ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے پہلے غسل کرنا چاہیے، جبکہ امام داؤد کے نزدیک غروب آفتاب سے پہلے کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔ سینگی لگوانے کے بعد غسل فرض نہیں بلکہ سنت ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سنگی لگوانے کے بعد غسل کرنا مسنون ہے۔ میت کو غسل دینے کے بعد غسل کی فرضیت اور عدم فرضیت کے بارے میں مفصل بیان گزر چکا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو امام ابن خزیمہ، امام حاکم، حافظ عبدالھادی اور علامہ ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام ابوداؤد، امام بخاری، امام احمد، امام علی بن مدینی، امام محمد بن یحییٰ اور امام ابوزرعہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کا سبب مصعب بن شیبہ ہے اور یہی اس حدیث کا مرکزی راوی ہے، اسے امام نسائی نے منکر الحدیث، امام دارقطنی نے لیس بالقوی، ابن عدی نے تکلموا فی حفظہ کہا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن عبداللہ بن عمر سے مروی صحیح روایت اس کی مؤید ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزوں کی وجہ سے غسل فرض ہے، سنگی لگوانے، گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد، میت کو غسل دینے کے بعد، جنابت اور جمعہ کے روز۔

فقہی احکام: (۱) غسل جنابت فرض ہے۔ (۲) سنگی لگوانے کے بعد غسل مسنون ہے۔ (۳) جمعہ کے روز غسل مسنون ہے۔
(۴) میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۱۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ ,عِنْدَمَا أَسْلَم وَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَغْتَسِلَ .رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَصْلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مصنف عبدالرزاق، کتاب اھل الکتابین، باب مایوجب علیه اذا اسلم......: ۱۹۲۲۶، ابن خزیمة: ۱/۱۲۵، ابن حبان: ۴/۴۱، البخاری: ۴۳۷۲، مسلم: ۱۷۶۴، النسائی: ۱/۱۰۹، ابوداود: ۲۶۷۹، بیان الوھم والایھام: ۳۳۶، الترمذی: ۶۰۵، الارواء: ۱/۱۶۴، احمد: ۲/۲۴۶، ۲۴۷

۱۱۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ کے سلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا۔ اسے امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل صحیحین میں ہے۔

لغوی تحقیق: ثمامة: ثاء پر ضمہ اور میم پر فتح۔ اثال: ہمزہ پر ضمہ۔

تشریح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے تفصیلاً منقول ہے، امام عبدالرزاق، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کے روایت کردہ طریق میں ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ غسل کر کے آئے اور صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اسے غسل دلانے کیلئے ابوطلحہ انصاری کے باغ میں لیجائیں۔

صحیحین میں ہے کہ وہ رہائی پانے کے بعد مسجد نبوی کے قریب ہی واقع کسی نخلستان میں داخل ہوئے اور غسل کر کے دوبارہ حاضر خدمت ہوئے، یعنی صحیحین میں فقط اس کے غسل کرنے کا تذکرہ ہے اور اس بات کا ذکر نہیں کہ یہ غسل اس نے از خود کیا یا رحمت عالم ﷺ نے اسے غسل کرنے کا حکم دیا۔ اس بنا پر مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین کی روایت کو مصنف عبدالرزاق کی روایت کی اصل قرار دیا ہے۔ اس روایت کے مختلف الفاظ کے پیش نظر ائمہ میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ اسلام قبول کرنے والے کیلئے غسل کرنا فرض ہے یا مسنون ہے؟

امام احمد کے نزدیک ایسے شخص کیلئے غسل کرنا واجب ہے، امام موصوف زیر مطالعہ حدیث کے ساتھ ساتھ قیس بن عاصم سے مروی حدیث سے حجت پکڑتے ہیں، قیس بن عاصم کہتے ہیں، کہ اسلام قبول کرنے کے ارادے سے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں بیری کے پتوں کو پانی میں ڈال کر غسل کروں۔

اس حدیث کو امام ترمذی، امام بغوی اور امام نووی نے حسن قرار دیا ہے، اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے، جبکہ امام ابن قطان نے منقطع قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا شخص حالت جنابت میں اسلام قبول کرتا ہے تو اس پر غسل فرض ہے ورنہ مستحب، امام شافعی کے نزدیک ہر دو حالتوں میں مستحب ہے۔

فقہی احکام: اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۱۴: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ" غُسْلُ اَلْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ "أَخْرَجَهُ اَلسَّبْعَةُ

البخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الغسل یوم الجمعة: ۸۷۹، مسلم: ۸۴۶، ابوداود: ۳۴۱، النسائی: ۳/ ۹۳، ابن ماجة: ۱۰۸۹، مسنداحمد: ۳/ ۶۰، ابن خزیمة: ۳/ ۱۲۳، ابن حبان: ۱۲۲۸، الدارمی: ۱۵۳۷، مؤطا: ۱/ ۱۰۱، ابن ابی شیبة: ۲/ ۹۲، الترمذی: ۵۲۸، الطحاوی: ۱/ ۱۱۶

تنبیہ: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو سبعۃ کی طرف منسوب کرنا تسامح پر مبنی ہے، کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ترمذی میں موجود نہیں ہے، البتہ انہوں نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱۱۴: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔" اسے ساتوں (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور احمد) نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: محتلم: حد بلوغت کو پہنچنے والا

تشریح: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، ایک طریق میں غسل کے ساتھ ساتھ بشرط مقدور مسواک اور خوشبو کا تذکرہ بھی ہے، اس روایت کے ایک اہم راوی عمرو بن سلیم انصاری اس روایت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں بالیقین کہتا ہوں کہ اس حدیث کی روشنی میں جمعہ کے روز کا غسل واجب ہے، البتہ مسواک کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ واجب ہے یا کہ نہیں؟ جمعہ کے روز غسل کے وجوب کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی متعدد طرق سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر مسلم پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ وہ سات دن میں ایک بار غسل کرے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ بھی استعمال کرے۔" اس روایت میں اگرچہ جمعہ کے روز کا تعین نہیں، تاہم ایک اور طریق میں جمعہ کے روز کی صراحت ہے۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی جمعہ کی صراحت ہے۔

غسل جمعہ کے وجوب کی احادیث، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوہریرہ، حضرت عمر، حضرت براء بن عازب اور حضرت حفصہ

رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو غسل جمعہ کو اس طرح واجب قرار دیتے ہیں جس طرح غسل جنابت واجب ہے اسی طرح امام داود ظاہری بھی وجوب کے قائل ہیں، جبکہ جمہور کا کہنا ہے کہ جمعہ کے روز غسل مسنون ہے،بعض کا خیال ہے کہ مدنی زندگی کے آغاز میں واجب تھا لیکن بعد میں جب مسلمانوں کے پاس روئی کے کپڑے آ گئے تو انہیں اختیار دیدیا گیا۔

فقہی احکام: جمعہ کے روز غسل کرنا،مسواک کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔

۱۱۵: وَعَنْ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ اَلْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ ,وَمَنْ اِغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ "رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَحَسَّنَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ

ابو داود، کتاب الطهارة، باب فی الرخصة فی ترک الغسل یوم الجمعة: ۳۵۴، النسائی: ۹۴/۳، مسنداحمد: ۱۱/۵، الترمذی: ۴۹۷، الامام: ۵۰/۳، البخاری: ۹۰۲، مسلم: ۸۴۶، الطحاوی: ۱۱۶/۱، ۱۱۹، ابن ماجة: ۱۰۹۱، المطالب العالیة: ۶۹۳

تنبیہ: اس روایت کو ابن ماجہ کی طرف منسوب کرنا تسامحات میں سے ہے، کیونکہ انہوں نے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کو نقل نہیں کیا، بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو روایت کیا ہے۔

۱۱۵: حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس نے جمعہ کے روز وضو کیا،اس نے اچھا کیا اور بہتر کام کیا اور جس نے غسل کیا،اس نے افضل کام کیا کیونکہ غسل افضل ہے۔"اسے احمد،ابوداؤد،ترمذی،نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے،اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: نعمت :نون مکسور،عین ساکن،میم مفتوح اور تاء ساکن،یعنی یہ طریقہ مسنوں ہے، جمعہ کے روز اسی پر اکتفا کر لینا بھی ایک اچھی عادت ہے۔

تشریح: نہ صرف اس حدیث سے بلکہ حضرت عمر،حضرت عائشہ،حضرت ابو ہریرہ،حضرت ابن عباس،حضرت انس،حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی روایات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز غسل واجب نہیں۔جمہور نے انہی روایات کی روشنی میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں،اور جن روایات سے وجوب ثابت ہوتا ہے،ان روایات میں وجوب سے مراد تاکید ہے،یعنی جمعہ کے روز اگرچہ غسل واجب تو نہیں لیکن اولیٰ اور افضل بات یہی ہے کہ جمعہ کے روز غسل کیا جائے۔

زیر مطالعہ حدیث حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری بیان کرتے ہیں،جبکہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری کے سماع کے بارے میں محدثین تین قسم کی آراء رکھتے ہیں (۱)انہوں نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔اس خیال کے حامل محدثین کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔(۲)انہوں نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے فقط حدیث عقیقہ سنی ہے،ان حضرات کے نزدیک بھی یہ حدیث ضعیف ہے۔(۳)ان کا حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے،ان حضرات کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے۔

فقہی احکام: جمعہ کے روز غسل کرنا افضل اور احوط ہے۔

۱۱۶: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُقْرِئُنَا اَلْقُرْآنَ مَا لَمْ يَكُنْ جُنُبًا. رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَهَذَا لَفْظُ اَلتِّرْمِذِيِّ وَحَسَّنَهُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

احمد: ۸۴/۱، ابو داود، کتاب الطهارة، باب فی الجنب یقراء القرآن: ۲۲۹، النسائی: ۱۴۴/۱، ابن ماجة: ۵۹۴، الترمذی: ۱۴۶، ابن خزیمة: ۱۰۴/۱، شرح السنة: ۴۱/۲، تاریخ الکبیر: ۹۹/۵، ابو یعلیٰ: ۱۶۹، العلل: ۱۵۵۶، الدارقطنی : ۱۲۰/۱،

الامام: ۳/۷۳، علل الحدیث: ۱/۴۹، ابن حبان: ۷۹۹

تنبیہ: (۱)بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں رواہ احمد و الاربعہ ہے اور بعض میں رواہ الخمسہ ہے اور بعض میں رواہ احمد و الخمسہ ہے، صاحب سبل السلام نے رواہ احمد و الاربعہ کواولیٰ قرار دیا ہے، لیکن راقم کے نزدیک رواہ الخمسہ کے الفاظ زیادہ درست ہیں (واللہ اعلم) (۲) بلوغ المرام کے تمام نسخوں اور ترمذی میں کان رسول اللہ ﷺ جبکہ شیخ صفی الرحمٰن مبارک پوری کی تحقیق سے جمعیت احیاء التراث الاسلامی نے جو بلوغ المرام کا نسخہ شائع کیا ہے اس میں کان النبی ﷺ ہے، یہ تسامح یا تو شیخ صفی الرحمٰن سے ہوا ہے یا پھر طباعت کی غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔

۱۱۶: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ماسوائے حالت جنابت کے ہر حال میں ہمیں قرآن حکیم کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ اسے خمسہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور احمد) نے روایت کیا ہے، مذکورہ الفاظ ترمذی کے ہیں، انہوں نے اسے حسن اور امام ابن حبان نے صحیح کہا ہے

تشریح: ماہرین فن اس روایت کے ضعیف یا صحیح ہونے کے بارے میں مختلف آراء رکھتے ہیں، امام ترمذی، امام ابن حبان، امام ابن سکن، امام بغوی اور امام ابن خزیمہ اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں، امام شافعی، امام احمد، امام نسائی اور امام ابوحاتم ضعیف قرار دیتے ہیں، اس اختلاف کا سبب اس روایت کا مرکزی راوی عبداللہ بن سلمہ ہے اس نام کے دو معاصر راوی ہیں، دونوں کا نام، ولدیت اور کنیت ایک جیسی ہیں، یعنی دونوں ابوالعالیہ عبداللہ بن سلمہ ہیں، ان میں اسے ایک ابوالعالیہ عبداللہ بن سلمہ المرادی الکوفی ہے، اور دوسرا ابوالعالیہ عبداللہ بن سلمہ الھمد انی الکوفی ہے، مقدم الذکر کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا، ان کے شاگرد عمرو بن مرہ نے اس سے یہ روایت ان کی عمر کے آخری حصہ میں سنی ہے، اس لیے یہ روایت ضعیف ہے، اس روایت کے بیان کرنے میں اگر چہ ابوالعرین نے عبداللہ بن سلمہ کی متابعت کی ہے لیکن یہ متابعت چنداں مفید نہیں کیونکہ یہ متکلم فیہ ہے، شاید اسی بنا پر امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے روایت کرنے میں اس کا کوئی متابع نہیں۔

اس روایت کو اگر چہ امام شعبہ نے اپنے راس المال کی ایک تہائی قرار دیا ہے، لیکن وہ بھی اس حدیث پر صحت کا حکم لگانے سے گریزاں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں اس سے زیادہ عمدہ کوئی روایت موجود نہیں۔ ان کے اس قول کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ حدیث اجود (عمدہ) ہے بلکہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں جتنی بھی احادیث مروی ہیں ان سب سے بہتر ہے، کیونکہ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے وہ اسماعیل بن عیاش کے ضعف اور عکرمہ اور عبداللہ بن رواحہ کے درمیان عدم لقاء کی وجہ سے ضعیف ہے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث بھی اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف ہے۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ حالت جنابت میں قرأت کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں بھی صراحت ہے کہ آپ ﷺ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

فقہی احکام: یہ حدیث چونکہ ضعیف ہے اس لیے اس سے کوئی حکم مستنبط کرنا درست نہیں۔

۱۱۷: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ اَلْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ,ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وُضُوءً "رَوَاهُ مُسْلِمٌ زَادَ اَلْحَاكِمُ " فَإِنَّهُ أَنْشَطُ لِلْعَوْدِ "

مسلم، کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب و استحباب الوضوء له: ۳۰۸، النسائی: ۱/۱۴۲، ابوداود: ۲۲۰، احمد: ۳/۲۸، ابن خزیمة: ۱/۱۰۹، ابن حبان: ۴/۱۱، الحاکم: ۱/۱۵۲

۱۱۷: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک اپنی بیوی کے پاس ایک بار جانے کے بعد دوبارہ جانا چاہے تو وہ وضو بنا لے۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے، حاکم میں مزید الفاظ بھی ہیں کہ یہ عمل دوبارہ مباشرت کے لیے باعث نشاط ہے۔

لغوی تحقیق: **انشط:** یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ نشاط کا ذریعہ ہے۔ **العود:** عین مفتوح واؤ ساکن یعنی لوٹنا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دوسری دفعہ مباشرت کرنے سے پہلے وضو بنانا لازم تو نہیں البتہ ایسا کرنا مستحب اور قوت باہ میں اضافہ کا سبب بنتا ہے ایک حدیث میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ اپنی بیوی کے پاس دوسری مرتبہ جانے سے پہلے محض شرم گاہ دھو لینا کافی ہے مگر یہ حدیث لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

صاحب سبل السلام نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس جاتے تو درمیان میں وضو نہیں فرماتے تھے، اور یہ بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ دوسری بیوی کے پاس جانے سے پہلے غسل فرماتے تھے۔

فقہی احکام: (۱) اپنی بیوی کے پاس دوسری دفعہ جانے سے پہلے وضو یا غسل ضروری نہیں البتہ شرم گاہ دھونا لازم ہے۔
(۲) وضو اور غسل کرنے سے قوت باہ میں اضافہ اور فرحت و تازگی پیدا ہوتی ہے۔

۱۱۸: **وَلِلْأَرْبَعَةِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ ,مِنْ غَيْرِ أَنْ يَمَسَّ مَاءً وَهُوَ مَعْلُولٌ**

ابو داود، کتاب الطهارة، باب في الجنب يؤخر الغسل: ۲۲۸، الترمذی: ۱۱۸، ابن ماجة: ۵۸۱ ـ ۵۸۳، احمد: ۱۴۶/۳، السنن الکبری للنسائی: ۳۳۲/۵، السنن الکبری للبیهقی: ۲۰۱/۱، الامام: ۹۰/۳

۱۱۸: سنن اربعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ پانی کو ہاتھ لگائے بغیر ہی حالت جنابت میں سو جاتے تھے۔ یہ روایت معلول ہے۔

تشریح: جماع کے فوراً بعد وضو کرنا یا غسل کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کا کہنا ہے کہ واجب ہے جبکہ جمہور علما عدم وجوب کے قائل ہیں۔ زیر مطالعہ حدیث جمہور کے موقف کو تقویت دیتی ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے معلول قرار دیا ہے، اس روایت کے معلول ہونے کی علت محدثین نے یہ بیان کی ہے کہ ابو اسحاق السبیعی کا اسود سے سماع ثابت نہیں، لیکن امام بیہقی نے ابو اسحاق سے جو روایت نقل کی ہے اس میں سماع کی صراحت موجود ہے اس طرح عدم سماع کی علت تو یقیناً رفع ہو گئی۔ اس روایت کے معلول ہونے کی ایک علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ابو اسحاق کا حافظہ آخری عمر میں متغیر ہو گیا تھا، اس روایت کے معلول ہونے کا یہ سبب بھی ناکافی ہے، کیونکہ سفیان ثوری کا ابو اسحاق سے سماع قبل از اختلاط ہے۔ اس روایت کے معلول ہونے کی تیسری علت یہ بیان کی جاتی ہے، کہ ابو اسحاق نے اس روایت کو بیان کرنے میں غلطی کی ہے، کیونکہ اسود کے دیگر تلامذہ مثلاً ابراہیم نخعی اور عبدالرحمٰن بن اسود، ان کے خلاف روایت کرتے ہیں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ابوسلمہ اور عروۃ بن زبیر بھی ابو اسحاق کی بیان کردہ روایت کے خلاف نقل کرتے ہیں لہٰذا ابو اسحاق کی روایت مجروح ہونے کی وجہ سے معلول ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ابو اسحاق سے مروی روایت کی مؤید ہے لیکن وہ مسلمہ بن علی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: یہ روایت ضعیف ہے اس لیے اس سے کوئی مسئلہ مستنبط کرنا درست نہیں۔

۱۱۹: **وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى**

شِـمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَأْخُذُ الْمَاءَ فَيُدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِي أُصُولِ الشَّعْرِ ثُمَّ حَفَنَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلاثَ حَفَنَاتٍ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ ,ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْه. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ

البخاری، کتاب الغسل، باب الوضوء قبل الغسل: ۲۴۸، مسلم، کتاب الحیض، باب صفة غسل الجنابة: ۳۱۶، ابوداود: ۲۴۲،الترمذی:۱۰۴، النسائی: ۱/۱۰۵، احمد: ۵۲/۶

۱۱۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتیں ہیں کہ آپ ﷺ جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو اس کا آغاز ہاتھ دھونے سے کرتے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور بائیں سے طہارت فرماتے، پھر وضوفرماتے، پھر پانی کو اپنی انگلیوں سے بالوں کی جڑ تک پہنچاتے، پھر اپنے سر پر پانی کے تین چلو ڈالتے، پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہاتے، آخر میں اپنے پاؤں دھو لیتے۔(بخاری ومسلم) مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغوی تحقیق: یفرغ: علامت مضارع مضموم، یہ افراغ سے مشتق ہے، یعنی پانی ڈالتے تھے۔ اصول: ہمزہ اور صاد مضموم، یہ اصل کی جمع ہے یعنی جڑ۔ حفن: دونوں ہاتھوں میں پانی لینا۔

تشریح: اس حدیث میں غسل جنابت کا طریقہ قدر تفصیل سے بیان ہوا ہے یعنی آپ ﷺ جب غسل کا ارادہ فرماتے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اپنی دونوں ہاتھ اچھی طرح دھوتے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ دو یا تین بار دھوتے، پھر دائیں ہاتھ سے برتن سے پانی لیکر بائیں ہاتھ پر ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے ان مقامات کو اچھی طرح صاف کرتے جہاں مادہ تولید کے پہنچنے کے امکانات ہوتے ہیں، پھر اس طرح وضوفرماتے جس طرح نماز کیلئے وضوفرماتے تھے، پانی کو انگلیوں کے ذریعے بالوں کی جڑوں تک پہنچاتے۔ بیہقی میں ہے کہ پہلے سر کے دائیں حصہ کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے پھر بائیں حصہ کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے اور یہ عمل تین بار دہراتے، پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہاتے اور آخر میں پاؤں دھوتے۔(بیھقی: ۸۴۸)

فقہی احکام: (۱) ہاتھوں کو دھوئے بغیر انہیں پانی کے برتن میں نہ ڈالا جائے۔(۲) طہارت کے لیے بائیاں ہاتھ استعمال کیا جائے۔ (۳) شرم گاہ اور اس کے اردگرد کے مقامات کو اچھی طرح دھویا جائے۔(۴) ہاتھ مٹی یا صابن سے صاف کئے جائیں۔(۵) جب آدمی جنبی ہوتا ہے تو جنابت بالوں کی جڑوں تک سرایت کر جاتی ہے، اس لیے پانی کو جڑوں تک پہنچایا جائے۔(۶) غسل کرنے کی جگہ سے الگ ہوکر پاؤں دھونے چاہیں۔

۱۲۰: وَلَهُمَا فِي حَدِيثِ مَيْمُونَةَ رضی اللہ عنہا ثُـمَّ أَفْرَغَ عَلَى فَرْجِهِ فَغَسَلَهُ بِشِمَالِهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِهَا الْأَرْضَ وَفِي رِوَايَةٍ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ وَفِي آخِرِهِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِالْمِنْدِيلِ فَرَدَّهُ وَفِيهِ وَجَعَلَ يَنْفُضُ الْمَاءَ بِيَدِهِ

البخاری، کتاب الغسل، باب المضمضة والاستنشاق فی الجنابة: ۲۵۹، مسلم، کتاب الحیض، باب صفة غسل الجنابة: ۳۱۷، ابوداود: ۲۴۵، الترمذی: ۱۰۳، ابن خزیمة: ۱/۱۲۰، السلسلة الضعیفة: ۹۰۳

۱۲۰: بخاری ومسلم میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے عضو مخصوص پر پانی ڈالا اور اسے بائیں ہاتھ سے دھویا، پھر اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی سے ملا۔ اس روایت کے آخر میں ہے، پھر میں آپ ﷺ کے پاس رومال لیکر آئی مگر آپ ﷺ نے اسے استعمال کئے بغیر واپس کر دیا اور پانی کو اپنے ہاتھ سے جھاڑنا شروع کر دیا۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے غسل جنابت کے طریقہ کار سے متعلق مختلف طرق سے مروی احادیث کو جمع کر کے غسل جنابت کا مفصل طریق بیان کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ نیز یہ واضح کیا ہے کہ جسم کو کپڑے سے صاف کرنا ضروری نہیں، اسے ہاتھوں سے بھی صاف کیا جا سکتا ہے، اور جس حدیث میں ہاتھوں سے صاف کرنے کی ممانعت مذکور ہے وہ حدیث ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔

۱۲۱: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اَللَّهِ إِنِّي اِمْرَأَةٌ أَشُدُّ شَعْرَ رَأْسِي ,أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ اَلْجَنَابَةِ؟ وَفِي رِوَايَةٍ وَالْحَيْضَةِ؟ فَقَالَ "لَا , إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي عَلَى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلة: ۳۳۰، ابو داود، ۲۵۱،الترمذی: ۱۰۵، النسائی: ۱/۱۳۱، ابن ماجة: ۶۰۳، ابن خزیمة: ۱/۱۲۲، البیهقی : ۱/۱۷۸، مسنداحمد: ۶/۳۱۵

تنبیہ: مسلم، ابن خزیمہ، مسند احمد، ترمذی، نسائی اور بیہقی وغیرہ میں "اشد ضفر راسی" ہے جبکہ مؤلف رحمہ اللہ نے مسلم کے حوالے سے "اشد شعر راسی" نقل کیا ہے، یہ تسامح یا تو مؤلف رحمہ اللہ سے ہوا ہے یا پھر کاتب سے تصحیف ہوئی ہے۔

۱۲۱: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے بالوں کو (مینڈھیوں کی صورت میں) خوب مضبوطی سے باندھے رکھتی ہوں، کیا انہیں غسل جنابت کے وقت کھولوں؟ اور ایک روایت میں ہے کہ غسل حیض کے وقت کھولوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" کھولنے کی ضرورت نہیں، تیرا اپنے سر پر تین چلو پانی ڈال لینا ہی کافی ہے۔" مسلم

لغوی تحقیق: اشد: یہ واحد متکلم کا صیغہ ہے یعنی میں مضبوطی سے باندھ لیتی ہوں۔ انقض: یہ نقض سے ماخوذ ہے یعنی توڑنا، جب اس کا صلہ الحبل یا الشعر ہوگا تو پھر اس کا معنی کھولنا ہوگا۔ حثیات: یہ حثیة کی جمع ہے، چلو۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جسے غسل حیض یا غسل جنابت لاحق ہو جائے اس کے بال اگر مضبوطی سے بندھے ہوئے ہوں تو انہیں کھولنے کی ضرورت نہیں، البتہ ایسی صورت میں ایک چلو پانی سر میں ڈال کر اسے اچھی طرح ملنا چاہیے تاکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے اور یہ عمل تین بار اسی طرح دہرایا جائے اور اگر کوئی اپنے بال کھول لے تو ایسا کرنا مستحب ہوگا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ سر کے بال کم ہوں یا زیادہ موسم خواہ سرما ہو یا گرما، ہر حال میں تین چلو پانی ڈالنا لازم ہے ان میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے عیاں ہو رہا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تھے تو وہ اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالتے تھے، یہ حدیث سن کر حسن بن محمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے بال تو بہت زیادہ ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بھتیجے! رحمت عالم ﷺ کے بال آپ سے زیادہ گھنے اور زیادہ عمدہ تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں وفد ثقیف حاضر ہوا اور انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا علاقہ ٹھنڈا ہے، ہمارے لئے غسل جنابت کرنے کیلئے کیا ہدایت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" میں اپنے سر پر تین بار پانی بہاتا ہوں۔"

فقہی احکام: (۱) غسل حیض یا جنابت میں خواتین کے لیے سر کے بال کھولنا لازم نہیں، البتہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا لازم ہے (۲) سر پر تین چلو ہی ڈالے جائیں

۱۲۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " إِنِّي لَا أُحِلُّ اَلْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ,

وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ

ابوداود، کتاب الطهارة، باب فی الجنب یدخل المسجد: ۲۳۲، ابن خزیمة، جماع ابواب فضائل المساجد: ۲/۲۸۴، شرح السنة: ۲/۴۶، مختصر السنن: ۱/۱۵۸، المحلیٰ: ۲/۱۸۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳/۳۷۴، التاریخ الکبیر: ۲/۶۷، شرح البخاری لابن رجب: ۱/۳۲۱، الترمذی: ۳۷۲۹، الموضوعات لابن جوزی: ۱/۳۶۷

۱۲۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں حائضہ اور جنبی کو مسجد میں داخلے کی اجازت نہیں دیتا۔" اسے ابوداوٗد نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: لا احل: میں حلال قرار نہیں دیتا۔

تشریح: حائضہ اور جنبی کا مسجد سے گزرنا درست ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل علم مختلف آراء رکھتے ہیں۔ جمہور کا کہنا ہے کہ جائز نہیں، یہ حدیث جمہور کے موقف کو تقویت دیتی ہے، مگر یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کی ایک راویہ جسرہ بنت دجاجہ مختلف فیہ ہے اور دوسرا راوی افلت بن خلیفہ مجہول ہے۔ امام ابن حزم نے تو اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔

اس روایت کی مؤید ایک روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے مگر وہ روایت اس سے بھی زیادہ مخدوش ہے کیونکہ اس میں بھی جسرہ بنت دجاجہ ہے نیز اس میں ابوالخطاب اور اس کا استاد محدوج دونوں مجہول ہیں، امام ابن رجب فرماتے کہ حدیث عائشہ اور حدیث ام سلمہ دونوں سے ضعیف ہیں۔

اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے علی! اس مسجد میں میرے اور آپ کے علاوہ کسی دوسرے جنبی کا داخلہ ممنوع ہے۔" یہ روایت سابقہ دونوں روایات سے بھی گئی گزری ہے کیونکہ یہ روایت سند کے اعتبار سے من گھڑت روایت کے قریب تر ہے اور متن کے اعتبار سے منکر ہے۔

فقہی احکام: ضعیف ہونے کی وجہ سے اس سے کوئی مسئلہ مستنبط نہیں ہوتا۔

۱۲۳: وَعَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اَللَّهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ ,تَخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيهِ مِنَ اَلْجَنَابَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ زَادَ اِبْنُ حِبَّانَ وَتَلْتَقِي اَيْدِيْنَا

البخاری، کتاب الغسل، باب هل یدخل الجنب یده فی الاناء: ۲۶۱، مسلم: ۳۲۱، ابوداود: ۲۳۸، النسائی: ۱/۱۲۷، ابن ماجة: ۳۷۶، ابن حبان: ۱۱۱۱

تنبیہ: ابن حبان کے مطبوعہ نسخہ میں؛ تلتقی؛ کے بعد؛ ایدینا؛ کا لفظ نہیں ہے۔

۱۲۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ دونوں ایک برتن سے غسل جنابت کر لیا کرتے تھے اور اس برتن میں ہمارے ہاتھ باری باری برتن میں داخل ہوتے تھے۔ (بخاری و مسلم) صحیح ابن حبان میں ہے کہ ہمارے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ سے ٹکرا بھی جاتے تھے۔

لغوی تحقیق: تختلف: یہ خلف سے ماخوذ ہے۔ ہمارے ہاتھ ایک دوسرے کے جانشین بنتے تھے یعنی ایک دوسرے کے بعد پانی لیتے تھے۔ تلتقی: یہ لقاء سے مشتق ہے، یعنی ایک کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ کو چھو لیتا، اہل علم کا خیال ہے کہ یہ کلمہ مدرج ہے، یعنی یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں بلکہ کسی راوی کا قول ہے۔

تشریح: خاوند اور بیوی غسل جنابت ایک برتن سے ایک ساتھ ہی کر سکتے ہیں نیز وہ دوران غسل بات چیت بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ غسل برہنہ حالت میں نہ ہو، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے منقول ہے کہ آپ ﷺ غسل کرتے وقت جلدی جلدی پانی استعمال کرتے تھے، اس بنا پر مجھے آپ ﷺ سے درخواست کرنا پڑتی تھی کہ میرے لیے بھی کچھ پانی رہنے دیں۔

فقہی احکام: (۱) شوہر اور بیوی ایک ہی برتن میں ایک ساتھ غسل جنابت کر سکتے ہیں۔ (۲) ہاتھ دھونے کے بعد انہیں پانی کے برتن میں ڈالا جا سکتا ہے، غسل کرتے وقت بات چیت کی جا سکتی ہے بشرطیکہ غسل کرنے والے برہنہ حالت میں نہ ہوں۔

۱۲۴۔۱۲۵: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "إِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً, فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ ,وَأَنْقُوا الْبَشَرَ "رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَاهُ وَلِأَحْمَدَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا نَحْوُهُ وَفِيهِ رَاوٍ مَجْهُولٌ

ابو داود، کتاب الطهارة، باب الغسل من الجنابة: ۲۴۸، الترمذی: ۱۰۶، علل الحدیث: ۵۳، الهداية: ۲/۱۴، اطراف الغرائب والافراد للدارقطنی: ۵/۲۵۱، الحلية: ۲/۲۸۷، مسند احمد: ۶/۲۵۴، الدارمی: ۱/۱۵۷، الاوسط لابن منذر: ۲/۱۲۷، تهذيب التهذيب: ۲/۱۲۵، ابن ماجة: ۵۹۸

۱۲۴۔۱۲۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہوتا ہے، اس لئے بالوں کو خوب دھویا کرو اور جسم کو صاف کر لیا کرو۔" اسے امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے ضعیف بھی قرار دیا ہے، امام احمد نے اسی کے ہم معنی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے اس میں بھی ایک راوی مجہول ہے۔

لغوی تحقیق: انقوا: یہ انقاء سے مشتق ہے یعنی صاف کرو۔ بشر: باء اور شین دونوں مفتوح ہیں یعنی انسانی جلد۔

تشریح: امام ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے ضعف کی علت یہ بیان کی ہے کہ حارث بن وجیہ نامی راوی کی مرویات منکر ہیں اور وہ ضعیف ہے، امام ترمذی نے اسے لیس بذا لک کہا ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی بعض مرویات میں نکارت ہے۔ امام ابوحاتم نے اس حدیث کو منکر اور حارث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

غماری نے حارث بن وجیہ کے بھائی کو اس کا متابع قرار دے کر اس روایت کے صحیح ہونے کا عندیا دیا ہے، غماری کا یہ موقف درست نہیں، کیونکہ حارث کا بھائی مبہم ہے، اس لیے اس کی متابعت قطعاً مفید نہیں یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی، امام دارقطنی، امام ابونعیم اور امام عقیلی نے اس روایت کو حارث کا تفرد قرار دیا ہے۔ اس روایت کی مؤید دو روایات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہیں، لیکن ان میں سے ایک روایت اس سے بھی زیادہ مخدوش ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی مبہم ہے اور دو راوی ضعیف ہیں، جبکہ دوسری روایت حارث بصری کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسی قسم کی ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، اس روایت کے صحیح وضعیف ہونے کے بارے میں ماہرین فن مختلف موقف رکھتے ہیں، درست بات یہ ہے کہ وہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے دو راوی (حماد بن سلمہ اور عطا بن سائب) مختلط ہیں حماد بن سلمہ کا اپنے شیخ عطاء سے سماع قبل از اختلاط یا بعد از اختلاط ہے اس بارے میں یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے، اسی طرح حماد بن سلمہ کے بارے میں بھی یہ صراحت نہیں ملتی کہ ان کے کونسے تلامذہ نے ان سے قبل از اختلاط سنا ہے۔ اسی طرح ایک روایت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے۔ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے مگر صحیح حدیث سے بالوں کی جڑوں کا تر کرنا ثابت ہے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ بالوں کی جڑوں کو تر کرنے کی علت جنابت ہی ہے۔

فقہی احکام: (۱) بالوں کی جڑوں کو خوب اچھی طرح تر کرنا چاہیے۔ (۲) پورے جسم کو اچھی طرح دھونا چاہیے۔

۹۔ بَابُ التَّیَمُّمِ تیمّم کا بیان

۱۲۶: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللّٰهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ " أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ ,وَ جُعِلَتْ لِي اَلْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا ,فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَدْرَكَتْهُ اَلصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ" وَذَكَرَ اَلْحَدِيثَ

البخاری، کتاب التیمم، باب ......: ۳۳۵، مسلم: ۵۲۱، النسائی: ۱/ ۲۱۰، احمد: ۳/ ۳۰۴، الدارمی: ۱۳۸۹، البیهقی: ۱/۲۱۲(۱۰۴۸)

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد اسے مصادر کی طرف منسوب نہیں کیا، البتہ ان کے ذکر کردہ الفاظ صحیحین کے ہیں۔

۱۲۶: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں، ایک مہینے کی دوری پر ہی میرے رعب و دبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے، میرے لیے ساری زمین پاک اور سجدہ گاہ بنادی گئی ہے، اس لیے جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہ اسی مقام پر پڑھ لے۔" پھر راوی نے پوری حدیث ذکر فرمائی۔

لغوی تحقیق: **تیمم**: اس کا لغوی معنی قصد یعنی ارادہ کرنا ہے، جبکہ شرعی اصطلاح میں پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں نماز وغیرہ کو مباح بنانے کی غرض سے پاک وصاف مٹی سے چہرے اور ہاتھوں کو مس کرنا تیمّم کہلاتا ہے۔ **خمسا**: یعنی پانچ خصائص۔ **نصرت**: نون اور تاء مضموم، میری مدد کی گئی۔ **الرعب** : راء مضموم، عین ساکن، رعب ودبدبہ۔ **مسیرۃ شھر** : ایک مہینہ کی دوری۔ **طھوراً**: طاء مفتوح یعنی پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث پاک میں پانچ خصائص نبوی کا تذکرہ ہے، مگر مؤلف رحمہ اللہ نے فقط دو خصائص ذکر کئے ہیں، ان میں سے ایک اس لئے ذکر کیا ہے کہ وہ حدیث کے آغاز میں تھا، اور دوسرا مؤلف رحمہ اللہ کے قائم کردہ باب سے متعلق تھا، گویا مؤلف رحمہ اللہ نے اسے ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مٹی پاک ہے اور یہ حدث اصغر اور اکبر دونوں کو زائل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

فقہی احکام: (۱) مٹی پاک ہے۔ (۲) یہ حدث ونجاست کو زائل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔
(۳) تیمّم امۃ مسلمہ پر اللہ کا خصوصی انعام ہے۔

۱۲۷: وَفِي حَدِيثِ حُذَيْفَةَ عِنْدَ مُسْلِمٍ " وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا ,إِذَا لَمْ نَجِدِ اَلْمَاءَ "

مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ: ۵۲۲، مسنداحمد: ۵/ ۳۸۳، البیهقی: ۱/ ۲۱۳، ابن خزیمۃ: ۱/ ۱۳۳، ابن حبان: ۱۶۹۷

تنبیہ: صحیح مسلم میں زمین کو سجدہ گاہ اور مٹی کو حصول پاکیزگی کے ذریعے کو الگ الگ امتیازات کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، جبکہ ابن خزیمہ میں ان دونوں کو بطور ایک امتیاز کے ذکر کیا گیا ہے، تیسرا امتیاز سورۃ بقرۃ کی آخری آیات کو قرار دیا گیا ہے۔

۱۲۷: صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: " پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں ہمارے لیے زمین کی مٹی حصول پاکیزگی کا ذریعہ بنادی گئی۔"

تشریح: اس حدیث میں پانچ خصائص کی بجائے تین خصائص منقول ہیں، یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: "ہمیں تین خصائص کی بنا پر اقوام عالم پر برتری حاصل ہے (۱) ہماری صفوں کو ملائکہ کی صفوں کی مثل قرار دیا گیا ہے۔ (۲) ہمارے لیے تمام زمین سجدہ گاہ بنادی گئی ہے۔ (۳) پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں زمین کی مٹی کو حصول پاکیزگی کا ذریعہ بنادیا گیا ہے۔ سابقہ حدیث میں تھا کہ "پوری کرہ

ارض کوحصول پاکیزگی کا ذریعہ بنادیا گیا ہے۔" لیکن اس حدیث میں فقط مٹی کا ذکر ہے، اہل علم کے ایک گروہ نے اسی حدیث کی بنا پر یہ کہا ہے کہ تیمّم فقط مٹی ہی سے درست ہے، معدنیات وغیرہ سے درست نہیں، جبکہ اہل علم کے ایک بڑے گروہ کا یہ کہنا ہے کہ ان تمام معدنیات سے تیمّم درست ہے جو زمین کا حکم رکھتی ہیں، زیر مطالعہ حدیث کے بارے میں ان کا موقف یہ ہے کہ یہاں مٹی کا تذکرہ تخصیص نہیں کیونکہ عموم میں داخل بعض افراد کی تنصیص انہیں تخصیص کا درجہ نہیں دیتی۔

فقہی احکام: پانی کی شدید قلت یا عدم دستیابی کی صورت میں اجزاءِ مٹی سے تیمّم درست ہے، خواہ وہ پتھر یا کپڑے پر ہی کیوں نہ ہوں۔

۱۲۸: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ عِنْدَ أَحْمَدَ" وَجُعِلَ اَلتُّرَابُ لِي طَهُورًا "

مسنداحمد: ۹۸/۱، ۲۵۰، البیهقی : ۲۱۳/۱، ابوداود، ۴۸۹، الطبرانی: ۵۱/۱۱، ابن حبان: ۶۳۹۹، ۶۴۰۳، ۶۴۶۲

۱۲۸: مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے لیے مٹی کوحصول پاکیزگی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے"

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے زیر مطالعہ اور اس سے پہلے والی روایت نقل کر کے اختلاف الفاظ کو واضح کیا ہے، یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں حصول پاکیزگی کیلئے فقط اس سیارے کی مٹی معتبر ہے جسے ہم زمین سے تعبیر کرتے ہیں، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں فقط مٹی کا ذکر ہے، یعنی پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں کسی بھی سیارے کی مٹی سے تیمّم درست ہے، خواہ وہ مٹی زرخیز ہو یا سیم تھور والی ہو۔ یہ روایت اگرچہ درایت کے اعتبار سے نہایت مناسب اور معقول ہے لیکن سنداً ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کا مرکزی راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل ماہرین فن کے نزدیک ضعیف ہے۔

خصائص سے متعلق احادیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوذر، حضرت انس اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں درج ذیل چھ خصائص کا ذکر ہے (۱) جوامع الکلم (۲) رعب ودبدبہ (۳) مال غنیمت کا روا ہونا (۴) زمین کا پاک اور سجدہ گاہ ہونا (۵) خاتم الانبیاء ہونا (۶) اقوام عالم کی طرف مبعوث ہونا۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں چار خصائص کا تذکرہ ہے یعنی اس میں جوامع الکلم اور خاتم الانبیاء ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ ان روایات سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد خصائص کبریٰ سے نوازا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض کا تذکرہ کسی ایک مقام پر اور بعض کا دوسرے مقام پر کر دیا۔

۱۲۹: وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَنِي اَلنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي حَاجَةٍ ,فَأَجْنَبْتُ ,فَلَمْ أَجِدِ اَلْمَاءَ ,فَتَمَرَّغْتُ فِي اَلصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ اَلدَّابَّةُ ,ثُمَّ أَتَيْتُ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ ,فَقَالَ"إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِيَدَيْكَ هَكَذَا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ اَلْأَرْضَ ضَرْبَةً وَاحِدَةً ,ثُمَّ مَسَحَ اَلشِّمَالَ عَلَى اَلْيَمِينِ ,وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ" وَضَرَبَ بِكَفَّيْهِ اَلْأَرْضَ ,وَنَفَخَ فِيهِمَا ,ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ "

البخاری، کتاب التیمم، باب المتیمم هل ینفخ فیهما: ۳۳۸، مسلم: ۳۶۸، ابوداود: ۳۲۰-۳۲۲، الترمذی: ۱۴۴، النسائی: ۱۶۵/۱، ابن ماجة: ۵۶۹، احمد: ۲۶۵/۴، الدارقطنی : ۱۸۲/۱، ابن خزیمة: ۲۶۸، البیهقی : ۲۰۹/۱

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں ؛انمایکفیک؛ ہے اور بعض میں ؛انما کان یکفیک؛ ہے یہی درست ہے کیونکہ مسلم میں ایسا ہی ہے۔

۱۲۹: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کی غرض سے بھیجا، میں اس دوران جنبی ہو گیا، اور مجھے پانی میسر نہ آیا تو میں نے مٹی میں ایسے لیٹے مارے جیسے جانور مٹی میں لیٹے مارتا ہے، پھر میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

اور پورا واقعہ عرض کیا، اس پر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: " تجھے اپنے ہاتھ سے اس طرح کر لینا ہی کافی تھا۔" پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ایک بار مارا، پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر پھیرا، پھر ان دونوں کو ایک دوسرے کی پشت پر اور رُخِ انور پر پھیر لیا۔ (بخاری و مسلم) زیر مطالعہ الفاظ مسلم کے ہیں جبکہ صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو زمین پر مارا، پھر ان پر پھونک ماری، پھر ان دونوں کو رُخِ انور اور ایک دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر پھیر لیا۔

لغوی تحقیق: **عمار**: عین مفتوح میم مشدد۔ آپ ﷺ کے قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ **اجنب**: میں جنبی ہو گیا۔ **تمرغت**: تاء اور میم مفتوح راء مشدد، میں نے لیٹے مارے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں رحمت عالم ﷺ کے قول و عمل دونوں شامل ہیں یعنی پہلے رحمت عالم ﷺ نے عمار بن یاسر کو تیمّم کی نظری تعلیم دی پھر عملاً ویسا کر کے دکھایا، اس قولی اور عملی حدیث سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوئی کہ تیمّم کیلئے فقط ایک ہی ضرب کافی ہے، یعنی دونوں ہاتھوں کو ایک ہی بار زمین پر مارنا ہے، اس کے بعد دیکھنا ہے کہ اگر ہتھیلیاں زیادہ غبار آلود ہیں تو پھر ایک بار پھونک مار کر کچھ غبار کو اُڑا دینا ہے، پھر دونوں ہتھیلیوں کو باہم ملنا ہے، پھر ایک ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر پھیرنا ہے، پھر دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا۔ حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کو تیمّم کی صورت میں زائل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ صحابہ کی ایک بڑی تعداد اسی کی قائل ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدث اکبر کو مٹی کے ذریعے زائل کرنے کے قائل نہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اپنے والد کے ہم خیال ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر ایک ماہ تک بھی پانی میسر نہ آئے تب بھی جنابت کو مٹی کے ذریعہ زائل کرنا درست نہیں بقول ان کے اگر جنبی کو پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں تیمّم کرنے کی اجازت دیدی گئی تو پھر شدید سردی کے موسم میں بھی جنبی کو مٹی سے تیمّم کرنے کی اجازت ہوگی۔

فقہی احکام: (۱) حدث اکبر اور حدث اصغر کا تیمّم ایک جیسا ہے۔ (۲) آپ ﷺ کی حیاۃ طیبہ میں بھی اُمتی اجتہاد کر سکتا تھا۔ (۳) نص کی موجودگی میں اجتہاد باطل ہے۔ (۴) نص کے مقابلے میں اجتہاد پر عمل کرنا ممنوع ہے۔ (۵) انسان اپنی آپ بیتی بھی بھول سکتا ہے۔ (۶) انتشار کے خوف سے کسی بھی مسئلہ کی ترویج و اشاعت سے کنارہ کشی اختیار کی جا سکتی ہے البتہ ایک بار اظہار ضروری ہے ورنہ کتمان علم لازم آئے گا۔ (۷) کسی مصلحت کے پیش نظر حاکم وقت زبان بندی کا حکم جاری کر سکتا ہے۔ (۸) تیمّم کے لئے ایک ہی ضرب لگائی جائے۔ (۹) جب تک پانی میسر نہ آئے اس وقت تک تیمّم کیا جا سکتا ہے۔ (۱۰) ہاتھوں پر غبار اگر زیادہ ہو تو پھونک مار کر کم کی جا سکتی ہے۔ (۱۱) حائضہ اور نفاس والی عورت بھی پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں تیمّم کر سکتی ہے۔

۱۳۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "التَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ ,وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ" رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ,وَصَحَّحَ الْأَئِمَّةُ وَقْفَهُ

الدارقطني: ۱/۱۸۰، ۱۸۱، الحاكم: ۱/۱۸۰، الكامل ابن عدى: ۵/۱۸۸، البيهقي: ۱/۲۰۶، ۲۰۷، كشف الاستار: ۳۱۳، مجمع الزوائد: ۱/۲۶۷

۱۳۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " تیمّم دو ضربوں سے عبارت ہے، ایک ضرب چہرے کیلئے دوسری ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے" اسے دار قطنی نے روایت کیا ہے اور آئمہ حدیث نے اس روایت کے موقوف ہونے کو صحیح کہا ہے

تشریح: اس روایت کو امام حاکم، امام ابن عدی نے مرفوع بیان کیا ہے، جبکہ امام دار قطنی نے اسے مرفوع اور موقوف ہر دو طرح سے

ابن عمر سے بیان کیا ہے، اور موقوف کو درست قرار دیا ہے، ابن عمر سے یہ روایت مرفوعاً اگر چہ متعدد طرق سے مروی ہے لیکن یہ تمام طرق علی بن ظبیان، سلیمان ابن ابی داود اور سلیمان بن ارقم کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ جیسا کہ امام دارقطنی، امام بیہقی اور دیگر ماہرین فن کا کہنا ہے۔

اس کی مؤید ایک اور مرفوع روایت منقول ہے مگر وہ بھی ربیع بن بدر کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوع اور موقوف ہر دو طرح سے منقول ہے، اس روایت کو بھی امام دارقطنی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے موقوف قرار دیا ہے، ایک مرفوع روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے، مگر وہ بھی الحریش بن الخریت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۳۱: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "اَلصَّعِيدُ وُضُوءُ اَلْمُسْلِمِ ,وَإِنْ لَمْ يَجِدِ اَلْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ , فَإِذَا وَجَدَ اَلْمَاءَ فَلْيَتَّقِ اَللَّهَ ,وَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ "رَوَاهُ اَلْبَزَّارُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ اَلْقَطَّانِ ,و لَكِنْ صَوَّبَ اَلدَّارَقُطْنِيُّ إِرْسَالَهُ.

کشف الاستار: ۱/۱۵۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۹۸/۲، التلخیص الحبیر: ۱/۱۵۴، الدارقطنی: ۱/۱۸۶، بیان الوھم والایھام: ۲۶۶/۵

تنبیہ: الشیخ صفی الرحمن مبارک پوری کی تحقیق سے جو بلوغ المرام کا نسخہ شائع ہوا اس میں وضوء المؤمن مکتوب ہے جبکہ بلوغ المرام کے دیگر مطبوعہ نسخوں، ترمذی، ابوداؤد، کشف الاستار، الاحکام الوسطی اور مجمع الزوائد: ۱/۲۶۶ میں وضوء المسلم مرقوم ہے۔

۱۳۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " مٹی مسلمان کا وضو ہے اگر چہ ایک سال تک پانی میسر نہ آئے، لیکن جب پانی دستیاب ہو جائے تو پھر اللہ سے ڈرتے ہوئے پانی کو جسم پر بہانا چاہیے۔" اسے امام البزار نے روایت کیا ہے، اور امام ابن قطان نے صحیح کہا ہے، جبکہ امام دارقطنی نے اس کے مرسل طریق کو صائب قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: الصعید: اکثر کے نزدیک اس سے مراد مٹی ہے، بعض کے نزدیک سطح زمین مراد ہے خواہ وہ مٹی ہو یا چٹان وغیرہ۔

عشر سنین: دس سال، یہاں اس سے مراد کثرت بھی ہو سکتی ہے۔

تشریح: تیمّم چونکہ وضو کے قائم مقام ہے اس لیے اسے وضو سے تعبیر کیا گیا ہے، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو اور تیمّم کے تمام احکام ایک جیسے ہیں، یعنی جس طرح ایک وضو سے ایک سے زائد نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں، اسی طرح تیمّم سے بھی ایک سے زائد نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ البتہ تیمّم کے نواقض، وضو کے نواقض سے زیادہ ہیں یعنی پانی کی دستیابی بھی ناقض تیمّم ہے جبکہ وضو میں ایسا نہیں ہے۔ اس طرح اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مٹی کے ساتھ اگر چہ جنابت وقتی طور پر زائل ہو جاتی ہے۔ لیکن پانی دستیاب ہونے کی صورت میں غسل جنابت کرنا ہوگا، امام دارقطنی نے اگر چہ اس روایت کے مرسل ہونے کو صحیح قرار دیا ہے لیکن امام ابن قطان نے اس کے مرفوع طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) تیمّم وضو کے قائم مقام ہے۔ (۲) ایک تیمّم سے متعدد نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ (۳) پانی دستیاب ہوتے ہی تیمّم ساقط ہو جائے گا۔ (۴) تیمّم سے حدث اکبر وقتی طور پر زائل ہوتا ہے، اس لیے پانی دستیاب ہونے کی صورت میں غسل کرنا ہوگا۔

۱۳۲: وَلِلتِّرْمِذِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ نَحْوُهُ ,وَصَحَّحَهُ وَ صَحَّحَهُ الْحَاكم ايضاً.

الترمذی، کتاب الطھارۃ، باب التیمم للجنب اذا لم یجد الماء: ۱۲۴، ابوداود، ۳۳۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۹۸/۲، النسائی: ۱/۱۷۱، مسنداحمد: ۱۸۰/۵، ابن حبان: ۱۳۵/۴، الحاکم: ۱/۱۷۶، ۱۷۷

تنبیہ: (۱) ترمذی کے ایک سے زائد نسخے ہیں، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، ترمذی کا یہی نسخہ حافظ عبدالحق اشبیلی اور حافظ ابن قطان کے پاس تھا اسی بنا پر عبدالحق

نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے(الاحکام الوسطی:۱/۲۲۰)امام ابن قطان نے ان کی تحقیق سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے **قنع بتحسین الترمذی له (بیان الوهم والایهام :۵/۲٦٦)** پاکستان میں متداول نسخہ بھی یہی ہے۔ایک نسخہ میں امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے،حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے پاس یہی نسخہ ہوگا اور ڈاکٹر محمود الطحان کے پاس بھی یہی نسخہ ہوگا۔(حاشیہ **المعجم الاوسط: ۲/۱۹۸**)۔(۲)امام حاکم نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے مگر بلوغ المرام کے اکثر نسخوں میں امام حاکم کی تصحیح درج نہیں۔البتہ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کی تعلیق سے بلوغ المرام کا جو نسخہ شائع ہوا ہے اس میں امام حاکم کی تصحیح مرقوم ہے۔

۱۳۲: ترمذی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل منقول ہے اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے اور امام حاکم نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

تشریح: اس روایت کو امام ترمذی نے مختصر اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مفصل نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس چند بکریاں جمع ہوگئیں، آپ ﷺ نے فرمایا:"اے ابوذر! انہیں لے جاؤ۔" میں انہیں لے کر مقام ربذہ چلا گیا اور وہاں جنبی ہوگیا اور اسی حالت میں وہاں پانچ چھ روز تک رہا، پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا:"اے ابوذر!" میں خاموش رہا، آپ ﷺ نے فرمایا:"تجھے تیری ماں گم پائے۔" پھر آپ ﷺ نے سیاہ رنگ کی لونڈی کو آواز دی وہ ایک بڑا ابرتن پانی کا بھر کر لائی، ایک طرف اس نے پردہ کیا جبکہ دوسری طرف سواری تھی، اس طرح میں نے غسل کر لیا، جب میں نے غسل کر لیا تو مجھے ایسے لگا جیسے میرے سر سے ایک پہاڑ اتار دیا گیا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:"مٹی مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس سال تک پانی میسر نہ آئے اور جب تمہیں پانی میسر آجائے تب تم پانی سے اپنا جسم تر کر لو بلاشبہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔" امام طبرانی نے یہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے بیان کی ہے۔

۱۳۳: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ اَلْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ ,فَحَضَرَتِ اَلصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَيَمَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا ,فَصَلَّيَا ,ثُمَّ وَجَدَا اَلْمَاءَ فِي اَلْوَقْتِ .فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا اَلصَّلَاةَ وَالْوُضُوءَ ,وَلَمْ يُعِدِ اَلْآخَرُ ,ثُمَّ أَتَيَا رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ فَذَكَرَا ذَلِكَ لَهُ ,فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ "أَصَبْتَ اَلسُّنَّةَ وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ" وَقَالَ لِلْآخَرِ: "لَكَ اَلْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,و النَّسَائِيُّ

ابوداود، كتاب الطهارة، باب المتيمم يجد الماء......:۳۳۸، النسائي: ۱/۲۱۰، ۴۳۳، الدارقطني : ۱/۱۸۹، الحاكم: ۱/۱۷۸، ۱۷۹، البيهقي : ۱/۲۳۱ (۱۱۲۸)، التلخيص : ۱/۱۵۵

۱۳۳: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی سفر پر تھے، اسی دوران نماز کا وقت ہوگیا، ان کے پاس پانی نہیں تھا، انہوں نے پاکیزہ مٹی سے تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی، اس نماز کا ابھی وقت ہی تھا کہ انہیں پانی میسر آ گیا، ان میں سے ایک نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی، جبکہ دوسرے نے ایسا نہ کیا، پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو سارا واقعہ سنایا، جس شخص نے نماز نہیں لوٹائی تھی آپ ﷺ نے اسے فرمایا:" تو نے سنت کے موافق عمل کیا لہٰذا تیری نماز تیرے لیے کافی ہوگئی" اور دوسرے سے فرمایا:"تیرے لیے دُگنا اجر ہے۔" اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: السنة: فطری و شرعی طریقہ۔

تشریح: یہ روایت موصولاً اور مرسلاً ہر دو طرح سے منقول ہے، امام طبرانی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو متصل الاسناد صرف عبداللہ بن نافع نے بیان کیا، امام دارقطنی فرماتے ہیں اس روایت کو لیث بن سعد سے موصولاً نقل کرنے میں عبداللہ بن نافع تنہا ہے، جبکہ ابن مبارک اور دوسرے اہل علم نے اسے مرسل نقل کیا ہے۔امام ابوداؤد نے بھی مرسل طریق کو راجح قرار دیا ہے، لیکن

حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کوموصولاً نقل کرنے میں عبداللہ بن نافع کی ابوالولید الطیالسی اور ابن لھیعہ نے متابعت کی ہے، عبداللہ بن نافع کی متابعت اگر فقط ابن لھیعہ کرتے تو یہ متابعت یقیناً کچھ مفید نہ ہوتی مگر چونکہ یہاں عبداللہ بن نافع کا متابع ابوالولید الطیالسی بھی ہے اس لیے ابن لھیعہ کی متابعت بھی مفید ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ تیمّم سے نماز پڑھ لینے کے فوراً بعد بھی اگر پانی میسر آ جائے تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں، دوسرے شخص کو دوگنا اجر ملنے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اسے ایک اجر تو وقت پر نماز پڑھنے کا ملا اور دوسرا اجتہاد کرنے کا۔ اس کا اجتہاد اگرچہ درست نہیں تاہم غلط اجتہاد پر بھی ایک اجر ملتا ہے۔

راقم کے نزدیک یہ توجیہ درست نہیں، کیونکہ جس نے نماز کا اعادہ نہیں کیا، اجتہاد تو اس نے بھی کیا تھا اور اس کا اجتہاد درست بھی تھا لہٰذا اس صورت میں اسے سہ گنا اجر ملنا چاہیے تھا کیونکہ درست اجتہاد پر دگنا اجر ملتا ہے۔ صاحب سبل السلام نے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ اسے ایک اجر تیمّم سے نماز پڑھنے کا ملا اور دوسرا اجر پانی سے نماز پڑھنے کا ملا، راقم کے نزدیک یہ توجیہ صائب ہے۔

فقہی احکام: (۱) تیمّم سے نماز پڑھنے کے فوراً بعد بھی اگر پانی میسر آ جائے تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ (۲) آپ ﷺ کی حیاۃ طیبہ میں بھی اجتہاد کرنا روا تھا۔ (۳) کسی غلط فہمی یا کسی شرعی عذر کی بنا پر نماز کو دوبارہ پڑھ لینے پر دُگنا اجر ملے گا (۴) واقعہ کو بغیر ترتیب کے بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۳۴: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فِي قَوْلِهِ عزوجل ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ﴾ قَالَ "إِذَا كَانَتْ بِالرَّجُلِ الْجِرَاحَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْقُرُوحُ ,فَيُجْنِبُ ,فَيَخَافُ أَنْ يَمُوتَ إِنِ اغْتَسَلَ، تَيَمَّمَ ". رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مَوْقُوفًا ,وَرَفَعَهُ الْبَزَّارُ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَالْحَاكِمُ.

الدارقطني: ۱/۱۷۷، البيهقي: ۱/۲۲۴، الحاكم: ۱/۱۶۵، ابن خزيمة: ۱/۱۳۸، التلخيص الحبير: ۱/۱۵۵، علل الحديث: ۱/۲۵

تنبیہ: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کودارقطنی کی طرف منسوب کیا ہے، دارقطنی میں الجراحة في سبيل الله کے بعد او القروح او الجدری کے الفاظ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿و ان كنتم مرضٰى او على سفر﴾ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ "جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخم یا گھاؤ لگے اور وہ زخمی حالت میں جنبی ہو جائے، اور اسے غسل کرنے کی صورت میں موت کا اندیشہ ہو تو تیمّم کر لے" اسے دارقطنی نے موقوفاً اور البزار نے مرفوع بیان کیا ہے، امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے

لغوی تحقیق: مرضیٰ: مریض کی جمع۔ سبیل اللہ: یعنی جہاد۔ القروح: یہ قرح کی جمع ہے جدری وغیرہ نیز میدان جنگ میں لگنے والے زخم کو بھی قرح کہا گیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جب موت کا خوف حقیقی طور پر ہو تو اس صورت میں تیمّم کیا جا سکتا ہے، یہ خوف خواہ زخموں کے خراب ہونے کے اندیشے کی وجہ سے ہو یا کسی بیماری کے بڑھنے کے اندیشے کی وجہ سے ہو یا انتہائی ٹھنڈک میں کسی لاغر کے مر جانے کی وجہ سے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تیمّم کو ان زخموں کے ساتھ خاص کیا ہے جو اللہ کی راہ میں لگے ہوں، لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے یہ لفظ بطور تخصیص نہیں بلکہ بطور مثال ذکر کیے ہیں، اگر بطور تخصیص نقل کیے ہوں، تب بھی انہیں محض ایسے زخموں کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں، کیونکہ انہیں عام رکھنا زیادہ موزوں ہے، یعنی خواہ وہ زخم کسی بھی وجہ سے ہوں

اور بیماری کوئی سی بھی ہو۔ البتہ اس سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ زخم یا بیماری ایسی ہو جو غسل کی شکل میں بڑھ سکتی ہو یا اس سے موت واقع ہو سکتی ہو، ایسی صورت میں تیمّم کرنا چاہیے۔

اس روایت کو عطاء بن سائب سے جریر اور علی بن عاصم نے مرفوع بیان کیا ہے، جریر کا عطاء بن سائب سے سماع ان کے اختلاط سے بعد کا ہے، اس لیے ان کی بیان کردہ روایت ضعیف ہے۔ امام ابو حاتم نے علی بن عاصم کے مرفوع طریق کو علی بن عاصم کی خطا قرار دیتے ہوئے اس کے موقوف طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن خزیمہ نے بھی اس روایت کے موقوف طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: غسل کرنے کی وجہ سے اگر بیماری یا زخموں کے بڑھنے یا موت واقع ہونے کا اندیشہ ہو تو غسل جنابت کی جگہ تیمّم کیا جا سکتا ہے

۱۳۵: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ انْكَسَرَتْ إِحْدَى زَنْدَيَّ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَمَرَنِي أَنْ أَمْسَحَ عَلَى اَلْجَبَائِرِ. رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَه بِسَنَدٍ وَاهٍ جِدًّا

ابن ماجة، ابواب الطهارة، باب المسح على الجبائر: ۶۵۷، الدارقطني: ۱/ ۲۲۶، البيهقي: ۲۲۸/۱ (۱۱۱۴، ۱۱۱۸)، العلل للمروذي: ۲۷۰، العلل لابن احمد: ۳۹۴۴، العلل لابن ابي حاتم: ۱/ ۴۶، تهذيب التهذيب: ۲۴/۸، الضعفاء للعقيلي: ۱۲۷۴، الجرح والتعديل: ۲۳۰/۶، المجروحون: ۷۵/۲

تنبیہ: ابن ماجہ میں فسالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۱۳۵: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا گُٹ ٹوٹ گیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پٹی پر مسح کرنے کا حکم دیا۔ امام ابن ماجہ نے اس روایت کو نہایت کمزور سند سے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: زندی: یہ زند کا تثنیہ ہے، یہاں "ی" متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون تثنیہ ساقط ہو گیا ہے اور اجتماع یائین کی وجہ سے یاء مشدد ہے یعنی میرے دو گٹوں میں سے ایک گُٹ ٹوٹ گیا۔ **الجبائر** : جبیرة کی جمع ہے، اس سے مراد ہر وہ چیز جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھی جاتی ہے تاکہ جوڑ اپنی جگہ پر قائم رہے، قطع نظر اس کے کہ وہ چیز کپڑے کی صورت میں یا لکڑی اور پلستر کی صورت میں ہو۔ واہ: انتہائی ضعیف۔ جداً: جیم مکسور اور دال مشدد اور یہ واہ کی تاکید ہے یعنی حد درجہ کی ضعیف روایت ہے۔

تشریح: اس روایت کا مرکزی راوی عمرو بن خالد الواسطی ہے، اسے امام احمد بن حنبل، امام یحیی بن معین، امام وکیع بن الجراح نے جھوٹا کہا ہے، جبکہ امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے، امام حاکم فرماتے ہیں کہ عمرو بن خالد، زید بن علی کی طرف خود ساختہ روایات منسوب کر کے بیان کرتا ہے۔ واضح رہے کہ زیر مطالعہ روایت بھی وہ زید بن علی کی طرف ہی منسوب کرتا ہے۔ امام ابو حاتم نے اس روایت کو باطل اور بے اصل قرار دیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اس کے جھوٹا اور ضعیف ہونے پر محدثین عظام کا اتفاق ہے۔ اس روایت کے بیان کرنے میں عمرو بن خالد واسطی کی اگرچہ عمر بن موسیٰ نے متابعت کی ہے مگر وہ متابعت بھی کچھ مفید نہیں کیونکہ عمر بن موسیٰ بھی خود ساختہ روایات بیان کرنے کی خطرناک بیماری میں مبتلا تھا۔ اسی مضمون کی ایک روایت امام دارقطنی اور امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے یہ روایت بھی ابو الولید خالد بن یزید کی وجہ سے ضعیف ہے، ایک روایت امام عبد الرزاق نے بھی نقل کی ہے اس روایت کو امام یحیٰ بن معین نے باطل قرار دیا ہے۔

۱۳۶: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ رضی اللہ عنہما فِي اَلرَّجُلِ اَلَّذِي شُجَّ ,فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ "إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَتَيَمَّمَ ,وَيَعْصِبَ عَلَى جُرْحِهِ خِرْقَةً ,ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِسَنَدٍ فِيهِ ضَعْفٌ ,وَفِيهِ اِخْتِلَافٌ عَلَى رُوَاتِهِ

ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب المجروح یتیمم: ۳۳۶، الدارقطنی : ۱/ ۱۸۹ ــ ۱۹۰، البیهقی : ۱/ ۲۲۷، الاحکام الوسطی : ۱/ ۲۲۲، الارواء: ۱/ ۱۴۳، عبدالرزاق: ۱/ ۲۲۳، الامام: ۱/ ۱۱۸، ابن ماجة: ۵۷۲

۱۳۶: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ایک ایسے شخص کے بارے میں بیان کرتے ہیں جس کا سر زخمی تھا، اس نے اسی حالت میں غسل کرلیا اور فوت ہوگیا، "ایسے شخص کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ زخم پر مضبوطی سے پٹی باندھ کر اس پر مسح کر لیتا، اور باقی جسم پر پانی بہالیتا۔" اس روایت کو امام ابوداؤد نے ضعیف سند سے نقل کیا ہے اور اس کے رواۃ بھی باہم مختلف ہیں۔

لغوی تحقیق: شج: شین مضموم اور جیم مشدد مفتوح، ایسا زخم جو سر میں آئے۔ یعصب: یہ تعصیب سے ماخوذ ہے، یعنی مضبوطی سے باندھ لینا۔

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ایک ساتھی کے سر پر پتھر لگا جس سے وہ زخمی ہوگیا، اسی دوران وہ جنبی بھی ہو گیا، اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا، کیا آپ مجھے تیمّم کی اجازت دیتے ہو؟ انھوں نے کہا، ہم تو تیمّم کرنے کی اجازت نہیں دیتے، کیونکہ تم پانی پر قدرت رکھتے ہو، چنانچہ اس نے غسل کیا اور فوت ہوگیا، جب ہم رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی، آپ ﷺ نے فرمایا: " اللہ کی ان پر مار ہو، انہوں نے اسے قتل کر دیا۔" جب انہیں نہیں معلوم تھا تو انہیں کسی اور سے دریافت کرلینا چاہیے تھا کیونکہ عدم واقفیت کا علاج دریافت کر لینا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کے ضعیف ہونے کا یہ عندیہ بھی دیا ہے کیونکہ اس روایت کا مرکزی راوی عطاء کبھی یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور کبھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتا ہے۔ اسی طرح عطاء کے تلامذہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، امام اوزاعی کبھی یہ روایت براہ راست عطاء سے نقل کرتے ہیں اور کبھی ایک مبہم آدمی کے واسطے سے اور کبھی اسماعیل بن مسلم کے واسطے سے نقل کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ اسماعیل بن مسلم بھی ضعیف ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار اس وجہ سے بھی دیا ہے کہ اسے عطاء سے الزبیر بن خریف نے نقل کیا ہے، اسے امام ابوداؤد، امام دارقطنی اور حافظ عبدالحق اشبیلی نے لیس بالقوی یعنی کمزور کہا ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں، امام ابن السکن نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، یہ ان کے تساہل کی وجہ سے ہے۔

فقہی احکام: پٹیوں پر مسح کرنے کی اگرچہ تمام روایات ضعیف ہیں تاہم یہ روایات ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب مرض کے بڑھنے یا موت واقع ہونے کا خدشہ ہو تو پٹیوں پر مسح یا تیمّم کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۷: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَا يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بِالتَّيَمُّمِ إِلَّا صَلَاةً وَاحِدَةً ,ثُمَّ يَتَيَمَّمُ لِلصَّلَاةِ الْأُخْرَى. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ جِدًّا

الدارقطنی : ۱/ ۱۸۴ ـ ۱۸۵، التلخیص: ۱/ ۱۵۵، عبدالرزاق: ۱/ ۲۱۴ ـ ۲۱۵، السلسلة الضعیفة: ۱/ ۴۲۳ ـ ۴۲۴

۱۳۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ تیمّم کرنے والا ایک تیمّم سے فقط ایک نماز پڑھے پھر دوسری نماز کے لیے دوبارہ تیمّم کرے۔ اسے امام دارقطنی نے نہایت کمزور سند سے بیان کیا ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف ترین اس لیے قرار دیا ہے کہ اس روایت کا مرکزی راوی الحسن بن عمارہ ہے۔ اسے امام دارقطنی اور امام یحییٰ بن معین نے ضعیف، امام ابوحاتم، امام مسلم اور نسائی نے متروک الحدیث، امام شعبہ نے جھوٹا اور ساجی فرماتے ہیں

کہ اس کی مرویات قبول نہ کرنے پر تمام محدثین کا اجماع ہے۔ بنابریں پر علامہ ناصر الدین البانی نے اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے۔

اسی مفہوم کے آثار حضرت عمرو بن العاص، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی اثر منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اثر حجاج بن ارطاۃ اور حارث الاعور کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اثر اگرچہ سنداً صحیح ہے مگر وہ مرفوع حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے غیر مؤثر ہے۔

۱۰۔ بَابُ الْحَيْضِ حیض کا بیان

۱۳۸: عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ ,فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّ دَمَ الْحَيْضِ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ ,فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ ,فَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي ,وَصَلِّي"رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ ,وَاسْتَنْكَرَهُ أَبُو حَاتِمٍ

ابو داود، کتاب الطهارة، باب من قال اذا اقبلت الحيضة تدع الصلاة: ۲۸۶، النسائی: ۱/۱۸۱ ـ ۱۸۴، الدارقطنی : ۱/۲۰۷، ابن حبان: ۴/۱۸۰، علل الحديث: ۱۱۷، بيان الوهم والايهام: ۲/۴۵۷

تنبیہ: صاحب سبل السلام نے اس روایت کے منکر ہونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ یہ روایت عدی بن ثابت نے عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے نقل کی ہے، اس کا دادا مجہول ہے۔ علامہ نور الحسن اور الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری نے بھی انہیں کی تقلید میں یہ علت نقل کردی ہے حالانکہ اس روایت کے معلول ہونے کی یہ علت ہرگز نہیں۔

۱۳۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا استحاضہ کے مرض میں مبتلا تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حیض کا خون سیاہ (ہونے کی وجہ سے) قابل شناخت ہوتا ہے جب ایسا خون آئے تو نماز ترک کردینا اور جب دوسری قسم کا خون شروع ہوجائے تو وضو کرکے نماز پڑھ لینا۔" اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے جبکہ ابوحاتم نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: **الحیض** : یہ حاض یحیض سے مصدر ہے، اور یہ خواتین کا خاصہ ہے، اس وجہ سے خواتین کے بیشتر مسائل اسی سے متعلق ہیں۔ خون حیض کا اجرا خواتین کے بلوغت کی علامت، اس کا رُک جانا حمل یا کسی بیماری کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ **تستحاض** : یہ حیض سے مشتق ہے، ایک ہی مقام سے جاری ہونے کی وجہ سے اشتراک مادہ ہے اور بے قاعدہ جاری ہونے کی وجہ سے بیماری ہے۔ **یُعرف** : یا مضموم اور راء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح سے پڑھنا درست ہے، پہلی صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ خواتین اسے پہچانتی ہیں اور دوسری صورت میں مفہوم ہوگا کہ یہ معروف ہے۔ **استنکر** : اسے منکر قرار دیا ہے

تشریح: اس حدیث میں حیض اور استحاضہ کے درمیان یہ فرق بیان کیا گیا ہے کہ حیض کے خون کی رنگت سیاہ ہوتی ہے اسی لیے خواتین اسے آسانی سے پہچان لیتی ہیں، نیز یہ ہر ماہ مخصوص ایام میں جاری رہتا ہے، ان ایام میں کمی بیشی نہیں ہوتی، البتہ بعض خواتین کو زیادہ ایام اور بعض کو کم ایام آتا ہے۔ لیکن اکثر خواتین کو چھ ایام تک رہتا ہے، ان ایام میں خواتین کے لیے نماز کی معافی ہے، مگر روزوں کی گنتی ماہ رمضان سے لیکر شعبان تک کسی بھی وقت پورا کرنا ضروری ہے۔ ان ایام میں اپنی بیوی سے وطی کرنا حرام اور قابل سزا جرم ہے استحاضہ کا خون رنگ میں حیض کے خون سے مختلف ہوتا ہے، نیز یہ خلاف عادت جاری ہوتا ہے اس میں ہر ماہ کمی وبیشی ہوسکتی ہے، ان ایام میں خواتین نماز بھی پڑھیں گی اور روزے بھی رکھیں گی اور اس سے اس کا شوہر جماع بھی کرسکے گا۔

اس روایت کوامام ابو حاتم نے محمد بن عمرو بن علقمہ کی وجہ سے منکر کہا ہے۔ کیونکہ ان کا ضبط کمزور تھا، کسی اور نے اس روایت کے بیان کرنے میں اس کی متابعت نہیں کی۔ امام ابن قطان کا بھی یہی خیال ہے۔ امام ابوداؤد نے اس روایت کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ محمد بن مثنیٰ کہتے ہیں ابن ابی عدی نے جب انہیں یہ حدیث اپنی کتاب سے بیان کی تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے کے بغیر بیان کی لیکن جب بعد میں انہوں نے زبانی بیان کی تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بیان کی۔ امام ابوداؤد نے یہ تبصرہ کر کے اس روایت کے منقطع ہونے کا عندیہ دیا ہے۔ امام ممدوح کا یہ تبصرہ درست نہیں کیونکہ اس روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بیان کرنے میں ابن ابی عدی تنہا نہیں بلکہ زهیر بن معاویہ، مالک اور هشام بن عروہ نے بھی یہ روایت اسی طریق سے بیان کی ہے۔ نیز یہ کوئی بعید نہیں کہ یہ روایت حضرت عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی سنی ہو اور براہ راست فاطمہ سے بھی سنی ہو، کیونکہ حضرت عروہ نے ان دونوں کا نہ صرف زمانا پایا ہے بلکہ وہ ان دونوں معزز خواتین کا قریبی عزیز بھی تھا، لہٰذا اس روایت کے صحیح ہونے کے بارے میں امام ابن حبان اور حاکم کی رائے صائب ہے۔

فقہی احکام: اس حدیث سے متعلق فقہی احکام حدیث نمبر ۶۸ کے تحت درج کر دیے گئے ہیں۔

۱۳۹: وَفِي حَدِيثِ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ "لِتَجْلِسُ فِي مِرْكَنٍ ,فَإِذَا رَأَتْ صُفْرَةً فَوْقَ الْمَاءِ ,فَلْتَغْتَسِلُ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلاً وَاحِدًا ,وَتَغْتَسِلُ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلاً وَاحِدًا ,وَتَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ غُسْلاً ,وَتَتَوَضَّأُ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ "

ابوداود، كتاب الطهارة، باب من قال تجمع بين الصلاتين و تغتسل لهما غسلا: ۲۹۶، الدارقطني: ۱/ ۲۱۵، البيهقي: ۱/ ۳۵۳، الحاكم: ۱/ ۲۸۱

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں ابوداؤد کے حوالے سے " ولتجلس " مرقوم ہے جبکہ ابوداؤد میں " لتجلس " ہے، حاکم میں بھی اسی طرح ہے جبکہ دارقطنی میں " فلتجلس " ہے۔

۱۳۹: ابوداؤد میں مذکور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ "وہ ایک ٹپ میں بیٹھ جائے اور جب پانی کی سطح پر زردی دیکھے تب وہ ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل کرے، مغرب اور عشا کے لیے ایک غسل اور فجر کے لیے ایک غسل کرے اور ان کے درمیان وضو کرتی رہے۔

لغوی تحقیق: مرکن: میم مکسور اور کاف مفتوح، ایک کھلے منہ والا بڑا برتن۔ صفرۃ: زرد رنگ کا مواد جو خون حیض کے خاتمہ کی علامت ہوتا ہے

تشریح: اس حدیث میں استحاضہ کے مرض میں مبتلا عورت کے لیے ضابطہ بتایا گیا ہے کہ وہ ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل کرے۔ اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں یعنی ہر نماز کو اپنے وقت پر پڑھا جائے، ظہر کی نماز غسل کر کے اور عصر کی نماز وضو کر کے پڑھ لی جائے، یا پھر ظہر کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کر دیا جائے اور عصر کو اس کے اول وقت پر پڑھ لیا جائے، اس صورت میں بھی ظہر کی نماز سے پہلے غسل اور عصر کی نماز شروع کرنے سے پہلے وضو کرنا ہوگا، اس طرح مغرب اور عشا کا معاملہ ہوگا اور ایک غسل فجر کے لیے کرنا ہوگا، گویا پانچ نمازیں تین غسل اور دو وضو کے ساتھ پڑھنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

فقہی احکام: (۱) حیض خواتین کو ان کی عادت کے مطابق آتا ہے، جب مخصوص دن گزرنے کے باوجود خون نہ رُکے تو وہ خون استحاضہ ہو گا۔ (۲) زرد رنگ کے مادے کا اجرا خون حیض کے خاتمہ کی علامت ہے۔ (۳) ہر نماز کے لیے غسل ضروری نہیں البتہ وضو ضروری ہے۔

(۴) مستحاضہ عورت دونمازوں کو جمع کر کے بھی پڑھ سکتی ہے۔ (۵) استحاضہ کی حالت میں عورت سے ہم بستری جائز ہے۔

۱۴۰: وَعَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كُنْتُ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَبِيرَةً شَدِيدَةً ,فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَسْتَفْتِيهِ ,فَقَالَ "إِنَّمَا هِيَ رَكْضَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ ,فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ ,أَوْ سَبْعَةً ,ثُمَّ اغْتَسِلِي ,فَإِذَا اسْتَنْقَأْتِ فَصَلِّي أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ ,أَوْ ثَلَاثَةً وَعِشْرِينَ ,وَصُومِي وَصَلِّي ,فَإِنَّ ذَلِكَ يُجْزِئُكِ ,وَكَذَلِكَ فَافْعَلِي كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ ,فَإِنْ قَوِيتِ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِي الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِي الْعَصْرَ ,ثُمَّ تَغْتَسِلِي حِينَ تَطْهُرِينَ وَتُصَلِّينَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ,ثُمَّ تُؤَخِّرِينَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِينَ الْعِشَاءَ ,ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ ,فَافْعَلِي .وَتَغْتَسِلِينَ مَعَ الصُّبْحِ وَتُصَلِّينَ قَالَ وَهُوَ أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ " رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَحَسَّنَهُ الْبُخَارِيُّ

احمد: ۶/۴۳۹، ابو داود، کتاب الطهارة، باب من قال اذا اقبلت الحيضة تدع الصلاة: ۲۸۷، الترمذی: ۱۲۸، ابن ماجة: ۶۲۷، الدارقطنی: ۱/۲۱۴، الحاکم: ۱/۲۷۹ - ۲۸۰، المعرفة للبيهقی: ۱/۳۷۳

۱۴۰: حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتیں ہیں کہ میں استحاضہ کے مرض میں بری طرح مبتلا تھی، میں نے مسئلہ دریافت کرنے کے لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ تو شیطان کی چوک ہے، تم چھ یا سات ایام حیض کے گزار کر غسل کر لیا کرو، اور جب تم اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ، تو پھر تیئیس یا چوبیس روز نماز پڑھو اور روزے بھی رکھا کرو، یہ تیرے لیے کافی ہے اور تم ہر ماہ اسی طرح کیا کرو، جیسا کہ حائضہ خواتین کرتیں ہیں، اگر تم (زیادہ) غسل کرنے کی طاقت رکھتی ہو تو پھر ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کر کے اور عصر کو اول وقت پر پڑھنے کے لیے ایک غسل کر لیا کرو، پھر دونوں کو ایک ساتھ پڑھ لیا کرو، پھر اسی طرح مغرب کو مؤخر اور عشا کو اول وقت پر پڑھنے کی صورت میں ایک غسل کر کے دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھ لیا کرو، اور نماز فجر کے لیے الگ غسل کر لیا کرو۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مذکورہ دونوں طریقہ میں سے مؤخر الذکر طریقہ مجھے زیادہ پسند ہے" اسے احمد، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے

لغوی تحقیق: رکضة: ایڑھی مارنا یعنی شیطان کا تلبیس میں مبتلا کرنا۔ استنقات: یہ نقی سے ماخوذ ہے، جب تم غسل کے ذریعے خوب اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ۔ اعجب الامرین: دو معاملوں سے زیادہ پسندیدہ۔

تشریح: اس حدیث پاک میں استحاضہ کی بیماری میں مبتلا خواتین کے لیے ضابطہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی عادت کے مطابق چھ یا سات روز کو ایام حیض قرار دے کر غسل کر لیں اور دیگر تیئیس یا چوبیس ایام کی نمازیں ایک ہی غسل سے پڑھ لیں اور اگر وہ ہر روز تین مرتبہ غسل کر سکتی ہیں تو پھر وہ ایسا ضرور کریں، کیونکہ یہ عمل پہلے عمل کے مقابلے میں زیادہ پسندیدہ ہے، اگر صحت یا موسم ہر روز تین بار غسل کرنے کی اجازت نہیں دیتا تو پھر دن بھر میں ایک غسل بھی کافی ہے، اگر ایسا بھی ممکن نہیں تو پھر ایک ہفتہ میں ایک غسل کر لے اور اگر ایسا بھی ممکن نہیں تو ایک ماہ میں ایک غسل پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے۔ اس روایت کا مرکزی راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل اگرچہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے لیکن اسی مفہوم کی صحیح روایات بھی موجود ہیں۔ اس لیے یہ روایت حسن درجہ سے کم نہیں۔

فقہی احکام: (۱) ایک ماہ میں ایک غسل کافی ہے۔ (۲) ہر روز تین بار غسل کرنا مستحب ہے۔
(۳) مستحاضہ خواتین جمع بین الصلاتین صوری کی رخصت سے ہمیشہ فائدہ اُٹھا سکتی ہیں۔

۱۴۱: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ رضی اللہ عنہا شَكَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم الدَّمَ ,فَقَالَ "امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ,ثُمَّ اغْتَسِلِي فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ كُلَّ صَلَاةٍ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ " وَتَوَضَّئِي

لِكُلِّ صَلَاةٍ"وَهِيَ لِأَبِي دَاوُدَ وَغَيْرِهِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ

مسلم، كتاب الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها: ۳۳۴، ابوداود: ۲۹۰، الترمذي: ۱۲۹، احمد: ۲/۸۲ ـ ۸۳، النسائي: ۱/۱۸۲، شرح معاني الآثار: ۱/۲۷ ـ ۴۷، الدارمي: ۱/۱۶۴، البخاري: ۲۲۸

۱۴۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتیں ہیں کہ ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے خون استحاضہ کا شکوہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی سابقہ عادت کے مطابق اتنے روز ہی نماز اور روزہ رترک کرو، پھر غسل کرلو۔" ام حبیبہؓ ہر نماز کے لیے غسل کرتی تھیں۔ (مسلم) صحیح بخاری میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "وہ ہر نماز کے لیے وضو کرلیا کرے۔" امام ابوداؤد اور امام احمد وغیرھما نے یہ روایت ایک دوسرے طریق سے بیان کی ہے۔

لغوی تحقیق: امکثی: رُک جایئے۔ تحبسک: تجھے روکتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں خون حیض اور خون استحاضہ کے مابین حد امتیاز خواتین کی سابقہ عادت کو قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جو خون عادت کے مطابق آئے وہ خون حیض ہے، ان دنوں میں نماز اور روزے کو ترک کرنا ہے اور جو خون خلاف عادت جاری ہو وہ خون استحاضہ ہے، اس صورت میں عادت کے مطابق دن پورے کرنے کے بعد غسل کرنا فرض ہے، جبکہ خون استحاضہ کے لیے الگ غسل فرض ہے، خواتین اگر چاہیں تو وہ ہر نماز کے لیے بھی غسل کرسکتی ہیں جیسا کہ اُم حبیبہؓ ہر نماز کے لیے غسل کیا کرتی تھیں۔ واضح رہے کہ ان کا ایسا کرنا ان کی اپنی مرضی سے تھا، کیونکہ آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا جیسا کہ اس روایت کے ایک اہم راوی لیث بن سعد کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ ان کے شیخ امام ابن شہاب زُہری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا بلکہ انہوں نے ازخود ہر نماز کے لیے غسل کرنا شروع کردیا تھا۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ مستحاضہ ہر نماز کے لیے غسل کرے، صحیح بخاری کی ایک روایت میں تو اس بات کی صراحت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش کو ہر نماز کے لیے وضو کرنے کا حکم دیا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے **من وجه آخر** کہہ کر اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جسے امام احمد، امام ابوداؤد، امام دارمی اور امام طحاوی وغیرھم نے محمد بن اسحاق کے طریق سے نقل کیا ہے، اس روایت میں یہ صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم دیا تھا، ان الفاظ کے نقل کرنے میں محمد بن اسحاق کا متابع صرف سلیمان بن کثیر ہے اور وہ ضعیف ہے۔ جبکہ لیث بن سعد کی متابعت ابن ابی ذئب اور اوزاعی وغیرہم نے کی ہے۔ امام طحاوی نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو منسوخ اور حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو ناسخ قرار دیا ہے واضح رہے کہ اس میں ہر نماز کے لیے فقط وضو کرنے کا حکم ہے۔

فقہی احکام: (۱) مستحاضہ اپنی سابقہ عادت کے مطابق حیض کے دن شمار کرے گی۔

(۲) اسے ہر نماز کے لیے وضو کرنا ہوگا اگر وہ ہر نماز کے لیے غسل کرنا چاہے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔

۱۴۲: وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ,وَأَبُو دَاوُدَ وَاللَّفْظُ لَهُ

البخاري، كتاب الحيض، باب الصفرة والكدرة في غير ايام الحيض: ۳۲۶، ۲۰۳۷، ابوداود: ۳۵۷، عبدالرزاق: ۱/۳۱۷، مالك: ۱/۵۹

۱۴۲: حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، غسل حیض کے بعد ہم گدلے اور زرد رنگ کے مواد کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔

لغوی تحقیق: الكدرة: کاف مضموم، دال ساکن، گدلے پانی کی طرح کی رطوبت۔ **الصفرة:** صاد مضموم، فاء ساکن، زرد پیپ نما رطوبت

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایام حیض گزرنے کے بعد اگر گدلا یا زرد رنگ کا مواد خارج ہوتو اس کے بعد غسل کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ اس دوران نماز وغیرہ ترک کی جاسکتی ہے، اس طرح کی ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ایک ام المؤمنین نے آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا وہ استحاضہ میں مبتلا تھیں بنابریں وہ سرخ اور زرد رنگ کی رطوبت دیکھنے کے باوجود نماز پڑھتی رہتی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے مخالف روایت بھی منقول ہے، جس میں یہ صراحت ہے کہ خواتین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں وہ روئی بھیجا کرتی تھیں جس میں دم حیض کے آخری مراحل کے زرد مواد کے نشانات ہوتے تھے، اور وہ یہ دکھا کر پوچھا کرتی تھیں کہ اب انہیں غسل کر کے نماز شروع کر دینی چاہئے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: جلدی مت کیجئے اور روئی پر زرد رنگ ختم ہونے دیجئے۔ ان دونوں روایات کے درمیان اگر چہ ظاہری تضاد ہے، مگر حقیقت میں کوئی تعارض نہیں، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں اس زرد مواد کا ذکر ہے جو حیض کا آخری حصہ ہے جبکہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں اس زرد مواد کا ذکر ہے جو موقوفی حیض کے بعد آتا ہے اس لیے وہ حیض کا حصہ نہیں۔

فقہی احکام: (۱) زرد رنگ کا مواد اگر مخصوص ایام میں آئے تو حیض شمار ہوگا اور اس پر حیض کے احکام کا اطلاق ہوگا۔ (۲) اگر زرد مواد مخصوص ایام کے بعد آئے تو اسے حیض کا حصہ شمار نہیں کیا جائے گا اس کے آنے پر محض طہارت کرنی ہے، غسل کرنا لازم نہیں۔

۱۴۳: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلْيَهُودَ كَانُوا إِذَا حَاضَتِ اَلْمَرْأَةُ لَمْ يُؤَاكِلُوهَا ,فَقَالَ اَلنَّبِيُّ ﷺ "اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا اَلنِّكَاحَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، كتاب الحيض، باب جواز غسل الحائض راس زوجها و ترجيله: ۳۰۲، ابوداود: ۲۵۸، الترمذي: ۳۱۷۲، ابن ماجة: ۶۴۴، النسائي: ۱/۱۸۷، مسنداحمد: ۱۳۲/۳، ابن حبان: ۱۳۶۲

۱۴۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود کے ہاں جب کوئی عورت حائضہ ہوجاتی تو وہ اس کے ساتھ کھانا پینا ترک کر دیتے تھے جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "تم جماع کے سوا باقی سب کچھ اس کے ساتھ کر سکتے ہو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **لم یؤاکلوا:** اکل سے مشتق ہے، اور باب مفاعلہ ہے یعنی مرد حضرات، حائضہ خواتین کے ساتھ مل بیٹھ کر نہیں کھاتے تھے۔ **اصنعوا:** یہ صنع سے مشتق ہے، اور فعل امر ہے یعنی تم کرو۔ **النکاح:** یہاں نکاح سے مراد جماع ہے۔

تشریح: اسلام سے قبل یہودی، خواتین کے ساتھ انتہائی ناروا سلوک کرتے تھے، ان کے ظالمانہ رویے کی ایک مثال زیر مطالعہ روایت میں بیان کی گئی ہے، رحمت عالم ﷺ نے مسلمانوں کو حائضہ عورت کے ساتھ ہمبستری کے علاوہ باقی تمام امور کی اجازت فرمادی (یعنی حائضہ کے ساتھ مجلس بھی کی جاسکتی ہے اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھایا بھی جاسکتا ہے) جب یہودیوں کو رحمت عالم ﷺ کی اس تعلیم کی خبر ہوئی تو وہ نامراد یہ کہنے لگے کہ یہ شخص ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہے۔ حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کو جب یہودیوں کے اس عناد کی خبر ہوئی تو وہ کہنے لگے، یا رسول اللہ ﷺ! یہودی ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں، کیا ہم اپنی بیویوں سے حالت حیض میں ہمبستری نہ کرلیں؟ رحمت عالم ﷺ کو ان کی یہ بات انتہائی ناگوار گزری۔ اس واقع سے یہ واضح ہوا کہ اسلام دین فطرت ہے اور وہ کسی بھی مذہب و مکتب کی مخالفت برائے مخالفت نہیں کرتا۔

فقہی احکام: (۱) حائضہ کے ساتھ مجلس کی جاسکتی ہے۔ (۲) کھانا کھایا جاسکتا ہے۔ (۳) اس کی گود میں سر رکھا جاسکتا ہے۔ (۴) اس کا

بوسہ لیا جا سکتا ہے۔(۵)اس کے ساتھ لیٹا جا سکتا ہے البتہ جماع نہیں کیا جا سکتا۔(۶) حائضہ اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کر سکتی ہے۔

۱۴۴: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَأْمُرُنِي فَأَتَّزِرُ ,فَيُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الحیض، باب مباشرة الحائض: ۳۰۲، مسلم، کتاب الحیض، باب مباشرة الحائض فوق الازار: ۲۹۳،ابو داود: ۲۶۸، الترمذی: ۱۳۲، الدارمی: ۱۹۴/۱، النسائی: ۱۸۹/۱

تنبیہ: اس روایت کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیحین کی طرف منسوب کیا ہے، صحیح بخاری میں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعین کے ساتھ روایت موجود ہے لیکن صحیح مسلم میں کسی ایک بیوی کا ذکر ہے۔

۱۴۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مضبوطی کے ساتھ تہہ بند باندھنے کا حکم فرماتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ لیٹ جاتے درآنحالیکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

لغوی تحقیق: فأتزر: یہ ازار سے ماخوذ ہے یعنی میں تہبند باندھ لیتی۔ یباشر: یہ بشر سے مشتق اور باب مفاعلہ ہے یعنی ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ جانا۔

تشریح: قرآن حکیم میں حائضہ عورت سے جس مباشرت سے منع کیا گیا ہے، اس مباشرت سے مراد جماع ہے، جبکہ اس حدیث میں جس مباشرت کا تذکرہ ہے اس سے مراد صرف لپٹنا ہے، مباشرت کے لغوی معنی جسم کے ساتھ جسم لگانا ہے اور جماع میں بھی چونکہ جسم کے ساتھ جسم لگایا جاتا ہے اس لیے قرآن حکیم نے زن وشوہر کے مخصوص تعلقات کو بھی مباشرت سے تعبیر کیا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث پاک میں چونکہ جماع کی نفی کے ساتھ مباشرت کو استعمال کیا گیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہاں اس سے مراد فقط لپٹنا ہے چنانچہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات میں کوئی تعارض نہیں۔ لیکن غیر کی جگالی کرنے والے بعض نام نہاد دانشور اپنی خباثت باطنی کو شیطانی خوراک فراہم کرنے کے لیے حدیث کو قرآن کی معارض قرار دینے کے درپے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ یہ حدیث حضرت میمونہ، حضرت اُم حبیبہ، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے، صحیح روایت صرف حضرت عائشہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کی ہیں۔

۱۴۵: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ" يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ ,أَوْ نِصْفِ دِينَارٍ " رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَابْنُ الْقَطَّانِ ,وَرَجَّحَ غَيْرُهُمَا وَقْفَهُ.

ابو داود، کتاب الطهارة، باب اتیان الحائض: ۲۶۴، ۲۱۶۸، الترمذی: ۱۳۶، ابن ماجة: ۶۴۰،احمد: ۲۲۹/۱،الدارمی: ۱۱۱۰، ۱۱۱۴، النسائی: ۱۵۳/۱، بیان الوهم والایهام: ۲۴۶۸

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں "عن ابن عباس عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم" مرقوم ہے جبکہ محولہ بالا تمام کتب احادیث میں "عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" مرقوم ہے، البتہ مسند احمد: ۲۱۲۱ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور امام ابن دقیق العید نے الالمام: ۶۲ میں عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا ہے۔ ایسا روایت کو بالمعنی بیان کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

۱۴۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: "جو اپنی بیوی سے حالت حیض میں وطی کرتا ہے، وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔" اسے پانچوں نے بیان کیا ہے۔ حاکم اور ابن قطان نے صحیح کہا ہے اور ان دونوں کے علاوہ دیگر ائمہ نے اس روایت کے موقوف ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: یأتی: آتا، یعنی وطی کرتا ہے۔ دینار: قرون اولیٰ میں سونے کا ایک سکہ تھا جسے دینار سے تعبیر کیا جاتا تھا، عصر حاضر میں بعض اسلامی ریاستوں کی کرنسی کا نام ہے۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے مروی ہے، ان میں سے بعض طرق مرفوع، بعض موقوف اور کچھ مرسل بھی ہیں، سند کی طرح متن میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، کسی نے بطور کفارہ تسمہ دینے کا ذکر کیا ہے، کسی نے دینار، کسی نے نصف دینار اور کسی نے ۱/۵ دینار کہا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام ابن سکن نے اسی بنا پر یہ کہا ہے کہ اس روایت کی سند اور متن میں بہت اضطراب پایا جاتا ہے، امام ابن قطان نے اس روایت پر بڑی نفیس بحث کر کے سند اور متن کے اضطراب کو حل کرنے کی کوشش کی ہے مگر راقم کے نزدیک وہ اس میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکے، اس لیے اس روایت کے بارے میں مستحسن اور صائب رائے یہی ہے کہ حائضہ کے ساتھ وطی کرنے پر کفارہ کی ادائیگی فرض یا واجب نہیں بلکہ مندوب و مستحب ہے۔

فقہی احکام: حائضہ کے ساتھ وطی کرنے کی صورت میں صدقہ کرنا مستحب ہے۔

۱۴۶: **وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ**

البخاری، کتاب الحیض، باب ترک الحائض صوماً: ۳۰۴، مسلم، کتاب الایمان، باب نقص الایمان......: ۸۰/۱۳۲، النسائی: ۱۸۷/۳، ابن ماجۃ: ۱۲۸۸، ابن حبان: ۵۷۴۴

تنبیہ: علامہ شعیب سے تعلیق صحیح ابن حبان میں مسلم کی حدیث کا نمبر تحریر کرنے میں تسامح ہوا اور یہی تسامح احمد ابراہیم زھوۃ سے تخریج بلوغ المرام (مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ) میں ہوا ہے۔

۱۴۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو وہ نماز اور روزہ ترک نہیں کرتی؟۔ (بخاری و مسلم) یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے۔

لغوی تحقیق: ألیس: یہاں استفہام انکاری ہے، انکار جب نفی پر داخل ہوتا ہے تو اثبات کا معنی پیدا ہو جاتا ہے۔

تشریح: رحمت عالم ﷺ عید کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اس دوران آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تم میں سے اکثریت کو آگ میں دیکھا ہے۔" خواتین نے عرض کیا وہ کیوں یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے اس کے چار اسباب بیان فرمائے۔ جن میں ایک نقصان دین بھی ہے، نقصان دین کی وضاحت آپ ﷺ نے اس طرح فرمائی: "کیا وہ حالت حیض میں نماز اور روزہ ترک نہیں کرتیں؟۔" اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو کہ جہنم میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کی اکثریت ہوگی، شاید اسی لیے جنت میں مردوں کے لیے حوروں کا انتظام و انصرام کیا گیا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے طویل حدیث کے اس ٹکڑے کو نقل کر کے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ حالت حیض میں خواتین نہ نماز پڑھ سکتی ہیں اور نہ روزہ رکھ سکتی ہیں۔ نماز کی تو انہیں بالکل معافی ہے، البتہ روزوں کی گنتی پوری کرنا ہوگی۔

فقہی احکام: (۱) حالت حیض میں نماز اور روزہ درست نہیں۔ (۲) ایام حیض کی تمام نمازیں معاف ہیں البتہ روزوں کی گنتی دیگر ماہ میں پوری کرنا لازم ہے۔ (۳) جہنم میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کی تعداد زیادہ ہوگی۔

۱۴۷: **وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمَّا جِئْنَا سَرِفَ حِضْتُ ,فَقَالَ اَلنَّبِيُّ ﷺ "اِفْعَلِي مَا يَفْعَلُ اَلْحَاجُّ ,غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي**

بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِی" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي حَدِيثٍ طَوِيْلٍ

البخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض المناسک کلها الاالطواف بالبیت: ۳۰۵، مسلم: ۱۲۱۱، ابوداود: ۱۷۸۲، الترمذی: ۹۴۵

۱۴۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی، نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: "تم تمام مناسک ادا کرو جو دیگر حاجی ادا کرتے ہیں، البتہ بیت اللہ کا طواف حیض سے پاک ہونے کے بعد کرنا۔" (بخاری و مسلم) یہ طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

لغوی تحقیق: سرف: سین مفتوح اور راء مکسور، یہ منع صرف کے دو اسباب تانیث اور علمیت پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور یہ مقام مکہ سے مدینہ کی جانب تقریباً دس میل کے فاصلے پر ہے۔

تشریح: ۱۰ ہجری میں آپ ﷺ کی معیت میں جو قافلہ حج کرنے کی غرض سے جا رہا تھا، اس قافلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں ابھی یہ قافلہ مکہ سے دس میل دور ہی تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوگئیں، آپ ﷺ نے انہیں بیت اللہ کے طواف کے علاوہ دیگر تمام مناسک حج حالت حیض میں ادا کرنے کی اجازت دی اور طواف کرنے سے اس وقت تک روک دیا جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، طواف بیت اللہ چونکہ حج اور عمرہ دونوں کا رُکن ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عمرہ کرنے سے محروم رہ گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کی کمی پر جب افسردگی کا اظہار فرمایا تو آپ ﷺ نے ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ آپ انہیں مقام تنعیم لے جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر واپس لائیں، تاکہ یہ بھی عمرہ کر سکیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس مقام پر عمرہ کا احرام باندھا تھا اب وہاں ایک مسجد ہے جس کا نام مسجد عائشہ ہے۔

فقہی احکام: (۱) خون حیض ناپاک ہے۔ (۲) حائضہ ناپاک ہونے کی وجہ سے مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ (۳) طواف چونکہ مسجد حرام میں کیا جاتا ہے اس لیے حائضہ کو طواف کی اجازت نہیں۔ (۴) طواف کے لیے طہارت شرط ہے۔

۱۴۸: وَعَنْ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَأَلَ اَلنَّبِيَّ ﷺ مَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ ,وَهِيَ حَائِضٌ؟ قَالَ "مَا فَوْقَ اَلْإِزَارِ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَضَعَّفَهُ.

ابوداود، کتاب الطهارة، باب فی المذی: ۲۱۲، ۲۱۳

۱۴۸: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ حائضہ کی اس کے شوہر کے لیے کونسی چیز حلال ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "ازار بند سے اوپر کا حصہ۔" اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ساتھ ہی اسے ضعیف بھی کہا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں مذکور "مافوق الازار" جماع سے کنایہ ہے یعنی حالت حیض میں اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کی جا سکتی، اس کے علاوہ پیار محبت کا ہر وہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جو طہر کی حالت میں روا تھا، اگر اس حدیث سے یہی مفہوم لیا جائے تو پھر اس حدیث کا ضعف غیر مفید ہے کیونکہ صحیح حدیث میں صراحت موجود ہے کہ حائضہ سے جماع کے علاوہ پیار محبت کے دیگر تمام جائز طریقے حالت حیض میں عمل میں لائے جا سکتے ہیں اور اس جملے سے گھٹنوں سے لے کر ناف تک کے تمام مقامات مراد لینا درست نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ روایت سابقہ حدیث کی معارض ہوگی انہیں الفاظ کے ساتھ ایک روایت اُم حرام بنت حکیم سے بھی مروی ہے، اس روایت کو علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔

۱۴۹: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَتِ النُّفَسَاءُ تَقْعُدُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ نِفَاسِهَا أَرْبَعِينَ يَوماً. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَاللَّفْظُ لِأَبِي دَاوُدَ وَفِي لَفْظٍ لَهُ وَلَمْ يَأْمُرْهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِقَضَاءِ صَلَاةِ النِّفَاسِ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ

ابوداود، كتاب الطهارة، باب ماجاء فى وقت النفساء: ۳۱۱، الترمذى: ۱۳۹، احمد: ۳۰۰/۶، ۳۰۴، الحاكم: ۲۸۲/۱، الخلاصة: ۲۴۰/۱، الارواء: ۲۲۲/۱، المحلىٰ: ۲۰۴/۲، بيان الوهم والايهام: ۳۲۹/۳، معالم السنن: ۱۶۹/۱، التلخيص: ۱۷۱/۱، الكامل: ۲۱۹/۵، ۳۶۵/۵، ۱۴۱/۶، ابن ماجة مع مصباح الزجاجة: ۴۷/۱، التحقيق: ۳۴۴، البيهقى: ۳۴۳/۱، الدارقطنى: ۲۲۰/۱، ۲۲۱، تاريخ بغداد: ۳۹۰/۵، خلافيات: ۴۲۴/۳، المنتقىٰ: ۱۱۹

۱۴۹: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتیں ہیں کہ عہد نبوی میں زچہ چالیس روز تک زچگی کے دن گزارتی تھیں۔ اسے نسائی کے علاوہ پانچوں نے روایت کیا ہے مذکورہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں، اور ابوداؤد ہی میں ہے کہ آپ ﷺ نے زچہ کو حالت زچگی کی نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا۔ اس روایت کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: نفساء: نون مضموم اور فاء مفتوح یعنی زچہ۔ نفاس: نون مکسور، زچگی کی وہ مدت جس میں رحم وضع حمل سے پہلے والی حالت کا مغایر (کسی دوسری حالت میں) ہوتا ہے۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں زچگی کی مدت چالیس دن بتائی گئی ہے، امام ابوداؤد نے مسّہ نامی عورت ہی کے طریق سے ایک اور روایت قدرے تفصیل سے نقل کی ہے جس کا آخری ٹکڑا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے والـلـفـظ لـه کہہ کر نقل کیا ہے، اس روایت میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی خواتین زچگی کے چالیس دن پورے کرتی تھیں، نبی کریم ﷺ نے انہیں اس دورانیہ کی نمازوں کی قضائی کا حکم نہیں دیا۔ امام ابن قطان اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس روایت میں علت قادحہ (ضعف کی علت) یہ ہے کہ اس روایت کی ایک راویہ جس کا نام مسّہ اور اسکی کنیت اُم بسہ ہے، وہ مجہولۃ ہے اس روایت کے علاوہ اس سے کوئی اور روایت مروی نہیں۔

امام ترمذی عـلـل الكبير میں فرماتے ہیں یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف اور متن کے اعتبار سے منکر ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں فقط حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی نے عقد نبوی ﷺ میں زچگی کے ایام گزارے ہیں اور وہ مکہ ہی میں فوت ہوگئیں تھیں، اس لیے اس روایت کا متن بے معنی ہے ہاں اگر یہاں نساء النبی سے مراد آپ ﷺ کی صاحبزادیاں یا آپ ﷺ کی قریبی رشتہ دار عورتیں یا آپ ﷺ کی لونڈی ماریہ مراد لی جائے تو پھر متن کی نکات دور ہوسکتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص میں اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے اُم بسہ کو مجہول الحال قرار دیا ہے، جبکہ تقریب میں مقبولۃ کہا ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں اس کی روایت کو بطور حجت نہیں لیا جاسکتا ہے۔ امام خطابی اور ابن ملقن کا کہنا ہے کہ امام بخاری نے حدیث مسہ کو سراہا ہے، راقم کے نزدیک اس سلسلہ میں خطابی اور ابن ملقن کو وہم ہوا ہے، کیونکہ امام ترمذی نے امام بخاری کا جو جواب علل کبیر میں نقل کیا ہے اس سے قطعاً یہ واضح نہیں ہورہا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو سراہا ہے۔

امام نووی نے اس روایت پر جارحین کی جرح کو مسترد کیا ہے، تاہم انہوں نے کسی واضح دلیل سے ایسا نہیں کیا۔ علامہ ناصر الدین البانی نے بھی اس روایت کی تحسین کی ہے۔ راقم کے نزدیک اس روایت کے بارے میں امام ابوداؤد اور امام ابن قطان کی رائے صائب ہے یعنی یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ مسہ کا کوئی متابع نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں حضرت ابوہریرہ، حضرت ابودرداء، حضرت معاذ، حضرت

انس، حضرت عثمان بن ابی العاص، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی مرفوع روایات مروی ہیں جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں زچگی کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس ایام اور کم سے کم جب خون زچگی آنا بند ہو جائے، بیان ہوئی ہے، اور چالیس دن کے بعد آنے والے خون کو استحاضہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ روایت علاء بن کثیر کی وجہ سے موضوع کے قریب تر ہے، کیونکہ امام ابن حبان نے اسے خودساختہ روایات بنانے والا قرار دیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں نفاس کی کم از کم مدت دو ہفتے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن بتائی گئی ہے نیز یہ بتایا گیا ہے کہ خون زچگی اگر چالیس روز سے پہلے بند ہو جائے تو اس کے بند ہوتے ہی اسے نماز و روزہ کا اہتمام کرنا ہوگا البتہ اس سے عمل زوجیت کرنا چالیس دن کے بعد روا ہے۔ یہ روایت بھی محمد بن سعید بن حسان کی وجہ سے اسی کی مثل ہے، کیونکہ اسے امام احمد، امام نسائی اور امام سفیان نے کذاب قرار دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایات میں بھی زچگی کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز بتائی گئی، اس روایت کی سند کو اگر چہ بوصیری نے صحیح کہا ہے تاہم بوصیری کو اس سلسلے میں وہم ہوا ہے کیونکہ سلام بن سلیم نامی راوی تمام ماہرین فن کے نزدیک ضعیف ہے۔ یہ روایت ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، مگر وہ طریق بھی زید العمی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں زچگی کی مدت چالیس روز متعین کی گئی ہے۔ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ حضرت حسن بصری کا حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں زچگی کی کم از کم مدت خون کی بندش اور زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز بتائی گئی ہے اور اس کے بعد آنے والے خون کو استحاضہ قرار دے کر یہ نصیحت کی گئی کہ ایسی عورت غسل کرنے کے بعد نماز شروع کر دے، اور خون کا غلبہ ہو تو پھر اسے نماز کے لیے وضو کرنا ہوگا۔

یہ روایت عمرو بن الحصین العقیلی کی وجہ سے موضوع کے قریب تر ہے کیونکہ خطیب نے اسے کذاب، ابوزرعہ نے واہ قرار دیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں چالیس ایام بتائے گئے ہیں یہ روایت بھی علی بن عطا کی وجہ سے موضوع کے قریب تر ہے، کیونکہ امام یحییٰ بن معین نے اسے کذاب کہا ہے، یہ روایت ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے وہ طریق بھی یحییٰ بن العلاء کی وجہ سے سابقہ طریق کی مثل ہے کیونکہ یحییٰ بن العلاء کو امام وکیع نے کذاب کہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں چالیس ایام بتائے گئے ہیں اور یہ روایت بھی جابر بن جعفی کی وجہ سے ضعیف ترین ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ زچگی کی مدت کے بارے میں مروی تمام روایات کو ماہرین فن نے ضعیف کہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ایک قول میں نفاس کی مدت چالیس روز بتائی گئی ہے مگر یہ روایت بھی ہشیم کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن ہشیم بن بشیر کا متابع ابوعوانہ ہے اس لیے یہ اثر ہر غبار سے پاک ہے اور انہیں سے منقول ایک قول میں نفاس کی کم از کم مدت سات دن بتائی گئی ہے۔ یہ قول ابن جریج کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اس بارے میں تابعین کے بھی مختلف اقوال ہیں ان سب کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے نفاس کی مدت کو خواتین کی عادت پر چھوڑ دیا جائے یعنی جسے جتنے دن ہر مرتبہ آتا ہے وہی اس کی مدت ہے۔ اور اگر کبھی خلاف عادت زیادہ دن آئے تو اسے استحاضہ سمجھا جائے۔

فقہی احکام: نفاس کی مدت کو خواتین کی عادت پر چھوڑ دیا جائے۔